اَلنَّحْوُ فِی لِسَانِ الْعَرَبِ اَحْلٰی مِنَ الرُّطَبِ وَاَهْنٰی مِنَ الْعِنَبِ

اضافہ شدہ

مُشکل ترکیبوں کا حل

مع

قواعد و نکات

مؤلفہ

مولانا حسین احمد ہردواری

استاد دار العلوم دیوبند

تراکیب عجیبہ

نکات مہمہ

فروق متفرقہ

قواعد نحویہ

اصطلاحات مفیدہ

جمل غریبہ

النحو في لسان العرب احلى من الرطب واهنى من العنب

اضافہ شدہ

مشکل ترکیبوں کا حل

مع

قواعد و نکات

نحو کے جو مسئلے حیران کن تھے آج کل
لیجئے ہاتھوں میں اپنے آگیا ہے ان کا حل

معلمین و متعلمین
کیلئے نادر تحفہ اور مبتدی و منتہی کیلئے
یکساں مفید

مؤلفہ

مولانا حسین احمد ہردواری

استاد دارالعلوم دیوبند

۲۰ اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اضافہ شدہ

مشکل ترکیبوں کا حل
مع
قواعد و نکات

مصنف

مولانا حسین احمد ہردواری

ناشر
المصباح
۶-اردو بازار۔ لاہور

مقسم کنندہ
بک لینڈ
۳۰۔اردو بازار۔ لاہور
Ph: 042-7124056, 7223210
info@bookland.com.pk
www.bookland.com.pk
سٹی پلازہ۔ کالج روڈ۔ راولپنڈی
Ph: 051-5773341, 5557926

فہرست عنوانات مشکل ترکیبوں کا حل

مع

قواعد ونکات

فعل سے متعلق ضروری باتیں

تقریظات اکابر

ارشادِ گرامی جناب حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب محدث دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم نحو کلام کی نوک پلک درست کرتا ہے، نمک کی طرح زبان میں ذائقہ اور لطافت پیدا کرتا ہے۔ مدارسِ عربیہ میں تمام فنون آلیہ میں اس فن کو خصوصی اہمیت حاصل ہے متعدد چھوٹی بڑی کتابیں طلبہ پڑھتے ہیں مگر پھر بھی بعض اہم نقاط، بنیادی قواعد اور لطیف نکات سے طلبہ ناواقف رہتے ہیں کیونکہ یہ باتیں ضمنی طور پر آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں فن نحو کی ایک شاخ "ترکیب" بھی ہے۔ نحو کے طالب علم کو عبارت کی ترکیب بھی کرائی جاتی ہے اور یہ نہایت پیچیدہ عمل ہے، بہت سی جگہ معروف قواعد سے ترکیب ذہن میں نہیں آتی۔ ایسے ہی کلمات کی ترکیب علامہ ابن عابدینؒ نے ایک رسالہ میں بیان کی ہیں، جس کے ترجمہ اور توضیح کی خدمت حضرت الاستاذ، امام النحو، علامہ صدیق احمد صاحب جموی قدس سرہٗ استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے فرائد نجیبہ فی ترکیب الکلمات الغریبہ کے نام سے کی ہے جو مطبوعہ ہے۔ مگر اس رسالہ میں چند معروف کلمات ہی کی ترکیب دی گئی ہے۔

دار العلوم دیوبند کے استاذ جناب مولانا حسین احمد صاحب قاسمی زید لطفہ نے بھی اس موضوع پر ایک قیمتی رسالہ لکھا تھا: جو مقبول خاص و عام ہوا اور اللہ کے فضل سے ہاتھوں ہاتھ لے لیا گیا۔ اب مولانا موصوف نے اس میں بہت کچھ اضافہ کر کے کتاب کو نئی شکل دی ہے جو نقاش نقشِ ثانی بہتر کشد زاری کا مصداق ہے۔ میں نے مختلف مقامات سے یہ کتاب دیکھی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ نہایت مفید مواد پر مشتمل ہے طلبہ کو اس رسالہ سے بہت سی نئی باتیں معلوم ہوں گی اور اساتذہ بھی ان شاء اللہ لطف اندوز ہوں گے۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائیں اور امت کو اس سے بیش از بیش فیض پہنچائیں

وَمَا ذٰلِكَ عَلَيْهِ بِعَزِيْزٍ

کتبہ

(حضرت مولانا مفتی) سعید احمد (صاحب) عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند۔ ۲۸ رجب ۱۴۲۰ھ

ارشاد گرامی جناب حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب استاذ حدیث و ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ عزیز محترم مولانا حسین احمد صاحب استاذ دار العلوم دیوبند نے ایسے جملوں کی ترکیب کو پیش کیا ہے جس میں انغلاق تھا۔ کہیں کہیں کلمات کی تحقیق بھی کی ہے پھر عام طور پر ان معتبر مراجع کو بھی بیان کر دیا ہے جہاں سے مسئلہ کو اٹھایا ہے ان وجوہ سے اس کی افادیت بیش از بیش ہو گئی ہے معلم اور متعلم دونوں کے لئے بیک وقت مفید ہے چونکہ اس زمانہ میں اس طرح کی علمی کاوش پیش کرنے کا ذوق معدوم سا ہو گیا ہے اسلئے عزیز موصوف کا یہ ذوق قابل قدر ہے۔

راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ انکی اس محنت کو قبول فرمائے نیز ان کے علم و عمل میں برکت فرمائے اور اس کتاب کو عمومی قبولیت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(حضرت مولانا) ارشد مدنی (صاحب) ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند۔ ۱۵ شعبان ۱۴۲۶ھ

رائے گرامی حضرت مولانا شبیر احمد صاحب استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند

الحمد للہ ربی واصلی واسلم علی النبی الامی الصادق المصدوق الامین محمد وآلہ وصحبہ واتباعہ۔ اما بعد۔

زیر نظر کتاب جسے بہایت شوق و ذوق اور محنت سے میرے عزیز جناب مولانا حسین احمد صاحب استاذ دار العلوم دیوبند نے تالیف کیا ہے میں نے بہت مواقع سے اسے دیکھا ہے۔ قواعد عربیہ و تراکیب نحویہ میں نہایت مفید کتاب ہے۔ خود احقر کو کل ایک لفظ کے متعلق اشکال تھا مسودہ میں دیکھ کر حل ہو گیا کتنی ہی باتیں جو تحقیق و تلاش پر بڑی کتابوں میں دشواری سے ملتی ہیں۔ ماشاء اللہ آپ کو اس تالیف میں یکجا مل جائیں گی۔ طلباء و اساتذہ ہر دو کے لئے مفید ہے عزیز موصوف کو قواعد عربیہ سے خصوصی شغف ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس سعی کو قبول فرمائے اور طلباء و اساتذہ زیادہ سے زیادہ اس سے مستفید ہوں۔ آمین۔

خادم شبیر احمد غفرلہ دار العلوم دیوبند
۲۲/۸/۲۰۰۵ء چہار شنبہ

ارشاد عالی جناب حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

حمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین. اما بعد

عربی زبان میں علم نحو کو اساسی حیثیت حاصل ہے کہ اس کے بغیر عربی زبان سے استفادہ بہت دشوار ہے، خصوصاً اہل عجم کہ وہ اس فن کے بغیر عربی زبان سے کوئی فیض نہیں اٹھا سکتے قرآن کریم اور حدیث پاک کی زبان عربی ہے اور ان کا سمجھنا یا سمجھانا علم نحو کے بغیر ممکن نہیں اسلئے متقدمین و متاخرین میں بالغ نظر علماء کرام نے اس فن کو اپنی خدمت کے لئے منتخب کیا اور بعض اسلاف نے اس کی بے مثال خدمت کی لیکن ان بزرگوں کی بیشتر خدمات عربی یا فارسی زبان میں ہیں ہند پاک میں عربی علوم کا ذریعہ تعلیم اردو زبان ہے اسلئے اب اردو زبان میں بھی علم نحو کی خدمت کا سلسلہ جاری ہے۔

عزیز محترم مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم (مدرس دار العلوم دیوبند) کو اللہ تعالیٰ نے علم نحو سے خصوصی مناسبت عطا فرمائی ہے اس لئے اس فن کے مسائل ان کے ذوق تحقیق کا میدان ہیں تدریس کے ساتھ وہ اس فن کی تحریری خدمت بھی کر رہے ہیں، دار العلوم دیوبند میں تقرر سے پہلے انہوں نے "مشکل ترکیبوں کا حل اور مفید ادبی نکات" کے نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا تھا جسے افادیت کی بنیاد پر علمی حلقوں میں بنظر استحسان دیکھا گیا، اب انہوں نے اپنے تدریسی تجربات و محنت کے بعد اس رسالہ کا نقش ثانی تیار کیا ہے جس میں نقش اول سے زیادہ خوبیاں ہیں۔ کتاب کے مطالعہ کے دوران محسوس ہوا کہ مولانا حسین احمد صاحب زید مجدہم کی محنت لائق تحسین ہے بہر حال علم نحو کا ذوق رکھنے والوں کے لئے کتاب کے مباحث و مندرجات خصوصی اہمیت و افادیت کے حامل ہیں، راقم حروف دعا گو ہے کہ پروردگار عالم مصنف محترم کو زیادہ سے زیادہ علمی خدمات کی توفیق ارزاں کرے اور انکی اس خدمت کو حلقۂ اساتذہ کے درمیان قبول عام اور اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازے آمین

والحمد للہ اولہ و آخرہ (حضرت مولانا) ریاست علی (صاحب) بجنوری غفرلہ

خادم تدریس دار العلوم دیوبند ۱۱ شعبان ۱۴۲۰ھ

(کتاب ہذا کا تعارف نظم کے پیرایہ میں)

تخلیق جناب مولانا قاری عبد الرؤف صاحب استاذ دار العلوم دیوبند

دیدہ و قلب و جگر کا وہ پارا آگیا ∴ طالبانِ علم کی آنکھوں کا تارا آگیا
منتظر تھے مدتوں سے جس کے سب اہلِ ہنر ∴ نحو کے علمی جواہر کا وہ دھارا آگیا
شرح جامی، کافیہ، سنبٹ، رضی، ملحہ و لب ∴ ان سبھی کا مختصر جامع نظارا آگیا
ہے جو محبوب اکابر طالبوں کی جان ہے ∴ وہ رسالہ رہنما بن کر ہمارا آگیا
مشکلوں کے بحر میں کشتی پھنسی تھی دیر سے ∴ شکر حق ہے کہ بحمد اللہ کنارا آگیا
ہر طرف یہ شور ہے ہر لب پہ یہ پیغام ہے ∴ گنج علم نحو کا اک شاہ پارا آگیا
ہے سفر میں زادِ رہ اور محفلوں کی شان ہے ∴ خلوت و جلوت میں ہر دل کا سہارا آگیا
ہے بڑا علمی خزانہ یہ برائے خاص و عام ∴ سب اکابر کی طرف سے یہ اشارہ آگیا
ہے یہ نورِ چشم اور قلب و نظر کا ہے سرور ∴ فرحت و لذت کا ساماں لیکے پیارا آگیا
علم کا جو ذوق جس کو اور جو عزمِ عروج ∴ واسطے اس کے بڑا زریں سہارا آگیا
ہیں نکات اس میں تو کچھ لفظ بھی ہیں خوب تر ∴ علم کے میدان کا اک ماہ پارہ آگیا
نکتہ سنجوں کا پیارا اہلِ دانش کا عزیز ∴ علم کے سب شہسواروں کا دُلارا آگیا
نحو کے جملے، قواعد، اصطلاحات و نکات ∴ ہیں جواہر پارے ترکیبوں کا دھارا آگیا
گلستانِ نحو ہے گل اسکے رنگا رنگ ہے ∴ لہلہاتا، کھلکھلاتا دل کا پیارا آگیا

عرضِ مؤلف

حامداً ومصلیاً ومسلماً وبعدُ. رب کائنات کا شکر واحسان ہے کہ اس نے احقر کو زیرِ نظر کتاب لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی. اہل علم جانتے ہیں کہ علم نحو علوم آلیہ میں عربی زبان کے لئے اساس کی حیثیت رکھتا ہے. علم نحو فہم قرآن کے لئے زینہ اور معرفت حدیث نبوی کے لئے وسیلہ ہے عرب کہتے ہیں. علم نحو شہد سے زیادہ شیریں اور انگور سے زیادہ خوش ذائقہ ہے. اور علم نحو علوم میں ایسا ہی ہے جیسے قمر نجوم میں. چند سال قبل رمضان المبارک میں احقر کو اپنے برادر صغیر مولوی محمد فرمان قاسمی کے قرآن سننے کا اتفاق ہوا تو دوران سماعت کلام اللہ کے اندر بہت سے ایسے عجیب وغریب نکات وقواعد سامنے آئے جو عامۃً غیر معروف ہیں مثلاً لم یکن کے بجائے لم یکُ. مضارع پر کسرہ مبتداء کا نکرہ ہونا اور معرفہ کی صفت بنتی اضافت لفظی کا ہونا علی ھذا.

احقر نے ان نوادرات کو مع کامل تحقیق کے بغرض یادداشت نوٹ کر لیا بعد میں خیال آیا کہ اگر ان نوادرات کو افادۂ عام کے لئے شائع کرا دیا جائے تو بہتر رہے گا بالآخر ان کو مزید ضروری اضافہ کے ساتھ شائع کرا دیا گیا. الحمد للہ اس مختصر رسالہ کو بیش از توقع پذیرائی ہوئی. اور ملک کے مختلف گوشوں سے اس کی مانگ آنے لگی اب الحمد للہ دوسرا ایڈیشن قدرداں حضرات کے اصرار پر اور طلباء عزیز کی اس کتاب سے فرطِ محبت وعقیدت اور شائقین نحو حضرات کے قلبی میلانات کی بناء پر مع کثیر اضافات کے حضرات قارئین کے ہاتھوں میں ہے جس میں قواعد ضروریہ، نکات مہمہ، اصطلاحات مفیدہ اور تراکیب عجیبہ وغریبہ کو سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے. نحو کے ماہرین کبار علماء کتاب ہذا کو بالاستیعاب دیکھنا چاہیں تو تحقیق کے لئے کافی حد تک ہر مشکل مقامات میں ماخذ ومراجع کے حوالے مع صفحہ کو بھی نقل کر دیا گیا ہے. آخر میں یہ عرض کرنا

بھی ناگزیر ہے کہ احقر کو اپنی علمی کم مائیگی و تہی دامنی کا احساس و اعتراف ہے اور "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان" اس لئے حضرات ناظرین کو اگر اس کتاب میں کوئی فروگذاشت نظر آئے تو براہِ شفقت وعنایت معاف فرمائیں اور اس ناکارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جا سکے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

جمیل احمد قاسمی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور۔

۲۳ شعبان سنہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲ دسمبر سنہ ۱۹۹۹ء

تخلیق جناب قاری عبد الرؤف صاحب استاد دار العلوم دیوبند

اپنی خوبی میں ہے یہ علمی خزانہ بے مثال ؛ دیکھ سکتا ہے زمانہ شوق سے اس کا کمال
اس کا ہر جملہ ہے شہ پارۂ ادب کا دوستو ؛ زیب و زینت میں سراپا ہو گیا ہے یہ جمال
نحو میں موجود ہیں یوں تو کتابیں بیشمار ؛ لیکن اردو میں نہیں اب تک کوئی اس کی مثال
یا تو مغلق ہے سمجھنا ان کا ہے دشوار تر ؛ یا طویل ایسی کہ پڑھنا ان کو ہو جائے وبال
آپ کے ہاتھوں میں لیکن آئی یہ ایسی کتاب ؛ مات کر دیں جس نے تالیفات سابق اور حال
ہے عبارت صاف دلکش لفظ معنی خیز ہیں ؛ اور ہے مضمون علم نحو کا عمدہ مثال
دیکھتے ہی اس کو وہ سب عقدے ہو جائیں گے حل ؛ تھا بیان علم جن کے حل کو سمجھے محال
اس کے دامن میں وہ نکتے اور جواہر ہیں بکھرے ؛ لے رہے ہیں دوست اور دشمن جسے بے قیل و قال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الھمزہ

أیضًا آضَ یَئِیْضُ کا مصدر ہے۔ کبھی بمعنی رَجَعَ ہوتا ہے اور اس وقت تامہ ہوگا۔ جیسے آضَ الأجیرُ الٰی بیتہٖ (مزدور اپنے گھر لوٹ آیا) اور کبھی بمعنی صار، اور اس وقت یہ ناقصہ ہوگا جیسے آضَ الثلجُ ماءً (برف پانی بن گیا)۔

ترکیب أیضًا عموماً آضَ فعل مقدر کا مفعول مطلق بنتا ہے۔ تقدیر یوں ہوگی آضَ أیضًا أی رَجَعَ رُجُوعًا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ أیضًا، آضَ کی ضمیر مستتر سے حال ہے بمعنی أیضًا لِأنَّ المَصْدَرَ لَا یَکُوْنُ حَالًا فی المشہور۔

(المعجم المفصّل ص۱۰۰ ج ۱، الفوائد العجیبہ ص۱)

فائدہ۔ أیضًا کا استعمال ایسی دو چیزوں میں ہوگا کہ جن میں نہ نسبت تباین ہو اور نہ نسبت تلازم بلکہ نسبت توافق ہو یعنی دو چیزوں کے درمیان یک اتفاقی تعلق ہو۔ لہٰذا جاءَنی زَیْدٌ أیضًا کہنا درست نہیں کیونکہ امر واحد ہے۔ اور طَلَعَ الشَّمْسُ وَوُجِدَ النَّهارُ أیضًا کہنا بھی درست نہیں کیونکہ دونوں چیزوں میں تلازم ہے اور جاءَنی زیدٌ وذَهَبَ خالدٌ أیضًا بھی درست نہیں کیونکہ دونوں چیزوں (آنے اور جانے) میں تباین ہے البتہ جاءَنی زیدٌ وعَمْرٌو أیضًا کہنا درست ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ کَذَا مذہب بصریین میں اللّٰھم کی اصل یا اللہ تھی حرف ندا کو کثرت استعمال کی بنا پر حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض میں میم مشدد لاحق کیا گیا۔ اور آخر ہی میں اس لئے میم کا اضافہ کیا گیا تاکہ ابتداء بذکر اللہ فوت نہ ہو۔ لہٰذا یا اللّٰھم نہیں کہہ سکتے کیونکہ عوض اور معوّض کا اجتماع لازم آئے گا اور بعض علماء سے منقول ہے کہ

اَللّٰھُمَّ مجمع الدعاء ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ میم اَللّٰھُمَّ کے اندر تمام اسماء حسنیٰ کو متضمن ہے پس جب کہ اَللّٰھُمَّ میم مشدد کے لاحق ہونے سے تمام صفات کو جامع ہوگیا تو اس کے بعد کسی صفت کا اضافہ نہیں کیا جائے گا لہذا اَللّٰھُمَّ الرحمٰن کہنا صحیح نہ ہوگا۔ ہاں یااللّٰہُ الکریمُ کہنا درست ہوگا یعنی حرف ندا مذکور ہونے کی شکل میں صفت لانا درست ہے نہ کہ اَللّٰھُمَّ کی شکل میں اور یا کے عوض میں میم مشدد لانا لفظ اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ لہذا زیدمّ وعمرومّ نہیں کہہ سکتے۔

مواقع استعمال اللّٰھم

اَللّٰھُمَّ کا استعمال اکثر وبیشتر محل دعاء میں ہوتا ہے جیسے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔ اور کبھی محل جواب میں بھی ذکر کیا جاتا ہے جیسے کسی سائل نے سوال کیا اَقَائِمٌ زَیْدٌ کیا زید کھڑا ہے تو جواب ہوگا اَللّٰھُمَّ لَا (یعنی زید کھڑا نہیں) اور کبھی یہ بتانے کے لئے کہ جواب دہندہ کو اپنے جواب پر مکمل اعتماد ہے جیسے اَللّٰھُمَّ نَعَمْ اور کبھی قلیل الوقوع امر کی قلت پر تنبیہ کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اَنَا اَزُوْرُکَ اَللّٰھُمَّ اِذَا لَمْ تَدْعُنِیْ (کبھی آپ مجھ کو نہیں بلائیں تب بھی میں آپ کی زیارت کروں گا) ظاہر ہے کہ زیارت کا وقوع بلانے کی صورت میں جتنی کثرت سے ہوگا اتنی کثرت سے بغیر بلائے نہ ہوگا، اسی طرح اَللّٰھُمَّ اِلَّا اَنْ یُّقَالَ ندرت کے لئے۔ اَللّٰھُمَّ اِلَّا اَنْ یُّجَابَ ندرت جواب کے لئے۔

ترکیب

مابعد اَللّٰھُمَّ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے اور درمیان میں اَللّٰھُمَّ جملہ معترضہ ہے تقدیرہ ھٰذَا الْاَمْرُ حَاصِلٌ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ اِلَّا وَقْتَ کَوْنِہٖ کَذَا۔ اور کلام موجب میں مستثنیٰ مفرغ ہونا معنیٰ صحیح ہونے کی صورت میں صحیح ہے۔ (الفوائد العجیبہ ص۲۰)

اَوَّلًا وبِالذَّاتِ

اَوَّلًا مفعول فیہ ہونیکی بناپر منصوب ہوتا ہے جیسے

قُلْتُ اَوَّلًا اور بالذات کے اندر بار بمعنی فی ہے اور واؤ عاطفہ ہے اور اَوَّلًا معطوف علیہ ہے (الفوائد العجیبہ ص۱۶)

فائدہ:۔ لفظ اوّلاً اگر کسی موصوف کی صفت واقع ہو یا مِنْ تفضیلیہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہو، تو یہ غیر منصرف ہوگا ورنہ منصرف ہوگا اور یہ بنا نے ظرفیت کے منصوب ہوگا اور لفظ اوّلاً میں اصل کے اعتبار سے اشتقاق کا اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس کی اصل اَوْءَلُ ہے بدلیں اَوْئِلْ۔ اور بعض کے نزدیک اس کی اصل اَءْوَلُ ہے دونوں صورتوں میں خلاف قیاس ہمزہ کو واؤ سے بدل کر ادغام کر دیا گیا لہذا اَوَّلُ ہو گیا۔ (الفوائد العجیبہ ص)

اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبَ خَيْرًا اَلَا تَنْزِلُ بِنَا جملہ ہو کر عرض ہے اور فَتُصِيبَ خَيْرًا جملہ ہو کر جواب عرض۔ عرض اپنے جواب عرض سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اس ترکیب میں اَلَا برائے عرض ہے جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔

اِنَّ زَيْدًا وَعَمْرٌو قَائِمٌ عَمْرٌو کا عطف اسم اِنَّ کے محل پر ہے جو درحقیقت مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہے بقیہ ترکیب ظاہر ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہوگی اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو قَائِمٌ۔ یہ عطف مفرد علی المفرد ہے۔ (شرح شذور الذہب)

اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو یہاں بھی ماقبل کی ترکیب کی طرح عَمْرٌو کا عطف اسم اِنَّ کے محل پر ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ خبر پہلے گذر چکی ہو خواہ حقیقتاً جیسے اس ترکیب میں یا حکماً جیسے اس سے پہلی ترکیب میں۔ بر خلاف اِنَّ زَيْدًا وَعَمْرٌو ذَاهِبَانِ کے کہ یہاں خبر حقیقتاً بعد میں واقع ہے لہذا یہ مثال درست نہیں۔

اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْن اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے جس کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ خبر پر لام ابتداء آرہا ہے۔ اسی طرح وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً ہے بقیہ ترکیب آسان ہے۔

اَبَدًا مفعول فیہ ظرف زمان ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے اور یہ مستقبل کے استغراق کے لیے مستعمل ہوتا ہے اور عموماً نفی کے بعد آتا ہے۔ جیسے اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا اور اثبات کے بعد بھی آتا ہے جیسے خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔

آمِيْن اسم فعل ہے اور یہ دعاء کے بعد بولا جاتا ہے بمعنی اِسْتَجِبْ قبول کر، یہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور ہمیشہ اس کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہوتی ہے یعنی اَنْتَ اس میں ایک لغت اَمِيْن بھی ہے بلا مد کے۔ اس میں اور بھی لغتیں ہیں۔

آجِلًا آجِلًا ضِدُّ عَاجِلًا۔ عموماً مفعول فیہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے جیسے اُكَلِّمُكَ آجِلًا یعنی فِيْ وَقْتٍ لَاحِقٍ (میں آپ سے آنے والے وقت میں گفتگو کروں گا) اور کبھی ظرفیت کے معنی سے علیحدہ ہو کر استعمال ہوتا ہے لہٰذا اس وقت حسب استعمال اعراب آتا ہے جیسے فَكِّرْ فِى الْعَاجِلِ وَاتْرُكِ الْآجِلَ (اُتْرُكْ کا مفعول ہے) (المعجم المفصل ص ۲ ج ۳)

اِتِّفَاقًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے بمعنی مُتَّفِقِيْنَ جیسے اَكَلْتُ الطَّعَامَ مع صديقي اِتِّفَاقًا (۲) مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے بمعنی اِتَّفَقَ اِتِّفَاقًا۔ (المعجم المفصل ص ۲۲ ج ۳)

اِجْمَاعًا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے مثلاً اَجْمَعُوْا عَلَى الرَّاْيِ اِجْمَاعًا۔

أخاكَ أخاكَ مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ مثلاً اِلزَمْ أخاكَ أخاكَ اور علامتِ مفعول الف ہے کیونکہ اسماءِ ستہ کی حالت نصبی الف کے ساتھ آتی ہے اور أخاك ثانی، أخاك اول کی تاکید ہے۔

أرأيتكَ ترکیب انشائی ہے۔ بمعنی أخبِرني مجازاً اور یہ ہمزہ، فعل اور كَ ضمیر سے مرکب ہے یعنی شروع میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور رأى بمعنی أبصَرَ یا عَلِمَ ہے اگر رأى بمعنی أبصَرَ ہو تو ایک مفعول بہ کو چاہے گا اور اگر بمعنی عَلِمَ ہو تو دو مفعول کو چاہے گا۔ کبھی أرأيتكَ کو بلا ہمزہ کے بھی پڑھتے ہیں یعنی أرَيتَكَ۔

بمعنی أبصر — مفعول — برائے استیناف

مثال أرأيتكَ أباكَ الغنی عن العلم

بمعنی علم — مفعول اول — جملہ ہو کر مفعول ثانی

أرأيتكَ بمعنی أخبِرني، أرأيتكُم بمعنی أخبِروني۔ المعجم المفصل ج ۱

الأسدَ الأسدَ اس کا معنی تحذیر ہے۔ اور مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ اور دوسرا الأسد، تاکید لفظی ہے۔

الآنَ وقتِ حاضر پر دلالت کرتا ہے اور مفعول فیہ ظرف زمان ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے جیسے حضرتُ الآنَ ونُعلنُ الآنَ أنكَ
کبھی اس پر حرف جار بھی داخل ہوتا ہے لہذا اس وقت مجرور ہوگا۔

المعجم المفصل ج ۱

أهلاً وسهلاً مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ اور فعل محذوف ہے۔ یعنی أتيتَ أهلاً ووطِئتَ سهلاً یا جئتَ أهلاً ونزلتَ مكاناً سهلاً۔

اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے۔ کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ الآیۃ پ۔ مرکب اضافی ہوکر مفعول فیہ ظرف زمان ہے۔

اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ جیسے بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ درأصل عِنْدَ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ ہے۔ مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کی جگہ رکھدیا گیا۔ لہٰذا منصوب بربنار ظرفیت ہے۔ یا منصوب بنزع الخافض ہے ای فی اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ۔ (المعجم المفصل ص۹۲)

اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ پ۲۳ أ ہمزہ استفہام۔ واؤ حرف عطف۔ لَمْ یَرَ فعل مجزوم اَلْاِنْسَانُ فاعل۔ دیکھئے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ص۲۴۸ پر۔

أَمَامًا ظرف مکان ہونیکی بنار پر منصوب ہوتا ہے جیسے جَلَسْتُ أَمَامًا۔

أَمَامَكَ ظرف مکان ہونیکی بنار پر منصوب ہوتا ہے بمعنی قُدَّام (سامنے) (۲) اسم فعل ہے ڈرانے، متنبہ کرنے اور توجہ دلانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یُقَالُ: أَمَامَكَ أَیْ اِحْذَرْ وَتَبَصَّرْ، اور فاعل حسب مخاطب ضمیر ہوگی لہٰذا أَمَامَكَ۔ أَمَامَكُمَا، أَمَامَكُمْ۔ أَمَامَكِ۔ أَمَامَكُمَا۔ أَمَامَكُنَّ۔ بہ صورت مستعمل ہے۔ (المعجم المفصل ص۷ ج۲)

اِلَیْكَ جار مجرور ہونا تو ظاہر ہی ہے (۲) اسم فعل ہے بمعنی امر، بِتَعَدْ عَنِّی، ضمیر مستتر أَنْتَ اس میں فاعل ہے اور بمعنی خُذْ بھی ہوتا ہے۔ جبکہ کوئی چیز پیش کر رہے ہوں۔ جیسے اِلَیْكَ الْاَمَانَةَ اَیْ خُذْهَا۔ (المعجم المفصل ص۲۵ ج۳)

اَلْبَتَّةَ مصدر ہے، بَتَّ یَبُتُّ فعل کا (ن۔ ض) اور الف لام اور بلا الف لام دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور فعل مقدر کا مفعول مطلق بنا ہے

جیسے: بَتَّ اَلْبَتَّةَ بمعنی قَطَعَ قَطْعًا وَجَزَمَ جَزْمًا۔ اور یہ لفظ محل یقین میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: شرح تہذیب میں ہے۔ سَوَاءَ الطَّرِیْقِ اَیْ وَسْطَهُ الَّذِیْ یُفْضِیْ سَالِکَهُ اِلَی الْمَطْلُوْبِ اَلْبَتَّةَ اور قاموس میں لکھا ہے لَا اَفْعَلُهُ اَلْبَتَّةَ میں یقیناً اس کام کو نہیں کروں گا اَلْبَتَّةَ کے ہمزہ کو بعض حضرات وصلی کہتے ہیں اور بعض قطعی۔ لیکن وصلی ہونا مطابق قیاس ہے کیونکہ ثلاثی مجرد کے مصدر پر ہمزہ وصلی ہوتا ہے نہ کہ قطعی

(الفوائد العجیبہ ص۱۶)

اَلْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ پ۲۹ اَلْحَاقَّةُ مبتدا، مَا اسم استفہام مبنی عَلَی السُّکُوْنِ مبتدا ثانی اَلْحَاقَّةُ خبر، مبتدا ثانی خبر سے مل کر جملہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا اول کی، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(تفسیر مظہری در بیان سورۃ الحاقہ)

اِلٰی مَ دراصل اِلٰی مَا تھا۔ اِلٰی حرف جار، مَا استفہامیہ اور الف کو دخول حرف جر کے بعد حذف کر دیا گیا۔ جار اپنے مجرور سے مل کر خبر مقدم مَا بَعْدَہٗ مبتدا مؤخر مزید وضاحت کے لئے دیکھئے عَمَّ۔

اَمَدًا (بمعنی مدت) ظرف زمان مفعول فیہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے جیسے۔ جَلَسْتُ فِی الْمَسْجِدِ اَمَدًا۔ (میں مسجد میں مدت تک بیٹھا)

اِزَاءَ محاذات و مقابل کے معنی میں آتا ہے جیسے۔ قُمْتُ اِزَاءَ الشَّجَرِ مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ (میں درخت کے سامنے کھڑا ہوا)

اَشْیَاءَ غیر منصرف ہے۔ لہذا حالت جری میں فتحہ کے ساتھ آتا ہے جیسے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ پ۷ ترکیب حسب استعمال ہوتی ہے۔ (المعجم المفصل ص۴۵)

أَصْلًا ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوتا ہے اور مقام نفی میں تاکید نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (الفوائد العجیبہ)

شرح جامی کے اندر اس کا استعمال ہوا ہے۔ لَا تَتَطَلَّقُ عَلَى الْحَرَكَةِ الْبِنَائِيَّةِ أَصْلًا أَيْ فِيْ أَيِّ حَالَةٍ۔ (بمعنی کبھی بھی، یعنی کسی بھی حالت میں)

أَصِيْلًا عصر ومغرب کے درمیان اصفرار شمس کا وقت، ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے زَارَنِيْ صَدِيْقِيْ أَصِيْلًا (عصر ومغرب کے درمیان میرے دوست نے مجھ سے ملاقات کی) اور أَصِيْلًا مشتق ہے الْأَصَالَةِ سے، شریف ہونا، عالی نسب ہونا۔ (المعجم المفصل ص۲۶ ج ۳)

أَثْنَاءَ وقت کے معنی میں آتا ہے۔ مفعول فیہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے أُطَالِعُ أَثْنَاءَ اللَّيْلِ (میں رات کے وقت مطالعہ کرتا ہوں) نیز ترکیب میں مجرور بھی بنتا ہے، جبکہ اس سے قبل جر دینے والا کلمہ موجود ہو۔

إِذَنْ إِذَنْ ابتدار کلام میں آتا ہے اور جواب وجزاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ دیکھئے حروف ناصبہ کا بیان، اور إذن حذف ہمزہ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ (المعجم الوسیط) اسی طرح "إذًا" بھی لکھدیا جاتا ہے۔ اور بحالت وقف نون کو الف سے بدل دیتے ہیں۔ اور جب اس کے بعد فعل مضارع نہ ہو اور یہ کلام سے مؤخر ہو تو یہ محض حرف بے عمل اس کا کچھ نہیں جیسے إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ۔ (المعجم المفصل ص۳۳ ج ۳) جب إِذَنْ اسم پر داخل ہو یا اس کے اور فعل مضارع کے درمیان کوئی فاصل آجائے۔ علاوہ لا، نافیہ یا قسم کے تو اس وقت اذن عمل نہیں کریگا إِذَنْ وَاللّٰهِ أَبْذِلَ كُلَّ طَاقَتِيْ۔ (المعجم المفصل ص۳۴ ج ۳)

أُفَّ اُفٍّ اسم فعل ہے۔ بمعنی أَتَضَجَّرُ (فعل مضارع) ضمیر اَنَا فاعل جیسے: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ. (پ۱۵) اور المعجم الوسیط میں لکھا ہے کہ یہ کلمہ تَضَجُّر وتکرُّہ ہے یعنی ناپسندیدہ امر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اسکی ہمزہ کو ضمہ وکسرہ دونوں دیا جا سکتا ہے نیز یہ تنوین اور بلا تنوین دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ (وفی معجم المفصل اَفَّ اُفِّ اسم فعل مضارع مبنیٌّ علی الکسر وفاعلہ ضمیر مستتر فیہ تقدیرہ انا۔ ص۱۳۲ ج۱) اُف اُف ایک کلمہ جو بوقت رنج وافسوس بولا جاتا ہے۔

إِخَالُ بمعنی اَظُنُّ ۔ اس وقت یہ دو مفعولوں کا تقاضہ کرے گا کیونکہ اَفعالِ قلوب دو مفعولوں کا تقاضہ کرتے ہیں۔ جیسے اِخَالُ المعرکۃ منتہیۃ. کبھی اُختال اور اُتباھی کے معنی میں بھی آتا ہے اور اس وقت یک مفعولی کی طرف متعدی ہوگا۔ (المعجم المفصل ص۲۹ ج۱) اختال: تکبر کرنا۔ اتباھی فخر کرنا۔

إِذْمَا کلمہ شرط ہے۔ مبنی علی السکون زمانہ مستقبل کے استغراق کے لئے آتا ہے اور شرط وجزا پر داخل ہوتا ہے جیسے اِذْمَا تَعْمَلْ تَقْتُلْ ترجمہ جب تو آئندہ جو کچھ کیا کرے گا ، بدلہ میں پائیگا۔ یا ظرف ہے متی کی طرح وَالجزمُ بِهَا قَلِیْلٌ۔ (معجم الوسیط ص۱۱)

إِذَامَا إِذَا شرطیہ ہے اور مَا زائدہ ہے۔ جیسے اِذَامَا بَدَتْ لِیْ حَاجَةٌ اَدْعُوْكَ. (المعجم المفصل ص۳۴ ج۱)

آنَاءَ رات کے اوقات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ واحد اِنًی ہے۔ جیسے اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ پ۲۳. مفعول فیہ ظرف زمان ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ (المعجم الوسیط)

آنِفًا مِنْ قَبْلُ اور اَوَّلُ هٰذِهِ السَّاعَةِ کے معنی میں ہوتا ہے اور ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے کَلَّمْتُكَ آنِفًا (میں نے آپ سے ابھی ابھی بات کی) اور کبھی حسب استعمال کبھی اعراب دیا جاتا ہے۔ جیسے

لِتَكْلَامِ الْأَنْفِ۔ (المعجم المفصل ص۲۷ ج ۳)

آهِ اسم فعل ہے بمعنی أَتَوَجَّعُ. مَبْنِيٌّ عَلَى حَرَكَةِ آخِرِهِ. اور فاعل کے اندر ضمیر أَنَا مستتر ہے۔ آهٍ آهْ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ معجم المفصل ص۲۱

أَبَابِيل اسم جمع ہے لا مفرد لہٗ اور جمع منتہی الجموع کے وزن پہ ہونیکی وجہ سے غیر منصرف ہے جیسے وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ پ۳۰ اس ترکیب میں أَبَابِيلَ طَيْرًا کی صفت بن رہا ہے۔ غول کے غول پرندے؛ مصباح اللغات. تفسیر مظہری میں ہے کہ ابابیل جمع ہے إبالة کی بمعنی گٹھا، مراد جماعت ہے اور کسائی کے نزدیک یہ ابول کی جمع ہے جیسے عجول کی جمع عجاجیل وقیل جمع إبل۔

أَبَتِ جیسے قرآن شریف کے اندر ہے. يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ پ۲۳. أَبَتِ منادیٰ منصوب ہے. اور تاء یاء متکلم کے عوض میں ہے کیونکہ دراصل یا أَبِي ہے اسکے اندر اور بھی تفصیل ہے (فَارْجِعْ إِلَى شرح جامی)

أَبُونَ أَبٌ کی جمع ہے اور جمع مذکر سالم کے ساتھ ملحق ہے، چنانچہ اسی کا اعراب دیا جاتا ہے۔

إِلَّا چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے استثناء (۲) برائے حصر جبکہ نفی کے بعد استثناء ہو اور اس کے بعد اعراب حسب استعمال ہوتا ہے۔ (۳) صفیہ بمعنی غَيْرُ جیسے. لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا کے اندر (۴) إِنْ اور لَا سے مرکب جبکہ اس کے بعد فعل مضارع مجزوم ہو. جیسے إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ الآية. (المعجم المفصل ص۹۵ ج ۳)

أَلْ برائے تعریف ہوتا ہے، یعنی نکرہ پر داخل ہو کر اس کو معرفہ بنا دیتا ہے۔
(۲) اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل ہو کر اسم موصول کے معنی میں ہوتا ہے

(۳) زائدہ جیسے اسمائے موصولات۔ اَلَّذِیْ۔ اَلَّتِیْ وغیرہ پر اور اعلام معروفہ پر جیسے اَللّٰاتَ وَالْعُزّٰی اور کبھی فعل مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے اور اس وقت موصولہ ہوگا جیسے مَا اَنْتَ[1] بِالْحَکَمِ التُّرْضٰی حُکُوْمَتُہٗ۔ اور یہ اسلوب قابلیت پر دلالت کی وجہ سے اختیار کیا جاتا ہے جیسے الیُوکل وہ شئی جو کھائے جانے کے قابل ہو۔ مزید تفصیل در بیان اسمار موصولات (۱) المعجم الوسیط

(۲) بحث الف لام۔

فائدہ: اَلْ میں جو ہمزہ ہے وہ وصلیہ ہے اور اس پر ہمیشہ فتحہ رہتا ہے

اِنَّمَا اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ (۲) کلمہ حصر۔

اِنْ اِنْ چار قسم کا ہوتا ہے (۱) شرطیہ جازمہ جیسے قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ۔ پ۳ اور اگر اِنْ ماضی پر داخل ہو تو لفظوں میں کوئی عمل نہیں کرے گا، جیسے۔ اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ (۲) نافیہ[2] جیسے اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ (۳) مخففہ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ جیسے وَاِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ مِنَ الْاَرْضِ۔ پ۱۵ (۴) زائدہ جیسے مَا اِنْ اَتَیْتُ بِشَیْئٍ اَنْتَ تَکْرَهُهٗ (میں جو کچھ بھی لاؤں تو اس کو برا سمجھتا ہے) کبھی اس سے پہلے مَا نافیہ۔ مَا مصدریہ اور مَا موصولہ زائد ہو جاتا ہے جیسے مَا اِنْ زَیْدٌ قَائِمٌ۔ سَاُحَارِبُ الْبَاطِلَ مَا اِنْ عِشْتُ۔ مَا مصدریہ۔ اور پہلی مثال میں مَا نافیہ۔ اور اَخَذْتُ مَا اِنْ ضَرَقَ میں مَا موصولہ ہے۔ (المعجم المفصل ص۷۶ ج۳)

---

[1] تو ایسا حکم بھی نہیں جس کا فیصلہ پسند کیا جاتے۔ (شرح شذور الذہب

[2] نافیہ کی شکل میں بمعنی مَا مشابہ بلیس ہوتا ہے لہٰذا لیس جیسا عمل کرے گا جیسے اِنِ امْرُءٌ مَیِّتًا بِانْقِضَاءِ حَیٰوتِہٖ۔

اور کبھی یہ لَا نافیہ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے جیسے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (المعجم الوسیط ۲۱)

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل (۲) حرف ایجاب بمعنی نَعَم۔ جیسے۔ هَلْ ذَهَبَ زَيْدٌ جواب ہوگا۔ اِنَّ یعنی نَعَم کبھی اِنَّہ ھاء سکتہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور اِنَّ ابتدار کلام میں آتا ہے۔

اَنْ چار قسم کا ہوتا ہے (۱) مصدریہ۔ اور یہ مضارع پر داخل ہو کر اس کو نصب دیتا ہے۔ جیسے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ اور ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے۔ مگر اس میں کوئی اثر نہیں کرتا جیسے مَا عَابَنِيْ اَنْ سَبَقَنِي الْجُهَّالُ [1] (۲) تفسیریہ۔ جبکہ دو جملوں کے درمیان میں آئے اور جملہ اوّل قول کے معنی میں ہو اور اس پر حرف جر داخل نہ ہو۔ جیسے: فَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ (۳) زائدہ [2] جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ (۴) مخففہ مِنَ الْمُثَقَّلَة۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ۔

اَنَّ (۱) حرف مشبہ بالفعل (۲) حرف مصدریہ۔ اور یہ ابتدار کلام میں نہیں آتا

اُمِّيِّيْن اُمّی کی جمع ہے۔ بمعنی (اَنْ پڑھ) مَنْسُوْبٌ اِلَى الْاُمِّ: اَصْلُ كُلِّ شَيْءٍ۔

أَللّٰهُ جیسے حضرت ضمام بن ثعلبہؓ کا نبی کریمؐ سے یہ سوال۔ آللّٰهُ اَمَرَكَ بِهٰذَا۔ (کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں کا حکم دیا ہے) دراصل ءَ اَللّٰهُ ہے۔ ہمزہ برائے استفہام ہے اور بقیہ ترکیب مبتدار اور خبر کی ہے۔

---

[1] اسی طرح سَرَّنِي اَنْ عُذْتَ۔ [2] المعجم المفصل میں لکھا ہے کہ اَنْ زائدہ لَمَّا کے بعد اور مقسم اور لَوْ کے درمیان واقع ہوتا ہے۔ (ص ۷۵ ج ۱)

اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ بعض لوگ جَلِّ بکسر اللام اور جَلَالَہٗ بفتح اللام پڑھتے ہیں یہ غلط ہے۔ صحیح لفظ جَلَّ بفتح اللّام ہے ماضی کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے بر وزن دَلَّ اور جَلَالُہٗ۔ بضم اللّام الثّانی ہے۔

ترکیب اَللّٰہُ ذوالحال جَلَّ فعل جَلَالُہٗ مرکب اضافی ہو کر فاعل فعل اپنے فاعل سے مل کر حال۔ ذوالحال اپنے حال سے مل کر ماقبل سے مل جائے گا یا مابعد سے۔

اَلَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ (وہ ذات کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے) اَلَّذِیْ اسم موصول نَفْسِیْ مرکب اضافی ہو کر مبتدا۔ بِیَدِہٖ ثَابِتٌ کے متعلق ہو کر خبر۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر صلہ اور پھر ماقبل سے حسب موقعہ جوڑ دیا جائے گا۔

اَللّٰہُ جَلَّ مَجْدُہٗ بعض لوگ جَلِّ مَجْدَہٗ پڑھتے ہیں یعنی جَلِّ بکسر اللام اور مَجْدَہٗ بفتح الدال یہ غلط ہے صحیح لفظ مَجْدُہٗ بضم الدّال ہے اس کی ترکیب اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرح ہے۔

اَللّٰہُ تَعَالٰی شَانُہٗ تَعَالٰی باب تفاعل سے ماضی کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شَانُہٗ بضم النّون اس کی ترکیب بھی اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ کی طرح ہی ہے۔

اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ وَعَمَّ نَوَالُہٗ جَلَّ جَلَالُہٗ جملہ ہو کر معطوف علیہ عَمَّ نَوَالُہٗ جملہ ہو کر معطوف معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر حال ہو جائے گا، اللہ ذوالحال سے بقیہ ترکیب

ماقبل میں گذرچکی۔ نَوَالُهُ بضمِّ اللام۔

اَللّٰهُ جَلَّ وَعَلٰی جَلَّ وَعَلٰی مرکب عطفی ہوکر حال ہو جائے گا۔ بقیہ ترکیب ماقبل کی طرح

اَطَالَ اللّٰهُ عُمْرَكَ اللہ تیری عمر دراز کرے۔ اَطَالَ فعل اَللّٰہ اس کا فاعل عُمْرَكَ مرکب اضافی ہوکر اس کا مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تمہارے اوپر ہر شر سے سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔ اَلسَّلَامُ معطوف علیہ واوٗ حرف عطف رَحْمَةُ اللّٰهِ مرکب اضافی ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا، عَلَيْكُمْ جار اپنے مجرور سے مل کر نَازِلَةٌ یا کسی اور فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوکر خبر یا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ جملہ ہوکر معطوف علیہ اور رَحْمَةُ اللّٰهِ مرکب اضافی ہوکر مبتدا اور خبر محذوف ہے یعنی عَلَيْكُمْ۔

اِذْ چند معانی کے لئے آتا ہے (۱) ظرف، اور اس وقت جملہ فعلیہ ماضی یا مستقبل یا جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، اور عموماً زمانہ ماضی کے لئے ظرف بنتا ہے جیسے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ اور اِذْ کبھی مفعول بہ بنتا ہے جیسے وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور کبھی مفعول بہ سے بدل بنتا ہے، جیسے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا اِذْ مریم سے بدلِ اشتمال ہے۔ (المعجم المفصل ص۳۰ ج ۳)

اور کبھی مضاف الیہ کے عوض میں اس پر تنوین داخل کردی جاتی ہے، اور اس پر

کسرہ دیا جاتا ہے، جیسے حِیْنَئِذٍ، یَوْمَئِذٍ (۲) حرف تعلیل ہے، جیسے ضَرَبْتُهٗ اِذْ اَسَاءَ (میں نے اس کی پٹائی کی کیونکہ اس نے برا کام کیا) اسی طرح وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الیومَ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنَّکُمْ فی العذابِ مُشْتَرِکُوْن (۳) حرف مفاجاۃ یعنی کسی بات کے اچانک پیش آنے پر دلالت کرتا ہے، اور کلمہ اِذْ جب بینا اور بینما کے بعد آئے تو مفاجات ہی کے لئے ہوگا، جیسے نفحۃ العرب میں ہے فَبَیْنَمَا الْعُسْرُ اِذْ دَارَتْ مَیَاسِیْرُ (چونکہ تنگی کے دوران اچانک گھومنے لگتے ہیں جوئے کے پاسے)

اذا (۱) مفاجاۃ کے لئے آتا ہے اور اس وقت یہ زمانۂ حال کے معنیٰ دے گا، جیسے خَرَجْتُ فاذا المَطَرُ اَیِ المَطَرُ شَدِیْدٌ گویا عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خَرَجْتُ فَفَاجَاءَنِی المَطَرُ۔ اِذَا مفاجات کا دخول جملہ اسمیہ پر ہی ہوگا اور اس کے بعد والے مبتدا کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے۔

(۲) برائے شرط وجزاء اور عموماً زمانہ مستقبل کیلئے آتا ہے جیسے یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ الخ کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے۔ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَهْوَاً انْفَضُّوا اِلَیْهَا الخ کبھی یہ فعل کے بجائے اسم پر داخل ہوگا۔ جیسے اذا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ۔ اِذَا کے بعد فعل محذوف ہے، اِذَا کُوِّرَتِ الشَّمْسُ، اذا ظرف ہونے کے ساتھ ساتھ شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے (شفاء الصدر) کبھی اِذَا غیر شرطیہ بھی ہوتا ہے جیسے وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ جب اذا فعل مضارع پر داخل ہوگا تو شرط وجزاء مرفوع ہوں گے جیسے وَاِذَا تُرَدُّ اِلٰی قَلِیْلٍ تَقْنَعُ۔ البتہ کبھی کبھی شعر میں جزم بھی دے دیا جاتا ہے جیسے واذا تُصِبْكَ خَصَاصَۃٌ فَتَجَمَّلْ۔ کبھی اذا بمعنی اَیْ ہوتا ہے جبکہ جملہ کے درمیان آئے اور اس کے بعد مخاطب کا صیغہ

ہو جیسے اِسْتَفسَرْتَ الدرسَ اذا سَألتَہٗ اعادَتہ ای سَألتَہٗ۔
(المعجم المفصل ص۵۷ ج۱، المعجم الوسیط ص۳۳)

اَمَا حرف تنبیہ ہے جیسے اَمَا واللہ انّ الحیاۃ کفاحٌ وجہادٌ۔
(۲) حرف عرض جیسے اَمَا تذھبُ معنا فتفوزَ بالمرتبۃ الاولیٰ۔
اس کے بعد فعل ہی واقع ہوگا (۳) بمعنی حقًّا جیسے اَمَا انّك مُنتصِرٌ۔
(المعجم المفصل ص۷۰)

اَمَّا حرف شرط ہے بناء بریں اس کے جواب میں فاء آئے گا جیسے اَمّا خالدٌ فمسافرٌ ای مہما یکن من شئ فخالدٌ مسافرٌ۔ خالدٌ مبتدا ہے اور مسافرٌ خبر۔ جب حذف اَمّا پر قرینہ ہوتو اس کو حذف کر دیا جائے گا، عمومًا امر و نہی کے بعد جیسے وربّك فکبّرْ اصل عبارت واَمّا ربّك فکبّر ہے۔ کبھی میم اول کو یاء سے بدل کر اَیْمَا پڑھتے ہیں (المعجم المفصل ص۳۴ ج۱)
اَمّا کی اصل کیا ہے دیکھئے باب المتفرقات میں۔

اِمَّا (۱) تفصیلیہ (الف) برائے تفصیل جیسے اِنّا ھدینٰہُ السّبیلَ اِمّا شاکرًا واِمّا کفورًا۔
(ب) برائے ابہام جیسے وآخرون مُرجَون لِاَمر اللہ اِمّا یُعذّبُھم واِمّا یتوبُ علیھم۔ (سورۂ نساء)
(ج) برائے شک جیسے سیُقابلُنی اِمّا خالدٌ واِمّا راشدٌ۔
(د) برائے اباحت جیسے اقطفْ اِمّا تُفّاحًا واِمّا رُمّانًا۔ (پھل چن چاہے سیب اور چاہے انار)
(ح) برائے تخییر جیسے اِمّا اَنْ تذھبَ اِلی المدرسۃ واِمّا اَنْ تذھبَ الی المعمل۔

(۲) شرطیہ مرکب ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ سے جیسے اِمَّا تَعْقِلْ تَسْعَدُ فی مستقبلك (اگر تو عقل رکھے گا تو مستقبل میں نیک بخت بنے گا) شرط وجزاء کی ترکیب ہوگی۔ سَعِدَ سَعَادَۃ (نیک بخت ہونا) المعجم المفصل ج ۳

اَمْسِ (۱) ظرف زمان جب کہ زمانہ پر دلالت کرے اور اس سے قبل تقدیر فِیْ صحیح ہو جیسے عُدتُ اَمْسِ من الخارج۔

(۲) حسب موقع اعراب دیا جاتا ہے جیسے اَلْاَمْسُ وَلّٰی بخیرہٖ وشرہٖ اس ترکیب میں اَلْاَمْسُ مبتدا ہے، اِنْقضیٰ الامسُ۔ الامسُ فاعل ہے۔

(المعجم المفصل صہ۴۳ ج ۳)

الاَوّلَ فالاَوّلَ جیسے قِفُوا فی الصف الاَوّلَ فَالاَوّلَ۔ الاَوّلَ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ فَاء عاطفہ ہے والاصلُ قِفُوا فی الصف اوّلَ فاوّلَ مرتبتین۔ (المعجم المفصل صہ۹۲ ج ۳)

اَیمُ اللّٰہ اصل اَیمُنُ اللّٰہ ہے کثرتِ استعمال کی بناء پر نون کو حذف کر دیا گیا۔ تخفیفاً۔ جیسے اَیمُ اللّٰہ[1] لَاَفُوْزَنَّ فی الامتحان مبتدا وخبر کی ترکیب ہوگی۔ ایم اللّٰہ مضاف۔ مضاف الیہ لَافُوْزَنَّ الخ خبر۔

آخِرَ (۱) حال ہوتا ہے جیسے جاء نی زید فی الترتیب آخِرًا۔

(۲) ظرف زمان جیسے زُرتُ والدی آخرَ النھار۔

(۳) حسب استعمال اعراب آتا ہے جیسے رَأیتُ الاٰخرَ۔

آخَر اسم تفضیل ہے غیر منصرف ہے بروزن اَفْعَلَ صفت مشبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، عاقل کے لئے استعمال ہوتا ہے جمع آخرون اور کبھی غیر عاقل کے لئے استعمال ہوتا ہے اس وقت اس کی جمع اَوَاخِر آئے گی۔

(المعجم المفصل صہ۱۱ ج ۳)

---

[1] اللہ کی قسم میں امتحان میں ضرور کامیاب ہوں گا۔

آدَمُ علمیت اور عجمہ یا وزن فعل کی بنا پر غیر منصرف ہے۔ آدم کی نسبت یا تو ادیم الارض کی طرف ہے کیونکہ آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں یا پھر وہ مشتق من الادمۃ ہے بمعنیٰ رنگ. آدم کی جمع اُدُم و آدام۔ (المعجم المفصل ص۱۲ ج ۲)

آنْ وقت کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے آرَاکَ آناً بعد آنٍ ای وقتاً بعد وقتٍ۔ اور حین کے معنیٰ میں بھی آتا ہے جیسے سَنَنْظُرُ الاَمْرَ آنَ تَرَوِّی ای حین تَرَوِّی۔ (آن) مفعول فیہ ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہے آنَئِذٍ اضافت کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے یومئذٍ کی طرح۔

(المعجم المفصل ص۱۲ ج ۲)

اَبَدَ بمعنیٰ دھر، یا زمان ممتد جس کے لئے انقطاع نہ ہو۔ جمع آباد و ابود۔ یہ لازم الاضافت ہے، ایسے اسم کیطرف جو اسکے ہم لفظ ہو جیسے سَاَبْقیٰ علی العہد ابدَ الابدین ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہے، اور کبھی ہم معنی اسم کیطرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے ابد الدھر اور کبھی ظرفیت سے خالی کر کے حسب موقع اعراب دیا جاتا ہے مثلاً الی الابدِ۔ (المعجم المفصل ص۱۹ ج ۲)

ابلیس اسم علم ہے مشتق من (بَلَسَ) فعل ای یئسَ غیر منصرف ہے قرآن میں ہے۔ وجنود ابلیس اجمعون۔ (بلس ض)

اِبْنُمُ اِبْن کے آخر میں میم کا اضافہ محض برائے مبالغہ ہے۔ تینوں حالتوں میں علیحدہ علیحدہ اعراب آئے گا۔ جاءنی ابنمُ رَأیتُ اِبْنَمًا مررت بِابْنِمٍ۔

اَجَلْ حروف ایجاب میں سے ہے بمعنیٰ نَعَمْ کلام مثبت کے بعد اثبات کا اور کلام منفی کے بعد نفی کا فائدہ دیتا ہے جیسے أ اَکَلْتَ؟ اَجَلْ ای اکلتُ۔ الم تسافر؟ اَجَلْ ای لَمْ اُسافر۔

(۲) اسم ہے بمعنی مدّت جب موقعہ اعراب دیا جاتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۲۵ ج۳)

آحَادَ واحد سے معدول ہے عدل اور وصفیت کی بناء پر غیر منصرف ہے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے جیسے دَخَلَ التلامیذُ الفصلَ آحادَ کبھی مکرر بھی استعمال ہوتا ہے اس شکل میں دوسرے آحاد کو بجائے حال کے تاکید پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۲۷ ج۳)

أحَقًّا جیسے اَحَقًّا اَنَّ صدیقَكَ مسافرٌ ای حَقَّ حقًّا۔
مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

أَدْرَاكَ جیسے مَا ادراكَ۔ مَا بمعنی اَیُّ شَیْئٍ مبتدا، اَدْرَاكَ خبر

إصْطِلَاحًا (۱) حال ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے جیسے القواعدُ اِصْطِلَاحًا ضبطُ الکلماتِ وفْقَ الاسس الصرفية وَالنَّحْوِيَّه (۲) حسب استعمال اعراب دیا جاتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۲۵ ج۳)

اَفَلَا جیسے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ۔
أ ہمزہ استفہام انکاری وتوبیخ فا استفہام۔ لَا برائے نفی۔
(المعجم المفصل ص۵۳ ج۳)

اَلَا دو قسم کا ہوتا ہے (۱) عاملہ (۲) غیر عاملہ۔

اَلا عاملہ مرکب ہے ہمزۂ استفہام اور لاء نافیہ سے یہ ہمزہ برائے توبیخ وانکار بھی ہوتا ہے اور حرف تمنّی بھی ہوتا ہے اس وقت جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہوگا جیسے اَلَا رَجُلَ فی الدار فیستقبلنا۔ الا برائے تمنا ہے۔ اور اَلا غیر عاملہ۔ برائے تنبیہ واستفہام بھی ہوتا ہے اور جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے اَلَا یومَ یاتیھم۔ لیس مَصْرُوفًا عنھم۔ اَلَا اِنَّھُمْ ھم المفسدون اور حرف عرض بھی ہوتا ہے۔ یعنی کسی شئ کو نرمی سے طلب کرنا جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ

اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ، اَلَا تَنْزِلُ بنا نتصیب خیرًا۔ اور حرف تحضیض جیسے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ۔ اَلَا تَتُوْبُ فَتَرْتَدَّ عَنْ غَيِّكَ۔

ترجمہ۔ تمہیں توبہ کر لینی چاہیئے اور اپنی شرارت سے باز آجانا چاہیئے۔

اور یہ جملہ فعلیہ پر ہی داخل ہوگا۔ (المعجم المنفصل صـ۵۹ ج ۳)

اَلَّا حرف تحضیض جملہ فعلیہ خبریہ پر داخل ہوگا فعل ظاہر ہو یا مضمر۔ جیسے اَلَّا اَنْجَزْتَ عَمَلَكَ۔ اَلَّا خَالِدًا سَاعَدْتَهُ۔ (۲) مرکب ہے اَنْ ناصب اور لَا نافیہ سے۔ اس وقت جملہ فعلیہ مضارع پر دخول ضروری ہے۔ جیسے اَرْجُوْا اَلَّا تَيْأَسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔

ب

بُكْرَةً جیسے: أَكَلْتُ الطَّعَامَ بُكْرَةً۔ بُكْرَةً بمعنیٰ اَوَّلُ النَّهَارِ وَاَوَّلُ الصُّبْحِ اِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ، منصوب بر بنائے مفعول فیہ زمانی (میں نے صبح سویرے کھانا کھایا) اور کبھی حسب استعمال اعراب آتا ہے۔ (المعجم المفصل صـ۱۱۹)

بِنَاءً جیسے: بِنَاءً عَلٰى مَا ذُكِرَ (ذکر کردہ پر بنا رو اعتماد کرتے ہوئے) مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ جیسے بُنِيَ بِنَاءً عَلَيْهِ۔ اور ہو سکتا ہے کہ مصدر بمعنی اسم مفعول مبتدا محذوف کی خبر ہو۔

اَیْ هٰذَا مَبْنِيٌّ عَلٰى مَا ذُكِرَ۔ اور کبھی مفعول لہٗ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے نَفَّذْتُ هٰذَا الْاَمْرَ بِنَاءً عَلٰى وَصِيَّتِكَ۔ (آپ کی وصیت کی بنا پر میں اس کام کو روبعمل لایا) (المعجم المفصل صـ۱۲۱ ج ۳)

بُعْدًا جیسے: بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ الآیۃ (لـ) مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اَبْعَدَهُمُ اللّٰهُ بُعْدًا۔ اور ہو سکتا ہے کہ تقدیر بَعُدَ بُعْدًا ہو (ظالموں کے لئے رحمت خداوندی سے دوری ہو) (بد دعا ہے)

کبھی بُعُدٌ کا استعمال ذُوْ کے ساتھ ہوتا ہے اس وقت بُعُد کے معنی گہرائی کے ہوتے ہیں. جیسے: اِنَّ الْاُسْتَاذَ لَذُوْ بُعُدٍ (یقیناً استاذ گہری فکر ونظر کے مالک ہیں) المعجم المفصل ص۱۱۸)

بَغْتَةً جیسے ۔ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً (سورۂ اعراف) حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (۲) مفعول مطلق بھی بن سکتا ہے ۔ اِیْ اِتْیَانَ بَغْتَةٍ معنی ہیں: اچانک کسی کام کا کرنا۔

بَخٍ بَخٍ اسم فعل بمعنٰی فعل مضارع اَسْتَحْسِنُ، بَخٍ مبنی علی الکسر ہے اور دوسرا بَخٍ تاکید اول ہے اس کلمہ کو کسی چیز سے خوش ہونے اور کسی چیز کو پسند کرنے کے وقت استعمال کیا جاتا ہے، اس کو تنہا بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور مکرر بھی. مزید وضاحت دربیان اسماء اصوات۔

بَعْدُ بَعْدُ کا مضاف ہونا ضروری ہے پھر اگر مضاف الیہ لفظوں میں ہو تو معرب ہوگا اور اس پر ماقبل عامل کے مطابق اعراب آئے گا. جیسے: مِنْ بَعْدِ ذالِكَ ۔ اور اگر مضاف الیہ محذوف ہو اور نیت میں ہو تو اس صورت میں مبنی علی الضم ہوگا جیسے: اَمَّا بَعْدُ اور اگر مضاف الیہ محذوف نَسْیًا مَنْسِیًا - ہو تو تب بھی معرب ہوگا جیسے شرح شذور الذہب میں ہے۔ وَنَحْنُ قَتَلْنَا الْاَسْدَ اَسْدَ خفیة. فما شربوا بعدًا علیٰ لذّة خمرًا۔

بَعْدًا معرب ہے ترجمہ ہم نے جھاڑی کے شیروں کو قتل کر دیا. پس وہ پھر مزے سے شراب نہ پی سکے۔

بَیْنَا دراصل بَیْنَ ہے الف زائد ہے. یہ ظرف زمان ہوتا ہے اور مفاجاۃ (اچانک) کا معنی دیتا ہے اور کلام کے آغاز میں آتا ہے۔

بَیْنَ بَیْنَ بَیْنَ بَیْنَ. یہ دونوں ایک ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں

اور دونوں جز مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں۔ یہ دو چیزوں کے درمیان توسط کو بتاتا ہے، جیسے یوں کہیں۔ هٰذا التُّفَّاحُ لَيْسَ بِاَحْمَرَ ولا بِاَصْفَرَ وَلٰكِنَّه بَيْنَ بَيْنَ (یہ سیب نہ تو مکمل سرخ ہے اور نہ ہی زرد بلکہ درمیانے رنگ کا ہے) بَيْنَ بَيْنَ لٰكِنَّ کی خبر ہے کبھی یہ ترکیب میں حال بھی بنتا ہے بمعنی مُتَوَسِّطًا وَمُعْتَدِلًا جیسے الشَّرحُ وَاضِحٌ بَيْنَ بَيْنَ کبھی یہ سوال کے جواب میں بولا جاتا ہے جیسے هَلِ الشَّرْحُ وَاضِحٌ؟ جواب ہوگا اِنَّهٗ بَيْنَ بَيْنَ۔

(المعجم المفصل ص۱۲۳ ج ۳ لہ)

بَيْنَمَا دراصل بَيْنَ ہے مَا کی زیادتی الف کی زیادتی کی طرح ہے۔ جیسے بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ دَخَلَ الاُسْتَاذُ فَوَقَفْنَا لَهٗ اِحْتِرَامًا۔

بِخِلَافِ جیسے: هٰذا بِخِلَافِ سِيْبَوَيْهِ (یہ بات سیبویہ کے خلاف ہے) باء زائدہ ہے اور ترکیب مبتداء اور خبر کی ہے۔ جیسے وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا کے اندر باء زائدہ ہے یا یوں کہیے هٰذا مبتدا اور بخلافِ سیبویہ ثَابِتٌ کے متعلق ہو کر خبر ہے (۲) خِلَاف باب مفاعلة کا اسم مصدر ہے بروزن فِعَال مثلاً قَاتَلَ مُقَاتَلَةً وَقِتَالًا۔ اور عبارت اس طرح ہوگی۔ هٰذا كَائِنٌ بِمُخَالَفَةِ كَذا۔ ترکیب ظاہر ہے۔ (الفوائد العجیبہ ص۲۱)

بَابًا بَابًا جیسے طَالَعْتُ المَجَلَّةَ بَابًا بَابًا۔ بَابًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے، اور دوسرا بابًا تاکید اول ہے۔ المجلۃ بمعنی رسالہ جب حال ترتیب کے لئے ہو تو اسکا مشتق ہونا ضروری نہیں۔ (المعجم المفصل ص۱۱۱ ج ۳)

لہ شرح شذور الذہب میں ایک مصرع ہے هُوَ يَسْقُطُ بَيْنَ بَيْنَ۔ دونوں کے مضاف الیہ کو حذف کردیا اور دونوں مبنی بر فتحہ ہیں۔ اصل تھی بين هؤلاء وبين هؤلاء۔

بَتًّا بَتَاتًا امر قطعی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے لَنْ اُخَالِفَ النظام بَتًّا اوبتاتًا۔ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اَبِتُّ بَتًّا۔ (المعجم المفصل ص۱۱۳ ج ۳)

بَجَلْ (۱) بمعنی نَعَمْ ہوتا ہے (۲) اسم ہے مترادف حسبُ کے جیسے بَجَلُكَ مَا تَقُولُ اى حَسْبُكَ مَا تقولُ جو آپ کہہ رہے ہیں وہ آپکو کافی ہے ترکیب ظاہر ہے۔ (المعجم المفصل ص۱۱۳ ج ۳)

بِعَيْنِهٖ جیسے جَاءَ اَرْشَدُ بِعَيْنِهٖ با ر برائے تاکید ہے دراصل جَاءَ اَرْشَدُ عينُه ہے (ارشد بذات خود آیا)

بَلْ (۱) برائے عطف (۲) برائے ابتداء جیسے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ اى بَلْ هُمْ عبادٌ مكرمُون۔

بَيَاتًا جیسے اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَاتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نائمون۔ بیاتا (رات کا وقت) مفعول فیہ زمانی ہے فعل مذکور کا۔ (المعجم المفصل ص۱۲۲ ج ۳)

ت

تَارَةً جیسے وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى بمعنی مَرَّةً مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے جمع تِيَرٌ و تِيَارٌ۔ (المعجم المفصل ص۱۲۶ ج ۳)

تِلْقَاءَ اسمٌ مِنَ اللِّقَاءِ۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ نیز ظرف اور جہت کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے جَلَسْتُ تِلْقَاءَ زَيْدٍ (میں زید کے سامنے بیٹھا) تِلْقَاءَ زَيْدٍ مفعول فیہ ہے

وَفِی التَّنْزِیْلِ الْعَزِیْزِ وَلَمَّا تَوَجَّہَ تِلْقَاءَ مَدْیَنَ۔ اَلْاٰیۃ۔ یَسُرُّنِیْ تِلْقَائُکَ (مجھ کو تیری ملاقات خوش کرتی ہے)

تَاللہِ تا حرف قسم، اللہ مجرور۔ تا قسمیہ صرف دو اسموں کیساتھ مل کر استعمال ہوتا ہے: اللہ اور رَبِّ جیسے تَاللہِ، تَرَبِّیْ۔ تَرَبِّ الْکَعْبَۃِ (اللہ کی قسم، میرے رب کی قسم، ربِّ کعبہ کی قسم

تَبًّا لَکَ تَبَّ یَتِبُّ کا مصدر ہے بمعنی ہلاکت۔ بد دعا کے لئے اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَہَبٍ وَتَبَّ۔ مصدر کو عام طور پر لام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جیسے تَبًّا لَہٗ ای ھلاکًا لَہٗ۔ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اس پر نصب ہے

تَرِبَتْ یَدَاكَ جملہ دعائیہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ (تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں) تَرِبَتْ فعل ماضی معروف واحد مؤنث غائب یَدَاكَ فاعل ہے اس کی اصل یدانِك ہے اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ کو گرادیا۔ یدَاكَ ہوگیا، اور چونکہ یَدٌ مؤنث سماعی ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے۔

تِلْكَ اسم اشارہ ہے برائے واحد مؤنث بعید اور کاف برائے خطاب ہے۔ اور تِلْکُمَا برائے تثنیہ مذکر و مؤنث، اور تِلْکُنَّ برائے جمع مؤنث اور تِلْکُمْ برائے جمع مذکر

تَعْسًا مشتق من التعس (ہلاکت) بد دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّھُمْ۔ تَعْسًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ای اَتْعَسَھُمُ اللہُ تعسا۔ تَعَسَ وَاَتْعَسَہٗ۔ ہلاک کرنا۔
(المعجم المفصل ص۱۲۵ ج۱)

تَرِبَ بَعْدَ اَنْ اَتْرَبَ وہ مالداری کے بعد محتاج ہوگیا۔ تَرِبَ تَرَبًا المکانُ بہت مٹی والا ہونا۔ الرجلُ محتاج ہونا۔ بَعْدَ اَنْ اَتْرَبَ مفعول فیہ ہے، تَرِبَ فعل کا۔

ث

ثَمَّ (مبنی بر فتحہ) مکانِ بعید کیطرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے بمعنی ھُناك جیسے اللہ کا قول ہے وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِیْنَ پارہ ۱۹ (اور نزدیک کردیا ہم نے اس جگہ دوسروں کو) اور گاہے اس کے آخر میں تا بھی لاحق کردی جاتی ہے۔ بولا جاتا ہے ثَمَّةَ جیسے شعر وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ۔ فَمَضَیْتُ ثَمَّةَ قُلْتُ لَا یَعْنِیْنِیْ۔ (اور جب میں ایسے کمینہ کے پاس سے گذرتا ہوں جو مجھے گالی دیتا ہے۔ تو میں اس جگہ یہ سوچ کر گذر جاتا ہوں کہ وہ مجھ کو مراد نہیں لے رہا ہے)

اور وقف کی حالت میں ثَمَّہ ہا کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ثَانِیْ (بفتح الیاء) اسم فاعل کا صیغہ ہے، ثَنٰی یَثْنِیْ سے، تکبر کرنے کے معنی میں، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ثَانِیَ عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ پ۱۷۔

ثُمَّ حرف عطف ہے جو ترتیب مع التراخی پر دلالت کرتا ہے جیسے وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ سَوّٰىهُ الخ پ۲۱۔ اور کبھی اس کے اوپر تا مفتوحہ لاحق کی جاتی ہے تو ثُمَّتَ کہا جاتا ہے۔

ثُبَاتٍ جمع ثُبَةٍ جماعت منفردہ وقد جاء فی القرآن الکریم

فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ اَوِانْفِرُوا جَمِيعًا حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ جمع مؤنث سالم ہے اور حالت نصبی، جری کے تابع ہے۔
(المعجم المفصل ص ١٤٦ ج ٣)

ج

جَمِيعًا جیسے۔ خَرَجْنَا جَمِيعًا۔ بمعنی مُجْتَمِعِيْنَ (ہم نکلے ایک ساتھ ہو کر) حال ہونیکی بنا پر منصوب ہے۔ (المعجم المفصل ص ١٥٤ ج ٣)

جَوَازًا مفعول مطلق ہونیکی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے۔ وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ جَوَازًا۔ یعنی حَذْفًا جَائِزًا۔ (اور کبھی فعل جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے) (شرح جامی، کافیہ)

جِدًّا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اَجِدُّ جِدًّا۔ (ن ض) نیز بَالِغَ الْاَمْرِ کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے هٰذَا رَجُلٌ عَالِمٌ جِدًّا (یہ بہت بڑا عالم مرد ہے) یعنی بَالِغٌ غَايَةَ الْعِلْمِ۔ وَمَا جِدٌ مُحْسِنٌ جِدًّا اى بَلَغَ الْغَايَةَ فِي الْاِحْسَانِ۔

جَزَاءً مکافاۃ کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول، فَلَهٗ جَزَاءَ نِ الْحُسْنٰى (پس اس کے لئے بدلے میں بھلائی ہے آخرت میں) مفعول لہٗ ہونیکی بنا پر منصوب ہے (٢) اعراب حسب استعمال آتا ہے۔ یعنی رفع نصب، و جر۔ (المعجم المفصل ص ١٤٧ ج ٣)

جَهْدًا اِنَّا لَا نَالُوا جَهْدًا مِّنْ اَجْلِ الْوُصُوْلِ اِلٰى اَهْدَافِنَا۔ جَهْدًا مفعول بہ ہونیکی بنا پر منصوب ہے۔ فعل نَالُوا سے۔ ترجمہ: یقیناً ہم اپنے مقصد تک پہونچنے کی کوشش کرنے میں لاپرواہی نہیں کرتے۔
(المعجم المفصل ص ١٥٥ ج ٣)

جَیِّدًا مفعول مطلق ہونیکی بنا پر منصوب ہوتا ہے اس جیسے قول میں۔ نَحْفِظُ الدرس جَیِّدًا۔ یعنی حِفظًا جَیِّدًا۔ (ہم لوگ سبق بہت اچھا یاد کرتے ہیں۔

جَاءَنِی زَیدٌ ترکیب ظاہر ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ فعل لازم کا مفعول بہ نہیں آتا۔ ایک جواب تو ص ۱۱۱ پر دیکھئے فعل کے بیان میں

(۲) جَاءَ فعل ماضی ناقص ہے بمعنی صَارَ جبکہ جاء سے پہلے مَا استفہامیہ ہو جیسے مَا جَاءَتْ قَضِیَّتُكَ۔

لہٰذا مَا اسم استفہام محل نصب میں ہے جاءَتْ کی خبر مقدم اور قَضِیَّتُكَ اسم۔ (المعجم المفصل ص ۱۴۷ ج ۳)

شعر: جراحاتُ السنانِ لہا التیامُ ؛ وَلَا یَلْتَامُ مَا جَرَحَ اللِّسانُ
چھری کا تیر تلوار کا تو گھاؤ بھرا لگا جو زخم زباں کا رہا ہمیشہ ہرا

جراحاتُ السنانِ۔ مبتدا۔ لہا متعلق ہو کر خبر مقدم التیامُ مبتدا مؤخر۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر خبر ہوئی مبتدا کی (جراحات الخ) واؤ عاطفہ۔ لا یلتام فعل۔ مَا موصولہ جَرَحَ اللِّسانُ جملہ ہو کر صلہ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو کر معطوف۔

جَمًّا کَثِیرًا کے معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں ہے وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔

جَمًّا صفت ہے حُبًّا کی اور کبھی حالیت کی بنا پر بھی منصوب ہوتا ہے جیسے جَاءَ النَّاسُ جَمًّا غَفِیرًا۔ (المعجم مفصل ص ۱۴۹ ج ۳)

جَمَاعَاتٍ جَمَاعَاتٍ جیسے جاءَنی طلابُ دارِ العلوم جماعاتٍ جماعاتٍ۔ جَمَاعَاتٍ حال ہونے کی

بنا پر منصوب ہے۔

جِهَارًا جیسے اَعْلَنَ رَأيَه جِهَارًا۔ جہارًا حالیت کی بنا پر منصوب ہے۔ وفی التنزیل العزیز ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا جِهَارًا دَعَوْتُ کی تُ ضمیر سے حال ہے۔ ای مُجَاهِرًا یا عبارت اس طرح ہے دُعَاءً جِهَارًا۔ (تفسیر حقانی)

جَهْرَةً جیسے حتی نری اللّٰهَ جَهْرَةً۔ حال ہونیکی بنا پر منصوب ہے۔ (المعجم المفصل ص۱۵۶ ج ۳)

ح

حَتْمًا مفعول مطلق ہونیکی بنا پر منصوب ہوتا ہے، تقدیر عبارت اَحْتِمُ حَتْمًا ہوگی یا جیسے حَتَمَ الحَاكِمُ حَتْمًا (ض) (حاکم نے یقینی حکم لگایا)

حِذَاءَ بمعنی مقابل جیسے دَارِی حِذَاءَ دَارِهٖ (میرا گھر اس کے گھر کے مقابل ہے) مفعول فیہ ظرف مکان ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ اور مبتدا کی خبر محذوف مثلاً مَوْجُوْدٌ سے اس کا تعلق ہے۔ بحذاء دخول حرف جار کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو مسند الیہ یا اسم مستقل کے طور پر استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوں گے "جوتا"

حَسْبُكَ دِرْهَمٌ حَسْبُكَ مرکب اضافی ہو کر مبتدا، اور درھمٌ خبر

حَقًّا بمعنی اَنْتَ مصيبك فی رَأيِكَ (تو اپنی رائے میں حق بجانب ہے) حَقًّا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے بمعنی اُحِقُّ حَقًّا۔

(۲) کبھی حسب استعمال مرفوع ومنصوب ومجرور ہوگا۔

حَبَّذَا زَیْدٌ اس کی بعض نحات نے یہ ترکیب کی ہے حبّذا مبتدا اور زَیْدٌ اس کی خبر مزید وضاحت در بیان افعال مدح و ذم۔

حَمْدًا جیسے حَمْدًا لِلّٰہِ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، یعنی اَحْمَدُہٗ یا حَمِدْتُ اللّٰہَ حَمْدًا

حَذَارِ اسم فعل ہے بمعنیٰ اِحْذَرْ امر (بچو)

حِیْنَئِذٍ دیکھئے یَوْمَئِذٍ۔

حَبْسًا جیسے حَبْسًا المجرمَ ای اِحْبِسْ حَبْسًا۔ حبسًا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ (المعجم المفصل ص۱۶۱ ج ۳)

حَتْفَ اَنْفِہٖ مثلاً مَاتَ زَیْدٌ حَتْفَ اَنْفِہٖ۔ حَتْفَ مفعول مطلق ہے تقدیر عبارت ہوگی مَاتَ مَوْتَ اَنْفِہٖ کبھی حالیت کی بناء پر بھی نصب آتا ہے مگر قول اوّل زیادہ صحیح ہے۔ (المعجم المفصل ص۱۶۱ ج ۳)

حُسُوْمًا جیسے سَخَّرَھَا عَلَیْھِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمَانِیَۃَ اَیَّامٍ حُسُوْمًا الآیۃ پ۲۹ حسومًا۔ حاسمٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَاھِدٌ کی جمع شُھُوْدٌ بمعنی متتابعات نیز ایک قول یہ بھی ہے کہ حُسُوْمًا مصدر ہے۔ لہٰذا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہوگا (یَحْسِمُ حُسُوْمًا) اور مفعول لہٗ بنانا بھی درست ہے۔ بمعنی القطع فی اللغۃ (مَعْنَاہُ فِی الْاٰیَۃِ التَّابِعُ) (تفسیر حقانی سورۃ الحاقہ)

حُرُمٌ یہ حَرَامٌ کی جمع ہے۔ بمعنی ایسی چیز جو قابل احترام ہو یا ایسا کام جس کا کرنا ممنوع ہو اسے عام طور پر کسی کی صفت بنا کر استعمال کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول مِنْھَا اَرْبَعَۃٌ حُرُمٌ کہ یہاں صفت بنا کر استعمال کیا گیا۔ یا جیسے اَلْبَیْتُ الْحَرَامُ کعبہ کے لئے اَلْبَلَدُ الْحَرَامُ مکہ مکرمہ کے لئے

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ چار قابل احترام مہینے۔ ذلیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں سے کسی ایک کے لئے کبھی اس کو بطریق قسم استعمال کرتے ہیں۔ جیسے حَرَامُ اللّٰهِ لَا اَفْعَلُ كَذَا اى يَمِينُ اللّٰهِ۔ (المعجم الوسیط۔ مصباح)

حَسِيبًا جیسے كَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا الآیۃ کفٰی کے فاعل سے حال واقع ہونے کیوجہ سے منصوب ہے حَسِيبًا بمعنٰی حَاسِبًا یا مُحَاسِبًا ہے یعنی حساب لینے والا۔ ترکیب واضح ہے۔

حَجًّا حج سے لوٹنے والوں کو کہیں حَجًّا مَبْرُوْرًا تقدیر عبارت حَجَجْتَ حَجًّا ہے۔ مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور مبرورًا حَجًّا کی صفت ہے۔ (المعجم المفصل ص۱۶۳ ج۳)

حِينًا جیسے اَرَاكَ حِينًا بَعْدَ حِينٍ۔ ظرف زمان ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

حَاشَ جیسے قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ۔ جلال الدین سیوطیؒ کے نزدیک یہ اسم ہے فعل و حرف نہیں کیونکہ بعض قرارت حَاشًا لِلّٰهِ تنوین کے ساتھ بھی ہے یہ کلمہ تنزیہ ہے بمعنی پاک ہے، دور ہے۔

اور ابن مسعودؓ کی قرارت حاشا اللہ اضافت کے ساتھ ہے جیسے سُبْحَانَ اللہ و معاذ اللہ۔

مبرد اور ابن جنی نے اس کو فعل سمجھا ہے اور فارسی کا بیان ہے کہ حاشا فعل ہے حشا سے بنا ہے۔

بو علی فسوی کہتے ہیں کہ حاش نہ اسم ہے نہ حرف، حرف تو اس لئے نہیں کہ حرف سے اس وقت تک حذف نہیں کر سکتے جب تک کہ مضاعف نہ ہو حالانکہ حاش اور حاشا دونوں استعمال ہوتا ہے اور اسم اس لئے نہیں کہ اس جیسے

اسم پر حرف جار داخل نہیں ہوتا۔ (لغات القرآن)

خ

خِلَافًا لِفُلَانٍ (۱) فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے جیسے شرح جامی کے اندر تنازع فعلان کی بحث میں خلافًا للکسائی استعمال ہوا ہے۔ یعنی خَالَفَ خِلَافًا۔ لِفُلَانٍ ثابتًا کے متعلق ہوکر خِلَافًا کی صفت ہے نہ کہ خِلَافًا کے متعلق۔ کیونکہ خالف لام کے ساتھ متعدی نہیں ہوتا، بلکہ متعدی بنفسہٖ ہوتا ہے (۲) خلافًا بمعنی مخالفًا ہوکر حال بھی واقع ہوسکتا ہے۔ اور اس صورت میں عامل اور ذوالحال دونوں اس سے پہلے مقدر ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی اَقُوْلُ ذٰلِكَ خِلَافًا لِفُلَانٍ (۳) کبھی مفعول لہٗ بھی واقع ہوتا ہے جیسے ما قال ذٰلِكَ الَّا خِلَافًا لنصيحة معلمه۔

(المعجم المفصل ص۱۸۲ ج ۳ فرائد عجیبہ ص۲۷)

خَاصَّةً جیسے کِلا وکِلتا للمثنیٰ خاصَّةً اگر مخصوصًا کے معنی میں ہو تو حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے اور اگر خُصُوصًا کے معنی میں ہو تو فعل محذوف کا مفعول مطلق ہوگا اور کبھی اسکے ساتھ واؤ بھی مقترن ہوتا ہے۔ جیسے اُحِبُّ المطالعةَ وخاصَّةً الفقهَ، میں مطالعہ سے رغبت رکھتا ہوں اور خاص طور سے فقہ سے) (المعجم المفصل ص۴۷۱ ج ۳)

خَارِجًا جیسے اِنْتَظَرْتُ رفيقي خارجًا۔ مفعول فیہ ظرف مکان ہونے کی بنا پر منصوب ہے انتظرتُ فعل کا۔

خَالِدًا حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے جیسے يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا

فیہا۔ بپ ﷺ (اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا درآں حالانکہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا)

خَشْيَةَ جیسے: لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ۔ مفعول لہٗ ہونے کی بناء پر منصوب ہے (اپنی اولاد کو ناداری کے ڈر سے قتل مت کرو)

د

دُوْنَكَ اسم فعل ہے بمعنی امر جیسے دُوْنَكَ الْقَلَمَ ای خُذِ الْقَلَمَ

(۲) دُوْنَكَ۔ دُوْنَ اور کاف ضمیر سے مرکب ہے اور اس وقت یہ ظرف مکان ہوگا اور منصوب ہوگا دُوْنَ اضداد میں سے ہے یعنی اس کے بہت سارے متضاد معانی ہیں جن کی تعیین مضاف الیہ کے اعتبار سے کی جائے گی. جیسے: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ میں دُوْنَ غَیْرَ کے معنیٰ میں ہے اور دون قدملك بساطٌ میں تَحْتَ (نیچے) کے معنیٰ میں ہے اور اَلسَّمَاءُ دُوْنَكَ میں فوق یعنی اوپر کے معنیٰ میں ہے اور جَلَسَ الوزیرُ دون الامیر میں خَلْفَ (پیچھے) کے معنیٰ میں ہے اور اَلْخَطِيْبُ دُوْنَكَ میں اَمام یعنی سامنے کے معنی میں ہے اور دون قتل الاسد اَهْوَالٌ میں قَبْلُ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے (شیر کے قتل سے پہلے بہت سی ہولناکیاں ہیں) کبھی یہ ڈرانے اور دھمکانے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ جیسے آقا غلام سے کہے دُوْنَكَ عِصْيَانِيْ (خبردار میری نافرمانی کے قریب مت آ)

دُوْنَمَا مرکب ہے دون ظرف اور مَا زائدہ سے۔

دَكًّا دَكًّا جیسے: دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔ ترکیب میں مفعول مطلق واقع

ہے تاکید لفظی کے ساتھ۔

دَامَتْ بَرَکَاتُہٗ (ہمیشہ رہیں ان کی برکتیں)
دَامَتْ فعل بَرَکَاتُہٗ مرکب اضافی ہوکر اس کا فاعل۔

دَامَتْ اَلْطَافُہٗ (ہمیشہ رہیں ان کی مہربانیاں) اس کی ترکیب دَامَتْ بَرَکَاتُہٗ کی طرح ہے۔

دَامَتْ فُیُوضُہٗ (ان کے فیضان ہمیشہ رہیں) اس کی ترکیب بھی پہلے جملہ کی طرح ہے۔

ذ

ذَاتَ نائب ظرف ہے، جب کہ یہ کسی اسم ظرف کی طرف مضاف ہو جیسے رَأیْتُہٗ ذَاتَ لَیْلَۃٍ (میں نے اس کو کسی رات دیکھا) جَلَسْتُ ذَاتَ الشمال (میں بائیں جانب بیٹھا) یا ایسے کلمہ کی طرف مضاف ہو جو معنیٰ ظرف کو متضمن ہو، جیسے کَلَّمْتُہٗ ذَاتَ مَرَّۃٍ (میں نے اس سے ایک دفعہ گفتگو کی) مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا۔ (المعجم المفصل ص۱۹۴ ج ۳)

ذَاتُ اسم بمعنیٰ والا۔ ذو کا مؤنث ہے۔ اس کا تثنیہ ذواتانِ ہے اور جمع ذوات، اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اعراب حسب موقعہ آتا ہے جیسے قَدِمَتْ ذَاتُ الجَمَال (جمال والی آئی) رئیتُ ذاتَ الجمالِ، مررتُ بذاتِ الجمالِ۔ مزید مثالیں مصباح اللغات اور معجم الوسیط میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ذواتا افنان میں ذواتا کا نون بوجہ اضافت گر گیا۔

(۲) اسم اشارہ ہے برائے مفرد مؤنث قریب مبنی علی الضم ہوگا جیسے ذَهَبَتْ ذاتُ الفتاۃُ۔ رئیتُ ذاتَ الفتاۃَ۔ (المعجم المفصل ص۱۹۵ ج ۳)

ر

رَاشِدًا جیسے مسافر سے کوئی کہے۔ رَاشِدًا ای سِرْ رَاشِدًا (سفر کر دراں حالیکہ ہدایت پانیوالا ہے) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

رَغَدًا جیسے وکُلَا مِنْهَا رَغَدًا مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی اَکْلًا رَغَدًا (س) خوشحال ہونا۔ ترجمہ:- کھاؤ تم دونوں اس سے بافراغت (۲) حال بھی بن سکتا ہے بمعنی هَانِئَيْنِ۔ هَنِئَ (س) الطعام (کھانے سے لطف اٹھانا) (المعجم المفصل ص۲۱۳ ج ۳)

رَغْمًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے رَاغِمَ رَغْمًا باب فتح سے ناپسند کرنا اور باب سمع سے ذلیل ہونا بولتے ہیں۔ رَغِمَ اَنْفِهٖ اَوْ رَغْمًا عنه تقدیر عبارت رَغِمَ رَغْمًا ہے۔

(المعجم المفصل ص۲۱۳ ج ۳)

رَعْيًا (۱) مفعول مطلق بنتا ہے فعل محذوف کا جیسے۔ رَعَاكَ اللّٰهُ رَعْيًا (اللہ تیری خوب حفاظت کرے) (۲) مفعول بہ بھی بن جاتا ہے جیسے اَسْأَلُ اللّٰهَ رعيًا لكم اى حِفْظًا لكم۔ (المعجم المفصل ص۲۱۳ ج ۳)

رويدك اسم فعل ہے بمعنی اَمْهِلْ جیسے رويدك خالدًا اى اَمْهِلْهُ (اس کو مہلت دے)

رَفْعًا وجَرًّا ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوتا ہے یعنی في حالة الرفع والجر۔

رُوَيْدًا (۱) مفعول مطلق ہے اپنے فعل کے قائم مقام، اور اس کے مابعد مفعول بہ ہے جیسے رُوَيْدًا خالدًا۔ فعل اَرْوِدْ محذوف ہے (۲) حال جبکہ

معرفہ کے بعد آئے جیسے خرج الطلاب رویدًا (۳) مصدر مذکور یا مقدر کی صفت جیسے سار الطلاب سَیرًا رُوَیدًا (طلبا آہستہ چلے) سار تلمیذٌ رویدًا کبھی بلا تنوین روید زیدٍ پڑھتے ہیں۔ مفعول مطلق بنے گا۔

(المعجم المفصل ص۲۱۵ ج ۳)

ز

زحفًا حال ہونیکی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: یا ایہا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفًا (زحفًا) بمعنٰی زاحفین (میدان جنگ۔ لشکر کثیر۔ گھمسان) باب فتح سے آہستہ آہستہ زانوں یا سرین پر گھسٹنا۔ الیہ چلنا۔

زمنًا۔ زمانًا جیسے عشت فی المہجر زمنًا۔ زمانًا۔

(ترجمہ:۔ میں نے مقام ہجرت میں ایک زمانہ زندگی گذاری) مفعول فیہ ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ (المعجم المفصل ص۲۲۱ ج ۳)

زِنَۃَ (۱) مصدر ہے فعل وَزَنَ کا۔ حسب استعمال اعراب آئے گا جیسے اشتریت زنۃ رطلٍ۔

(۲) بمعنٰی مقابل اور کنارہ جیسے وقف الصیادُ زنۃَ النہر۔ صیاد نہر کے کنارہ کھڑا ہوا۔

(المعجم المفصل ص۲۲۱ ج ۳)

س

سَوَاءٌ کَانَ کَذَا اَمْ کَذَا اس ترکیب میں نحویوں کا اختلاف ہے۔
صاحب مفصّل نے یہ ترکیب بیان کی ہے کہ سَوَاءٌ خبر مقدم ہے اور جو فعل اس کے بعد ہے وہ بتاویل مصدر مبتدا مؤخر ہے، جیسا کہ سَوَاءٌ عَلَیْہِمْ أَأَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ۔ کی ایک ترکیب یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ سواءٌ علیھم خبر مقدم اور أأنذرتھم بتاویل إنذار مبتدا مؤخر۔ شارح رضی فرماتے ہیں کہ سَوَاءٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی یعنی اصل کلام اس طرح ہے الامرانِ سواءٌ۔ سَوَاءٌ اسم مصدر ہے اور مصدر کی طرح اس کا بھی تثنیہ و جمع نہیں لایا جاتا۔ إلاّ أن یُقْصَدَ بہ الانواعُ۔ اور یہ جملہ دال بر جزا ہے اور اس کے بعد کا جملہ شرط ہے کیونکہ سَوَاءٌ کے بعد جو فعل مذکور ہوتا ہے وہ شرط کے معنٰی کو متضمن ہوتا ہے۔ جبکہ وہ فعل بغیر اَمْ اور ہمزہ کے استعمال ہو۔ اور اگر وہ فعل اَمْ اور ہمزہ کے ساتھ مستعمل ہو تو اَمْ اور ہمزہ کو استفہام کے معنٰی سے مجرد کرکے اِنْ شرطیہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے گویا عبارت اس طرح ہو گی اِنْ کان کذا ام کذا فالامرانِ سَوَاءٌ۔ (الفوائد العجیبہ ص۹)

(۲) سَوَاءٌ موصوف کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ۔

سَعْدَیْكَ موقع دعا میں استعمال ہوتا ہے یعنی اَسْعَدَكَ اللّٰہ (اللہ تیری مدد کرے) اور عموماً لَبَّیْكَ کے بعد آتا ہے جیسے لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ والخیرُ کُلُّہ بین یدیك۔ فعل محذوف کا مفعول مطلق بنتا ہے۔ سَعْدَیْك کو تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لئے تثنیہ لائے ہیں

بوجہ اضافت نون تثنیہ حذف کر دیا گیا۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے أَسْعَدَكَ اللّٰه اِسْعَادًا لك بَعْدَ اِسْعَادٍ۔ یا أُسْعِدُكَ نکالیے ترجمہ ہوگا میں آپ کی مدد کرتا ہوں بار بار۔

سَلَامًا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلَامًا۔ سَلَامًا: مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، بمعنی ذَكَرُوْا سَلَامًا۔ (۲) مفعولِ مطلق ہے بمعنی نُسَلِّمُ سَلَامًا۔ (المعجم المفصل ص۲۲۳ ج ۲)

سَاعَةً مفعول فیہ ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جبکہ اس سے قبل لفظ فِيْ مقدر مان سکتے ہوں جیسے۔ سَافَرْتُ السَّاعَةَ السَّادِسَةَ مَسَاءً۔ (میں نے شام کے وقت چھٹے گھنٹے میں سفر کیا) (۲) کبھی فاعل و مفعول بہ ہونے کی بنا پر اعراب دیا جاتا ہے۔

سِرًّا (۱) مصدر ہے بمعنی خُفْيَةً بر بنا رحال منصوب ہوگا وعند البعض مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۲۲۵ ج ۲)

سَلَامٌ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مبتدا و خبر کی ترکیب ہوگی۔ بوقت دعا یا بد دعا مبتدا کا نکرہ آنا صحیح ہے۔ اى سَلَامُ اللّٰهِ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (المعجم المفصل ص۲۲۹ ج ۲)

سَوِيًّا بمعنی کامل جیسے فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ سَوِيًّا صفت ہے بَشَرًا کی۔ (المعجم المفصل ص۲۳۵ ج ۲)

سُدًى حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے ذَهَبَتْ كُلُّ اَعْمَالِهِ سُدًى (اسکے تمام اعمال بیکار گئے) اى بِدُوْنِ فَائِدَةٍ واحد و جمع دونوں کے لئے برابر ہے بمعنی بے فائدہ، مہمل۔ (المعجم المفصل ص۲۲۸ ج ۲)

سُحْقًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونیکی بناء پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۲۹ ای بُعْدًا لہم من رحمۃ اللہ۔ سُحْقًا مصدر ہے (باب سمع سے) بمعنی دفع ہونا۔ دور ہونا اور باب (ک) سے۔ مصدر سَحَاقَة وسحوقة ہے اور قرآن شریف میں ہے اَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ پ۱۷ (دور جگہ) سحیق یہاں صفت واقع ہے مکان کی۔ مکرر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے سُحْقًا سُحْقًا! مقصود بددعا کرنا ہے۔

سَقْيًا لَكَ موقعہ دعاء میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سَقْيًا و رَعْيًا یعنی سَقَاكَ اللهُ سَقْيًا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوب سیراب کرے) اور مفعولِ مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور رَعْيًا کا عطف سَقْيًا پر ہے (المعجم المفصل ص۲۲۹ ج۳)

سَمَاعًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت سَمِعْتُ سَمَاعًا ہے (۲) حال بھی واقع ہوتا ہے جیسے تَنَاوَلْتُ الْخَيْرَ سَمَاعًا (میں نے خیر کو حاصل کیا سنکر)

سَمْعًا مفعول مطلق بھی واقع ہوتا ہے اور مفعول بہ بھی جیسے وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا۔ اور کہا جاتا ہے سَمْعًا و طَاعَةً ای اَسْمَعُ سَمْعًا وَاُطِيعُ طَاعَةً اس کلام سے مراد بات سننا اور اطاعت کرنے کو ظاہر کرنا ہے، اور اگر سَمْعٌ وَطَاعَةٌ پڑھیں تو عبارت ہوگی اَمْرِي سَمْعٌ وَطَاعَةٌ (میرا کام سننا اور ماننا ہے)

سُبْحَانَ مصدر ہے اور اپنے فعل کے قائم مقام ہوکر موقع دعاء میں استعمال ہوتا ہے جیسے سُبْحَانَ اللهِ یعنی اُسَبِّحُ سُبْحَانَ اللهِ (میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں) مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہوتا ہے (۲) سُبْحَانَ اللهِ

کبھی تعجب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ ماھٰذا الجمالُ الرَّائع ؟ (سبحان اللہ یہ کیسی تعجب خیز خوبصورتی ہے) کَلَامٌ رَائِعٌ ، خوشگوار کلام۔
(المعجم المفصل ص۲۲۶ ج ۳)

ش

شُکْرًا جیسے قرآن شریف میں ہے۔ اِعْمَلُوْا آلَ دَاوٗدَ شُکْرًا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اُشْکُرُوْا شُکْرًا۔ (۲) مفعول لہ ہے عبارت ہوگی اِعْمَلُوْا مِنْ اَجْلِ الشُّکْرِ۔ (۳) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے بمعنی شاکرین یعنی اِعْمَلُوْا شَاکِرِیْنَ۔ (المعجم المفصل ص۲۴۲ ج ۳)

شَیْئًا مفعول مطلق بنتا ہے جیسے فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا ای ضَرًّا شَیْئًا (وہ ہرگز اللہ کو تھوڑا سا بھی ضرر نہیں دے سکتا) (۲) حسب استعمال بھی اعراب دیا جاتا ہے۔

ص

صِدْقًا (۱) فعل محذوف کا مفعول مطلق بنتا ہے، کبھی براہِ راست جیسے : صِدْقًا مع الاھل یعنی اَصْدُقُ صِدْقًا مع الاھل (میں اپنے اہل کیساتھ نہایت سچ بات بولتا ہوں) (ن) اور کبھی موصوف کی صفت بن کر جیسے کَلَّمْتُہٗ صدقًا یعنی قَوْلًا صِدْقًا یا کلامًا صِدْقًا (میں نے اس سے سچ بات بولی (۲) کبھی حال اور تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَعَدْلًا۔
(المعجم المفصل ص۲۴۹ ج ۳)

صَبْرًا فعل محذوف کا مفعولِ مطلق ہے، جیسے صَبْرًا جَمِیْلًا۔ یعنی اِصْبِرُوْا صَبْرًا جَمِیْلًا۔

صَبَاحًا مُبَكِّرًا مفعول فیہ ہونے کی بنار پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے۔ شَرِبْتُ الشَّایَ صَبَاحًا مُبَكِّرًا (میں نے صبح سویرے چائے پی) صَبَاحًا۔ اس وقت مفعول فیہ ظرف زمان بنے گا جبکہ اس سے قبل فِیْ مقدر ماننا صحیح ہو ورنہ بقیہ اسمار کی طرح اعراب آئے گا۔

(المعجم المفصّل ص۲۴۷ ج ۳)

صُمٌّ جیسے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ هُمْ مبتدار محذوف ہے اور صُمٌّ خبر ہے (وہ لوگ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں)

ض

ضَاحِيَةً جیسے قَتَلَ الْمُسْلِمُ الْحَرْبِيَّ ضَاحِيَةً ای علانیۃً (مسلمان نے حربی کافر کو علانیہ طور پر قتل کر دیا) ضَاحِيَةً اپنے ما قبل فعل کی ضمیر سے حال واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔

ضُحًی مفعول فیہ ظرف زمان ہونیکی وجہ سے منصوب ہے، معنی ہیں سورج کی روشنی۔ دن چڑھنے کا وقت یا چاشت کا وقت جیسے ذھبتُ الی الفصل ضحًی۔ (المعجم المفصل ص۲۵۳ ج ۳)

(۲) مستقل اسم ہے حسب استعمال اعراب دیا جاتا ہے۔ جیسے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۔

ط

طَوْعًا (۱) کبھی حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے، بمعنی طَائِعًا (۲) کبھی مفعول مطلق بنتا ہے جیسے وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ أَسْلَمَ بمعنی أَطَاعَ ہے اور طَوْعًا اس کا مفعول مطلق ہے۔ طَوْعًا (ن) (فرمانبردار ہونا) طَوْعًا وَكَرْهًا (خوشی اور ناخوشی سے) (المعجم المفصل ص۲۶۵ ج ۳)

طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا طَابَ فعل زَيْدٌ ممیز اور نَفْسًا بربنائے تمیز منصوب ہے ممیز اپنی تمیز سے مل کر فاعل۔ (زید ذات کے اعتبار سے شریف آدمی ہے)

طَاعَةٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے، یعنی أَمْرُكَ طَاعَةٌ (آپ کا حکم قابل اطاعت ہے) یا مبتدا، محذوف الخبر ہے۔ یعنی طَاعَةٌ عِنْدِي (میرے نزدیک تو آپ کی اطاعت ضروری ہے) (المعجم المفصل ص۲۶۲ ج ۳)

طَاعَةً فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ أَيْ أَطَاعَ إِطَاعَةً وَطَاعَةً (فرمانبردار ہونا)

طَالَ عُمْرُكَ (تیری عمر دراز ہو) طَالَ فعل عُمْرُكَ مرکب اضافی ہو کر اس کا فاعل۔

طَالَمَا مرکب ہے طَالَ بمعنی إِمْتَدَّ فعل ماضی اور مَا حرفیہ زائدہ سے۔ جس نے آکر اس فعل کو عمل سے روک دیا چنانچہ یہ فاعل کا تقاضا کبھی نہیں کرے گا گویا یہ خود ہی فاعل کا عوض بن گیا۔ جیسے طَالَمَا سَعَيْتُ لِلنَّجَاحِ۔ کامیابی کے لئے میں نے بہتیری کوشش کی۔ اسی طرح ہے قَلَّمَا (المعجم المفصل ص۲۶۳ ج ۳)

طَالَ مَا طَالَ فعل ماضی اور مَا مصدریہ ہے جو اپنے مابعد فعل کو مصدر کی تاویل میں کر دے گا۔ جیسے طَالَ مَا اشْتَقْتُ اِلَیْكَ یعنی طَالَ اِشْتِیَاقِی اِلَیْكَ (آپ کی جانب میرا اشتیاق ملاقات طویل ہو گیا)

طَوِیْلًا جیسے اِنْتَظَرْتُكَ طَوِیْلًا ای وَقْتًا طَوِیْلًا۔ مفعول فیہ ظرف زمان ہے (میں نے کافی دیر تیرا انتظار کیا) (۲) اِنْتِظَارًا طَوِیْلًا کی شکل میں مفعول مطلق ہے۔ (المعجم المفصل ص ۲۶۶ ج ۳)

ظ

ظَنًّا مِنِّیْ جیسے ظَنًّا مِنِّیْ اَنَّكَ هُنَاكَ (میرا گمان ہے کہ آپ وہاں تھے) ظَنًّا منصوب بنزع الخافض ہے اور خبر محذوف یعنی مَوْجُوْدٌ کے متعلق ہے اور اَنَّكَ هُنَاكَ مبتدا مؤخر ہے محل رفع میں ہے

ظَهْرَانَیْهِمْ یہ لفظ تثنیہ کے ساتھ ملحق ہے جیسے: هُوَ دَائِمًا بَیْنَ ظَهْرَانَیْهِمْ ای فی وسطهم بَیْنَ مفعول فیہ ہو کر هُوَ کی خبر بنے گا۔ (المعجم المفصل ص ۲۷ ج ۳) (وہ ہمیشہ ان کے بیچ میں رہتا ہے)

ع

عِوَضًا (ن) جیسے حَضَرَ زَیْدٌ بْنُ الْفَضْلِ عِوَضًا عَنْ اَخِیْهِ اَرْشَدَ: عِوَضًا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اَعَاضَ عِوَضًا۔ (بدلہ دینا) (المعجم المفصل ص ۲۹۶ ج ۳)

عَلٰی اَنَّا نَقُوْلُ جواب کے موقعہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ اس کے بعد قوی جواب ہو اس جواب سے جو اس کے ماقبل مذکور ہو چکا

ہو اور اس علیٰ کو علاوہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ یہ علیٰ جارہ ہے اور یہ ماقبل مذکور کے متعلق ہوتا ہے۔ اور کبھی اضراب کے لئے اور کبھی اِستِدراک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ ابن حاجبؒ کے نزدیک یہ علیٰ مابعد سے مل کر خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ لہٰذا عبارت ہوگی۔ والتحقیقُ علیٰ اَنّا نقولُ۔
(الفوائد العجیبہ)

عَجَبًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونیکی بناء پر منصوب ہوتا ہے جیسے عَجَبًا لأمرِالمؤمن۔ (الحدیث) ای اَعْجَبُ عجبًا۔ (ص ۹۰)

عَلَيْكَ اسم فعل ہے بمعنی اَلْزِمْ اور ضمیر مستتر اَنْتَ فاعل ہے اور عَلَيْكَ کے اندر تصرف ہوتا رہتا ہے۔ جیسے عَلَيْكَ، علیکما، علیکم، عَلَيْكِ، علیکما، علیکنّ۔ عَلَيْكَ کے بعد مفعول ہوگا جیسے عَلَيْكَ الصَّلَاةَ اور کبھی مفعول بہ پر بازائدہ بھی داخل ہوجاتی ہے۔ جیسے عَلَيْكَ بالحِلْمِ (بردباری لازم پکڑ لے) (۲) عَلَيْكَ جار مجرور ہو کر متعلق ہوتا ہے، جیسے اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔ (المعجم المفصل ص۲۹ ج ۳)

علیٰحِدَةٍ علیٰ حرف جار ہے حِدَةٍ مجرور علیٰ حِدَةٍ: حِدَةٌ مصدر ہے وَحَدَ یَحِدُ سے کہا جاتا ہے بقی علیٰ حدتہ (وہ تنہا باقی رہ گیا) وفعلہ علیٰ ذات حدتہ (اس نے اس کو خود بخود بغیر کسی کی مدد و رائے کے کیا)

عِنْدَمَا یہ لفظ مرکب ہے، عِنْدَ ظرف زمان اور مَا حرف مصدر سے عند مضاف اور اس کے بعد والا جملہ بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ۔ زمان کی طرف اضافت کی شکل میں یہ ظرف زمان ہے ورنہ ظرف مکان جیسے عندی اخبارٌ اور یہ کبھی حکم و ظن کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔ جیسے ھذا عندی (یہ میرے گمان کے مطابق ہے) اور یہ ظرفیت کی بناء پر

منصوب ہوتا ہے اور کبھی صرف دخول مِن کی بناء پر مجرور ہوتا ہے۔ جیسے: سَاَخْرُجُ مِنْ عندك۔

عَوْضُ برائے ظرف ہے اور مستقبل منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے لا اَذْهَبُ الی بیتك عوضُ (میں تمہارے گھر کبھی نہیں جاؤں گا) عَوْضُ اگر اضافت کے ساتھ استعمال ہو تو معرب ہے اور اگر بلا اضافت کے استعمال ہو تو مبنی ہے، مبنی علی الضم بھی ہوتا ہے جیسے قَبْلُ اور مبنی علی الفتح بھی جیسے اَیْنَ، اور مبنی علی الکسر بھی جیسے اَمْسِ اور کبھی استغراق ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے ما رئیتُ مثلَه عوضُ (میں نے اس جیسا کبھی نہیں دیکھا)

(المعجم الوسیط ص ۶۳۷)

عَمَّ جیسے عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ دراصل عَنْ مَا تھا نون کو میم سے بدل کر میم کا میم میں ادغام کر دیا عَمَّا بنا۔ پھر مَا کے الف کو آخر سے گرا دیا۔ کیونکہ چند حروف جارہ کے بعد مَا کے الف کو وجوبًا حذف کر دیتے ہیں اور وہ حروف یہ ہیں۔ حتّٰی، عن، لام، فِی، علیٰ، اِلیٰ اور با جیسے فَنٰظِرَةٌ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ، فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذکراها، لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ یا ابا القاسم حتّام تَلْهُوْ وتَلْعَبُ، وَاِلامَ تَرُوْحُ فِی التَّمَاسِ الْغِنٰی وتَغْدُوْ، هٰکذا حتّامَ اَصْبِرُ علی اهمالك۔

اسی طرح عَلَامَ۔ کبھی شعر میں میم کو ساکن بھی کر دیتے ہیں جیسے یا ابا الاسود لِمْ خَلَّفْتَنِی لهموم طارقاتٍ وذکر: لیکن جب مَا استفہامیہ کے ساتھ ذا ملایا جائے تو پھر الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

عَنْ آخِرِهِمْ جیسے قول کشاف ہے وقد عجزوا عن آخرهم سید شریف قدس سرہ نے فرمایا کہ عن آخرهم مصدر

محذوف کی صفت ہے یعنی وقد عَجَزُ واعِجزًا صَادِرًا عَنْ آخرِهِمْ عجز میں شمولیت کیطرف اشارہ ہے کہ عجز اُن کے آخر سے بھی صادر ہوا جس طرح ان کے اول سے صادر ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اول سے آخر تک سب عاجز رہے۔ وقیل عجزا متجاوزًا عن آخرهِمْ۔ مگر چونکہ تجاوز کا استعمال جب عَنْ کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ بمعنی عفو ہوتا ہے نہ کہ تعدی اس لئے یہ تقدیر عبارت درست نہیں۔ (الفوائد العجیبہ ص۲۱)

عَاجِلًا (۱) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے عُدتُّ مِنَ البَیْتِ اِلیٰ دارالعلوم عَاجِلًا (میں گھر سے دارالعلوم بحالتِ عجلت یعنی جلدی سے لوٹا)

(۲) کبھی مفعول فیہ یعنی نائب ظرف زمان بنتا ہے۔ (۳) کبھی ظرفیت کے معنی سے خالی کر کے حسب استعمال اعراب دیا جاتا ہے۔ جیسے طَلَبْتُ العاجِلَ وترکتُ الآجِلَ۔ (المعجم المفصل ص۲۸۱ ج۲ بتغیر الفاظ)

عَشِیَّةً جیسے۔ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰھَا۔ عَشِیَّةً مفعول فیہ ظرف زمان ہے۔

عِیَانًا جیسے رئیتُ اللصّ عِیانًا۔ مفعول مطلق واقع ہے ای رویةً عِیانًا۔ (۲) مشتق کی تاویل میں کر کے حال بھی بناتے ہیں۔ یعنی مُعَایِنًا۔

(المعجم المفصل ص۳۹۶ ج۲)

غ

غَالِبًا (۱) منصوب بنزع الخافض ہے جیسے یُسَافِرُ أخی غَالِبًا یَوْمَ الخَمِیْس یعنی فِی الاغْلب۔ ترجمہ:۔ میرے بھائی صاحب عموماً جمعرات کے دن سفر کرتے ہیں۔
(۲) مفعول فیہ ظرف زمان کی تاویل میں ہے جیسے أَزُوْرُ أُسْتَاذِی یَوْم الخمیس غَالِبًا ای فِی غَالِب الأَوْقَاتِ (میں اکثر جمعرات کے دن اپنے استاذ سے ملاقات کرتا ہوں)

غُفْرَانَكَ مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی أَطْلُبُ غُفْرَانَكَ، نَسْأَلُكَ غُفْرَانَكَ (ہم آپ سے آپ کی بخشش کی درخواست کرتے ہیں) اور مفعول مطلق بھی بن سکتا ہے یعنی اِغْفِرْ غُفْرَانَكَ۔

غَیْرُ (۱) اسم بمعنی إلَّا جیسے جَاءَنِی القَوْمُ غَیْرَ زَیْدٍ ای اِلَّا زَیْدًا مستثنیٰ بالّا کا اعراب خود غَیْر پر آجائے گا اور ما بعد بربنائے مضاف الیہ مجرور ہوگا۔ (۲) مستقل اسم ہوتا ہے بمعنی سویٰ جیسے مررتُ بغیرِكَ ای بِسِوَاكَ اور (۳) لَیْسَ کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے کلامُكَ غیرُ مفهومٍ ای لَیْسَ بمفهومٍ، لہٰذا حسب عامل اعراب آئے گا۔

ف

فَصَاعِدًا جیسے قولِ ملّا جامی ہے " لَایَقَعُ اِلَّا عَلَی الثَّلٰثِ فَصَاعِدًا۔"
(۱) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے فَا عاطفہ ہے معطوف علیہ، عامل، اور ذوالحال تینوں مقدر ہیں یعنی أُذْکُرُ العَدَدَ نَازِلًا فَصَاعِدًا (۲) کبھی صفت مصدر کے قائم مقام ہو جاتی ہے جیسے قُمْ قَائِمًا میں قَائِمًا قِیَامًا کی جگہ

میں واقع ہے ممکن ہے کہ فصاعِدًا بھی اسی قبیل سے ہو لہٰذا اس وقت یہ مفعول مطلق بنے گا یعنی اِصْعَدْ فصاعِدًا (س) چڑھنا، اس صورت میں فا زائدہ ہے

فَضْلًا یہ لفظ ادنیٰ اور اعلیٰ کے درمیانی نفی کے تحت واقع ہوتا ہے تاکہ ادنیٰ کی نفی پر تنبیہ ہو جائے اور اعلیٰ کی نفی کا محال ہونا مستبعد ہو جائے۔ یعنی اس لفظ کے ذریعہ ادنیٰ کی نفی سے اعلیٰ کی نفی دلالۃً بتانی ہوتی ہے۔ جیسے فلانٌ لَایَمْلِكُ درهمًا فضلًا عن دينارٍ۔ فلاں شخص کی ملکیت میں ایک درہم بھی نہیں چہ جائیکہ دینار ہو اور یہ فعل مقدر سے مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ حال ہونے کی بنار پر منصوب ہوتا ہے مثلاً مثال مذکورہ میں درهمًا سے حال ہے اور درهمًا ذوالحال نکرہ مخصصہ ہے بوجہ تحت النفیِ داخل ہونے کے، کبھی یہ فضیلت بتانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اس وقت یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق بنے گا۔ جیسے فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ اور حسب استعمال بھی اعراب دیا جاتا ہے، جیسے قرآن شریف میں ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ (الفوائد العجیبہ ص۱۷)

فقط اس کے تین احوال ہیں (۱) اسم ظرف ماضی منفی کے استغراق کے لئے، اور یہ قاف کے فتحہ اور طار کی تشدید کے ساتھ ہے، اور طار پر ضمہ، جیسے: مارأيتُهُ قَطُّ (میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا)

ما قالَ لا قطُّ اِلَّا فی تشهدهٖ ÷ لولا التشهدُ كانت لاءه نعمُ

یہ شعر حضورؐ کی شان میں ہے۔

(۲) قَطْ بمعنی حَسْبُ ای کافی اور یہ قاف کے فتحہ اور طار کے سکون

کے ساتھ ہے۔ (۳) اسم فعل، بمعنی یَکْفِی۔ اس شکل میں نون وقایہ بھی زیادہ کیا جا سکتا ہے یا رمتکلم کے ساتھ جیسے قَطْنِی ای کفانی قَطْكَ ای کفاك اس میں اور بھی تفصیلات ہیں۔ مثلاً۔ علامہ تفتازانیؒ نے قَطْ کو اسم فعل بمعنی إنْتَهِ کہا ہے جیسے حروفٌ تَجُرُّ الاسمَ فَقَطْ ای إنْ کانَ الامرُ کذالك فانْتَهِ عن غیرہٖ۔

اور فاء کے بارے میں تین قول ہیں (۱) زائدہ برائے تحسین کلام وھو مسلك ابن ھشام۔ (۲) عاطفہ کما ذھب الیہ العلامۃ الدمامینی مثلاً اخذتُ درھمًا فقط ای فاکتفیتُ بہٖ۔ (۳) جزائیہ کما ذھب الیہ المحقق التفتازانی۔ (ماخوذ از الفوائد العجیبہ ص۱۴ المعجم الوسیط)

فَسَافِلًا فاء زائدہ ہے برائے تحسین کلام اور سَافِلًا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے جیسے اھبطْ مکانكَ فسافِلًا (اپنے مقام پر حقارت کے ساتھ چلے جاؤ)

سفَل (ن۔س۔ك) (سُفولًا وسَفالًا) پست ہونا، نیچا ہونا، حقیر ہونا صفت سَافِلٌ ہے۔ سَفُلَ فی عِلمہ اوخُلقتہٖ، ادنیٰ ہونا۔ سفولًا فی الشیٔ۔ نیچے اترنا۔

فَصَبْرٌ جَمِیلٌ ای عندی صبرٌ جمیلٌ۔ صَبْرٌ جَمِیلٌ مرکب توصیفی ہوکر مبتدا مؤخر ہے اور عندی خبر مقدم، یا عبارت اس طرح ہے صَبْرِی صبرٌ جمیلٌ۔ صَبْرِی مبتدا ہے اور صبرٌ جَمِیلٌ خبر۔ (المعجم المفصل ص۲۱۰ ج۳)

فَوْرًا جیسے عادَ زیدٌ فورًا (زید بغیر تاخیر کے لوٹ آیا) فورًا اسم منصوب بنزع الخافض ہے۔ تقدیر مِن فورِہٖ ہے بعض کہتے ہیں کہ حال ہونیکی بناء پر

منصوب ہوتا ہے۔ فوراً مصدر ہے۔

فَبِهَا وَاِلَّا فَلَا با جارہ اور ھا ضمیر مجرور، جس کا مرجع ماقبل کا مضمون جملہ ہے جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر ہوا فعل محذوف کا تقدیر عبارت ہوگی۔ اِنْ كَانَتِ الْاَمْرُ كَذَالِكَ فَخُذْ بِهَا وَاِنْ لَمْ يَكُنِ الْاَمْرُ كَذَالِكَ فَلَا تَأْخُذْ۔

ق

قَدْ عَجَزُوا عَنْ اٰخِرِهِمْ عَنْ آخرهم ظرف مستقر ہوکر عجزوا کا مفعول مطلق ہے باعتبار حذف موصوف کے تقدیر عبارت ہوگی قَدْ عَجَزُوا عِجْزًا صَادِرًا عَنْ آخِرِهِمْ (کنایہ شمول سے ہے) باب "ضرب وسمع" ہے۔ ترجمہ وہ لوگ اول سے آخر تک سب عاجز رہ گئے کیونکہ عجز جب آخر الناس تک پہونچ گیا ہے تو اوّل الناس سے ضرور صادر ہوگیا ہے۔ اس ترکیب میں نحات کے اور بھی اقوال ہیں۔

(الفوائد العجیبہ صلا۲)

قَلِيْلًا مفعول فیہ زمانی ہے جیسے نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ای زَمَانًا قَلِيْلًا (ہم انھیں چندے نفع پہونچا رہے ہیں) اور مفعول مطلق بھی بنتا ہے۔ ای مَتَاعًا قَلِيْلًا (تھوڑا سا نفع) اور کبھی اس پر مَا زائدہ بھی داخل کر دیا جاتا ہے۔ جیسے۔ قَلِيْلًا مَا تَشْكُرُوْنَ، قَلِيْلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ، وغیرہ۔

قَلَّمَا یہ لفظ قَلَّ فعل ماضی اور مَا حرفیہ زائدہ سے مرکب ہے مگر یہ اس وقت کوئی عمل نہیں کرے گا یعنی فاعل کا تقاضا نہیں کرے گا بلکہ اس کے بعد فعل موجود ہو گا کیونکہ قَلَّمَا حرف نفی کی جگہ واقع ہے۔

جیسے قَلَّمَا يَنْجَحُ الْكَسُولُ (کبھی کبھی کاہل بھی کامیاب ہو جاتا ہے) یا جیسے علامہ حریری کا قول "قَلَّمَا سَلِمَ مِكْثَارٌ" (زیادہ بولنے والا کم محفوظ رہتا ہے) اور قَلَّمَا کسی شئی کی قلّت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۳۲ ج۲)

قَطُّ | برائے ظرف ہے جیسے "مَا رَأَيْتُ خَالِدًا قَطُّ" (میں نے خالد کو کبھی نہیں دیکھا) اور یہ ماضی منفی کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

قَطْعًا | جیسے هٰذَا كِتَابِي قَطْعًا۔ قطعًا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے، ای اَقْطَعُ قطعًا (ف) (المعجم المفصل ص۳۳ ج۲)

ك

كُلَّ فَرْدٍ فَرْدٍ | كَمَا يُقَالُ مَعْرِفَةُ كُلِّ فَرْدٍ فَرْدٍ مِنْ جُزْئِيَّاتِ الْأَحْوَالِ۔ اس عبارت کی دو طریقہ سے ترکیب کی جا سکتی ہے (۱) فردِ ثانی فردِ اوّل کے لئے تاکید لفظی ہو (۲) فردِ ثانی فردِ اوّل کی صفت قرار دیجائے اور بغرض مبالغہ فی العموم۔ اس طور پر صفت لانا جائز ہے گو اس میں وَصْفُ الشَّيْءِ بِنَفْسِهٖ ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فردِ ثانی مُنفرِدٍ کی تاویل میں ہو کر صفت واقع ہو فردِ اوّل کی۔ اس صورت میں کوئی محذور لازم نہیں آئے گا۔ معنی ہوں گے ہر فرد کی معرفت جو ممتاز ہے فردِ آخر سے، یعنی عَلٰى سَبِيلِ الْاِنْفِرَادِ دُونَ الْاِقْتِرَانِ، مبتدا و خبر کی ترکیب ہو گی۔ لیکن راجح تاویل اوّل ہے کہ فردِ ثانی فردِ اوّل کی تاکید لفظی ہے۔ (الفوائد العجیبہ ص۱۱)

كَمَا زَعَمَهُ فُلَانٌ | جیسے لَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا زَعَمَهُ فُلَانٌ۔ الْأَمْرُ لَيْسَ کا اسم ہے، اور كَمَا زَعَمَهُ الخ اس کی خبر ہے اور كَمَا

میں کاف مثلیہ مضاف ہے اور مَا موصولہ ہے اور ہ ضمیر کا مرجع مَا ہے ترجمہ۔ (معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا فلاں نے گمان کیا) اور اگر عبارت اس طرح ہو، لَيْسَ الْأَمْرُ كَمَا زَعَمَهُ فُلَانٌ صَوَابًا۔ تو كَمَا زَعَمَهُ فُلَانٌ کو اَلْاَمْرُ سے حال بنایا جائے اور صَوَابًا خبر لَيْسَ۔

اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ كَمَا زَعَمَهُ الخ لَيْسَ کی خبر ہے اور صَوَابًا خبر ثانی۔ البتہ كَمَا زَعَمَهُ فُلَانٌ کو صَوَابًا کے متعلق مان کر خبر بنانا ضعیف ہے۔ کیونکہ مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوتا۔ (فرائد نجیبہ ص۱۳ بتغیر ما)

كَائِنًا مَا كَانَ

ترکیب۔ كَائِنًا صیغہ اسم فاعل (كَانَ تامہ سے) مَا مصدریہ، كَانَ. فعل تام اپنے فاعل ضمیر (هو) سے مل کر كَوْنَهُ مصدر کی تاویل میں ہو کر كَائِنًا کا فاعل. كَائِنًا اپنے فاعل سے مل کر ماقبل سے حال. مثلاً ضَرَبْتُهُ كَائِنًا مَا كَانَ) کے اندر ضَرَبْتُهُ کی ہٗ ضمیر سے حال ہے (۲) دوسری شکل میں كَائِنًا اور كَانَ دونوں ناقصہ ہیں۔ كَائِنًا صیغہ اسم فاعل کے اندر ضمیر هُوَ مُستتر اسم ہے جو کسی شخص کی طرف راجع ہے، اور مَا اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر اس کی خبر ہے اور كَانَ کے اندر ضمیر مُستتر اسم ہے جو مَا کی طرف راجع ہے، اور خبر محذوف ہے، تقدیر عبارت ہوگی: ضَرَبْتُهُ كَائِنًا الشَّخْصَ الَّذِي كَانَ ذٰلِكَ الشَّخْصُ اِيَّاهُ یعنی ضَرَبْتُ شَخْصًا كَائِنًا مِنْ حَيْثُ اِتِّصَافِهِ بِالْوُجُودِ مِنْ غَيْرِ نَظْرٍ اِلٰى اَوْصَافٍ اُخَرَ، مِثْلَ الْجَهْلِ وَالْعِلْمِ وَالصِّغَرِ وَالْكِبَرِ۔ لہٰذا كَائِنًا مل ملا کر ماقبل سے حال واقع ہوگا. مگر یہ دونوں ترکیبیں مرجوح ہیں کیونکہ پہلی ترکیب میں كَانَ کو تامہ قرار دیا ہے حالانکہ اصل كَانَ کے اندر ناقصہ ہونا ہے. اور دوسری ترکیب میں ارتکاب

حذف ہے (۳) بعض نے اس مَا کو نکرہ موصوفہ قرار دیا ہے بمعنی شیئٌ اور کَانَ اس کی صفت ہے. بقیہ ترکیب بدستور اور انہوں نے کَانَ کو تامہ مانا ہے اور کائنًا کو ناقصہ (۴) بعض نے اس مَا کو نکرہ غیر موصوفہ قرار دیا ہے بمعنی شیئٌ اور ترکیب میں کائنًا کے لیے صفت ہے یا بدل۔ جیسے۔ اللہ تعالیٰ کا قول: مَثَلاً مَّا بَعُوضَةً انھوں نے کائنًا اور کَانَ کو تامہ قرار دیا ہے۔ (ماخوذ الفوائد العجیبہ ص۱۱)

كَثِيرًا جیسے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا اى ذِكْرًا كَثِيرًا مفعول مطلق ہے (اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو) یا مفعول فیہ ہے أی وقتًا كَثِيرًا کبھی آخر میں مَا زائدہ برائے تاکید بڑھا دیتے ہیں، جیسے كَثِيرًا مَّا زُرْتُكَ وَلَا تَزُوْرُنِيْ ۔ بسا اوقات میں نے آپ کی زیارت کی اور آپ مجھ سے ملاقات نہیں کرتے ہیں۔

كَذَا مبنی علی السکون (كَ) حرف تشبیہ اور ذَا اشاریہ سے مرکب ہے اور اس لفظ سے معدود کے کثیر ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ اسم کنایہ ہے اور حسب استعمال محلاً مرفوع، منصوب و مجرور ہوتا ہے، جیسے دَخَلَ كَذَا تِلْمِيْذًا۔ كَذَا۔ ممیز تِلْمِيْذًا تمیز سے مل کر دَخَلَ کا فاعل ہے شَاهَدْتُ كَذَا تِلْمِيْذًا کے اندر كذا تلميذًا مفعول بہ ہے مَرَرْتُ بِكَذَا تلميذًا کے اندر كذا تلميذًا مجرور ہے اسی طرح اِشْتَرَيْتُ كَذَا كتابًا وَكذا وَكذا قلمًا وكتبتُ كذا وكذا كراسَةً میں تمیز مفرد منصوب ہوگی اور اس پر اَلْ داخل نہ ہوگا، اور کبھی اس سے شئی مجہول سے کنایہ ہوتا ہے، جیسے فَعَلْتُ كَذَا (میں نے ایسا کیا) قُلْتُ كَذَا (میں نے ایسا کہا) اور کبھی یہ دونوں کلمے اپنی اصل پر باقی رہتے

ہیں یعنی کاف تشبیہ ذا اشاریہ جیسے عَلِمْتُ عَلِيًّا فَاضِلاً وَعَلِمْتُ اَخَاهُ كَذَا اَیْ مِثْلَهٗ ترجمہ ظاہر ہے۔ اور کبھی اس پر ھا تنبیہ کا بھی داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے اَهٰكَذَا عَرْشُكِ (کیا ایسا ہی ہے تیرا عرش)

(المعجم المفصل ص۲۴۶ ج ۳)

كَذَالِكَ ک تشبیہ اور ذا اشاریہ اور لام برائے بُعد اور کاف خطابی سے مرکب ہے جیسے كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيَاتِهٖ ۔ الآیۃ ۔ ای يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهٖ بَيَانًا مِثْلَ ذٰلِكَ (اللہ تعالیٰ اس طرح خوب کھول کھول کر اپنی آیات (احکام) کو بیان فرماتے ہیں) اسی طرح كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكِ پ ای قَالَ رَبُّكِ قَوْلاً مِثْلَ ذَالِكَ الَّذِیْ قُلْنَا ۔ تفسیر مظہری سورۃ الذّٰریٰت ۔ كَذَالِكَ کی اور بھی ترکیبیں ممکن ہیں جیسے كَذَالِكَ مَا اَتَى الَّذِيْنَ الخ پ۲۷ ع۲ میں كذالك مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی شانک مع قولك كذالك الشان للرسل من قبلك مع اقوامهم

(تفسیر مظہری سورۃ الذاریات)

كَرَامَةً جیسے حُبًّا وَّكَرَامَةً مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اُكْرِمُكَ كَرَامَةً۔

كَفَّةً عَنْ كَفَّةٍ جیسے واجہتہ كَفَّةً عَنْ كَفَّةٍ ای وجها لوجهٍ اَوْ مواجهةً ۔ حال ہونے کی بنا پر منصوب بمعنی رُو۔ در رُو جیسے: رَأَيْتُهٗ كَفَّةً عَنْ كَفَّةٍ (میں نے اس کو رُو در رُو دیکھا)

كُلٌّ ایسا کلمہ ہے جو اپنے مضاف الیہ کے افراد واجزاء کے استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۔ یا جیسے

حدیث شریف میں ہے، کُلُّ المسلم علی المسلم حرامٌ دمُہ ومالُہ وعرضُہ اس صورت میں کلّ کو مفرد مذکر سمجھا جائے گا۔ لفظ کے اعتبار سے۔ البتہ معنی کے اعتبار سے مضاف الیہ کے مطابق ہوگا، جیسے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ المَوتِ۔ الآیۃ اور کُلّ تاکید کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے فَسَجَدَ المَلٰئِکَۃُ کُلُّھُم اَجْمَعُوْنَ۔ اور کُلّ صفتِ کمال کے لئے بھی آتا ہے جیسے ھوالعالِمُ کلُّ العَالِمِ۔

کُلَّمَا یہ لفظ کُلّ اور مَا مصدریہ ظرفیہ سے مرکب ہے۔ نیز کُلَّمَا تکرار اور عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اور عموماً اس کے بعد فعل ماضی استعمال ہوتا ہے، اور کُلَّمَا مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول:۔ اَفَکُلَّمَا جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَاتَھْوٰی اَنْفُسُکُم اسْتَکْبَرْتُمْ۔

(المعجم المفصّل ص۳۵۴)

کَمَا کاف جارہ برائے تشبیہ اور مَا اسمیہ (موصولہ یا موصوفہ) یا حرفیہ[۲] زائدہ سے مرکب ہے، اسمیہ جیسے: ماعندی کماعندك ای کالذی عندك او کشیئٍ عندك۔ حرفیہ مصدریہ جیسے۔ طالعتُ کما طالعتَ ای کمطالعتك۔ کبھی کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے اِنّہ کما الناس ای کالناس۔ (المعجم المفصّل ص۳۵۶ ج۲)

کَیْفَمَا کیف شرطیہ اور مَا زائدہ سے مرکب ہے عموماً حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے اس کے احکام کیف شرطیہ کی طرح ہیں نیز کیفما محل نصب میں فعل ناقص کی خبر ہونے کی بنا پر بھی ہوتا ہے جیسے کیفما یکنِ المعلّمُ یکنْ تلمیذہ۔

(المعجم المفصّل ص۳۶۲ ج۲)

کَمَا مَرَّ بمعنی مثالُہ مثلُ مَا مَرَّ۔ مَا موصولہ یا موصوفہ ہے۔ اَیْ ھٰذا مثلُ الّذی مَرَّ اَو مثلُ شیٍٔ مَرَّ ھٰذا۔ یا مثالُہٗ مبتدا، اور کَمَا مَرَّ خبر۔

کَفٰی بِاللّٰہِ کفٰی فعل با زائدہ۔ اللہ فاعل اسی طرح کَفٰی بنا حَاسِبِیْنَ ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ نا۔ فاعل۔ اور حَاسِبِیْنَ حال۔ اسی طرح وَجاءَ یومئذٍ بجہنّمَ۔ جہنم نائب فاعل اور با زائدہ۔

کُنْ فَیَکُوْنُ تقدیرہ کُنْ فَھُوَ یَکُوْنُ۔ فَیَکُوْنُ جملہ اسمیہ کی تاویل میں ہے اسی لئے مجزوم نہیں ہوا ورنہ جواب امر کا مجزوم ہونا ضروری ہے۔ بعض کتابوں کے اندر یہ بھی لکھا ہے کہ اگر جواب امر پر فاء داخل ہو تو جواب امر مجزوم نہیں ہوتا۔ فیکون کے اندر فا استینافیہ ہے ماقبل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور یکون تامہ ہے ضمیر ھُوَ اس کا فاعل۔

(المعجم المفصل ص۳۵۷ ج۱)

کَیْ جیسے ذھبتُ اِلٰی بَیْتِیْ کَیْ اُلَاقِیَ وَالِدَیَّ (میں اپنے گھر گیا تاکہ اپنے والدین سے ملاقات کروں)

ترکیب۔ ذھبتُ اِلَی البیت معلّل کَیْ تعلیلیہ اُلَاقِیَ وَالِدَیَّ جملہ ہو کر تعلیل معلّل اپنی تعلیل سے مل کر جملہ تعلیلیہ۔

کَمْ کم استفہامیہ ہو یا خبریہ محلاً منصوب ہوگا جبکہ اس کے بعد کوئی فعل ہو اور وہ فعل اس کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس سے اعراض نہ کر رہا ہو۔ جیسے کم رجلاً ضربتَ وکَمْ غلامٍ ملکتَ۔ کَمْ اپنی تمیز سے مل کر مفعول بہ بنے گا اور کَمْ یَوْمًا سرتَ وکم یومٍ صُمْتُ میں کَمْ مع تمیز کے مفعول فیہ ہوگا۔ اور اگر کَمْ سے پہلے حرف جار یا

مضاف ہو تو کَمْ محلاً مجرور ہوگا جیسے بِکَمْ رجلاً مَرَرْتَ، مَالَ کَمْ رجلٍ سلبتُ، اور اگر مذکورہ شکلوں میں سے کوئی شکل نہ ہو تو کم محلاً مرفوع ہوگا، یعنی مبتدا ہوگا جبکہ تمیز ظرف نہ ہو جیسے کم رجلاً اخوك۔ کم رجلٍ ضَرَبْتُہٗ (فعل کَمْ سے اعراض کر رہا ہے) اور اگر تمیز ظرف ہو تو اب یہ خبر مقدم ہوگا اور مابعد مبتدا مؤخر جیسے کَمْ یَوْمًا سفرُكَ کَمْ شَھْرٍ صومِی (درایۃ النحو ص۱۲۶ خلاصۃ النحو ص۳۶) اور اگر کم کی تمیز فعل کے لفظ سے ہو یا اس کے معنی میں ہو تو اس وقت کم مع تمیز کے مفعول مطلق بنے گا اور کم مع اپنی تمیز کے فعل ناقص کی خبر بھی بنتا ہے جیسے کم تلمیذًا کان الحاضرون۔ (المعجم المفصل ص۳۵۵ ج۲) وکم من ملك فی السمٰوات لا تُغنی پ۲۷ کم محل رفع میں ہے اور لا تُغنی خبر۔ (تفسیر حقانی پ۲۷)

کَیْتَ اسم کنایہ مبہم ہے، کلام سے کنایہ کے لئے آتا ہے جیسے قال الاستاذُ کَیْتَ نیز فَعَلَ الرجلُ کَیْتَ بھی استعمال ہوتا ہے (فعل حدث سے کنایہ) اور کبھی مکرر بھی استعمال ہوتا ہے حرف عطف کے ساتھ اور کبھی بلا حرف عطف کے (المعجم المفصل ص۳۶ ج۳)

کَلَّا چار معانی کے لئے آتا ہے (۱) برائے زجر جیسے: قال اصحابُ موسٰی اِنَّا لَمُدْرَکُوْن، قَالَ کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَھْدِیْن یعنی اِنْتَھُوا عن ھٰذا القول (۲) برائے نفی و اثباتِ شئ آخر، جیسے کوئی مریض کہے جس نے اپنے طبیب کی نصیحت پر عمل نہ کیا ہو، شَرِبْتُ مَاءً تو طبیب کہے کَلَّا، بل شَرِبْتَ لَبَنًا اَوْ اَکَلْتَ خُبْزًا یعنی ما شربتَ ماءً ولکن شربتَ لَبَنًا اَوْ اَکَلْتَ خُبْزًا (۳) بمعنی اَلَا برائے تنبیہ جیسے کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی، اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی جبکہ اس سے پہلے زجر و نفی کا قول نہ ہو (۴)

(۴) بمعنی حَقًّا اور یہ قسم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے وَمَا هِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ ا کَلَّا وَالْقَمَرِ

کَیْفَ اسم مبنی بر فتحہ ہے عموماً یہ استفہام کے لئے ہوتا ہے یا تو حقیقۃً جیسے کَیْفَ زَیْدٌ یا اعتباراً جیسے کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ۔ یہاں استفہام برائے تعجب ہے، کَیْفَ کے بعد اگر کوئی اسم ہو تو کَیْفَ خبریت کی بنا پر محل رفع میں ہوگا، اور اگر کَیْفَ کے بعد فعل ہو تو کَیْفَ مفعول مطلق یا حالیت[له] کی بنا پر محل نصب میں ہوگا۔ جیسے کَیْفَ جَاءَ زَیْدٌ۔ زَیْدٌ ذوالحال ہے، اور کَیْفَ حال اسی طرح کَیْفَ قَدَّرَ۔ کَیْفَ خُلِقَتْ میں ضمیر ذوالحال ہے اور کیفَ حال ہے یعنی عَلٰی اَیِّ حَالٍ۔ یا مفعول مطلق ہے جبکہ اس کی جگہ اَیّ کو رکھنا صحیح ہو اور فعل کے مصدر کی طرف اس کی اضافت کرنا درست ہو جیسے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ۔ ای اَلَمْ تَرَ اَیَّ فِعْلٍ فَعَلَ رَبُّكَ الخ (المعجم المفصّل ج ۳ تفسیر حقانی) (المعجم الوسیط) اور کبھی کَیْفَ شرط کے لئے آتا ہے، اسوقت یہ ایسے دو فعل کا تقاضہ کرتا ہے جو لفظاً و معنیً متفق ہوں اور مجزوم نہ ہوں جیسے کَیْفَ تَصْنَعُ اَصْنَعُ۔

(المعجم المفصل ۳۶ ج ۳)

کَاَنِّیْ بِكَ جیسے کَاَنِّیْ بِكَ ذَاهِبٌ۔ کَاَنَّ تشبیہ یا حرف زائد بِكَ کے اندر بَا زائد ک ضمیر متصل کَاَنَّ کا اسم اور ذَاهِبٌ خبر (المعجم المفصل ۳۴۲ ج ۳)

له جبکہ اس کے بعد فعل تام واقع ہو اور حالت پر دلالت کرے اور اس کے بعد اگر فعل ناقص ہو تو یہ خبر مقدم ہوگا جیسے کَیْفَ کَانَ وَالِدُكَ اور اگر کیف کے بعد ایسا فعل متعدی ہو جو ایک سے زائد مفعول بہ کا تقاضا کرتا ہو تو کَیْفَ مفعول بہ بنے گا جیسے کَیْفَ وَهَبَ لِمُحْسِنِ الْمَالَ۔ (المعجم المفصل ۳۶ ج ۳)

کَمَا تَدِیْنُ تُدَانُ ک حرف جار ما حرف زائد حرف جار کو عمل سے روک رہا ہے۔ (المعجم المفصل صفحہ ۳۵۶ ج ۳)

کُنْ کَمَا اَنْتَ ک حرف تشبیہ ما اسم موصول انت خبر ہے مبتدا محذوف ھو کی عبارت ہوگی کُنْ کَالَّذِی ھُوَ انت۔ اس کی اور بھی ترکیبیں ہوسکتی ہیں (المعجم المفصل صفحہ ۳۵۶ ج ۳)

ل

لَا سِیَّمَا جیسے شرح تہذیب کے اندر استعمال ہوا ہے سِیَّمَا الوَلَدُ الأَعَزُّ یہ لفظ سِیٌّ بمعنی مثل اور ما سے مرکب ہے سِیٌّ لا کا اسم ہے اور ما یا تو حرفیہ زائدہ ہوگا یا اسمیہ موصولہ یا موصوفہ اور لَاسِیَّمَا کے بعد والے کلمہ پر جر ہے سِیٌّ کا مضاف الیہ ہونیکی بناء پر اور ما زائدہ ہے یا ما بمعنی شیئ مضاف الیہ ہے اور ما بعد والے کلمہ پر جر ہے۔ بوجہ بدلیت اس شکل میں ما زائدہ نہیں ہوگا۔ یا لاسِیَّمَا کا بعد مرفوع ہوگا مبتدا محذوف کی خبر ہونیکی بنا پر یا مبتدا محذوف الخبر ہوگا پھر جملہ ہوکر ما کا صلہ یا صفت بنے گا، یا لاسِیَّمَا کا مابعد منصوب ہوگا بر بنار تمیز لفظ ما سے یا اعنی فعل مقدر کا مفعول بہ یا مستثنیٰ جبکہ لاسِیَّمَا کو کلماتِ استثنائیہ میں قرار دیا جائے اور جمہور نحات کے نزدیک اس کی خبر محذوف ہے یعنی مَوْجُوْدٌ اور لاسِیَّمَا کو اصلی معنی (لامثل) سے نقل کرکے معنی لازمی یعنی بمعنی خصوصًا استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا اس وقت یہ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر محلاً منصوب ہوگا یعنی خَصَّ خُصُوْصًا کبھی لاسِیَّمَا کا استعمال واؤ کے ساتھ بھی ہوتا ہے، واؤ عاطفہ یا اعتراضیہ یا حالیہ اور کبھی لاسِیَّمَا سے لا کو حذف کرکے بھی استعمال کرتے ہیں، اور لاسِیَّمَا مابعد کو ماقبل پر ترجیح دینے کے لئے آتا ہے، اور جب صرف سِیٌّ کو

استعمال کیا جائے تو اس میں مذکر اور مؤنث دونوں برابر ہیں جیسے راشِدُ سِیُّئِكَ، فاطمةُ سِیُّئِكَ کبھی تخفیف کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں یعنی لاسِیَما (الفوائد العجیبہ ص۱۲)

لَامَحالۃَ شرح تہذیب میں اس کا استعمال ہوا ہے فَاَحَدُ الفِکرَیْنِ خطاءٌ حِینَئِذٍ لامَحَالۃَ. محالۃ مصدر میمی ہے لَا کا اسم ہے اور خبر اکثر محذوف ہوتی ہے یعنی مَوجُودٌ۔

اور محل یقین میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔

لَابُدَّ لَہٗ مِن کَذَا کما یُقالُ لابُدَّ للقسم من الجواب قسم کے لئے جواب قسم کا ہونا ضروری ہے. سیبویہ کے کے نزدیک لَابُدَّ مبتدا ہے. اگرچہ یہ حرف نفی اور بُدَّ سے مرکب ہے لیکن شدّتِ اتصال کی وجہ سے مثل مفرد کے ہوگیا (جیسے حَبَّذا زَیدٌ میں حَبَّذَا مبتدا اور زَیدٌ اس کی خبر ہے) اور اس کے مابعد کی عبارت خبر ہے۔ یعنی مِن کَذا جمہور کے نزدیک لَابُدَّ کے اندر لا نفی جنس کا ہے اور بُدَّ اس کا اسم ہے (نکرۂ مفردہ مبنی بر فتحہ) اور لَہٗ اس کے متعلق اور خبر اکثر محذوف ہوتی ہے اور کبھی مذکور بھی ہو جاتی ہے جیسے لَابُدَّ لِلقَسَمِ مِنَ الجَوابِ کے اندر من الجواب ظرف مستقر ہو کر خبر ہے۔ ای لَامَفَرَّ مِنَ الجَوابِ لِلقَسَمِ (جواب قسم سے کوئی مفر ہی نہیں) یعنی قسم کے لئے جواب قسم لازمی اور ضروری ہے اس کے بدون کوئی چارہ نہیں ہے اور بعض کے نزدیک قول مذکور میں لا کا اسم شبہ مضاف ہے اور لَہٗ اس کے متعلق یعنی بُدَّ کے اور خبر محذوف ہے (مَوجُودٌ) اور شبہ مضاف پر تنوین نہیں داخل ہوئی کیونکہ یہ حقیقی مضاف پر محمول ہے اور مِن کَذا ظرف مستقر ہو کر خبر ہے. مبتدا محذوف کی جس پر

لابُدّ قرینہ ہے ای بُدّ المنفی من کذا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ من کذا خبر بعد الخبر ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ لَهُ اور مِنْ دونوں لابدّ کے متعلق ہوں اور خبر محذوف ہو یعنی مَوجُودٌ اور کبھی لابُدّ کے بعد واؤ کا استعمال بھی ہوتا ہے جیسے لابُدّ وأنْ یکونَ کذا۔ اس واؤ کے بارے میں تین قول ہیں بعض فرماتے ہیں کہ یہ زائدہ ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ واؤ لا کے اسم و خبر میں مزید اتصال پیدا کرنے کے لئے آتا ہے اور سیبویہ سے منقول ہے کہ یہ واؤ مِن جارّہ کے معنی میں ہے۔ وھو الارجح

(الفوائد العجیبہ ص ٦)

لاأبالك بددعا کے موقع پر استعمال ہوتا ہے اور گاہے اظہار شفقت و محبت کے لئے بھی بولتے ہیں گو ظاہری الفاظ بددعا کے ہیں۔ جیسے رغِمَ أنفُهُ اس کی ناک خاک آلود ہو۔ لا برائے نفی جنس أبَا، لا کا اسم ہے اور خبر محذوف ہے مثلاً مَوجُودٌ لَكَ متعلق بخبر، لا اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ (المعجم المفصل ص ۲۷۴)

لاإلٰهَ إلّا اللهُ لا برائے نفی جنس إلٰه اس کا اسم، خبر محذوف ہے مثلاً مَوجُودٌ، إلّا حرف استثنا مُلغیٰ، اللهُ بدل ہے خبر کے اندر ضمیر مستتر سے یا لا کے اسم سے، محل کے اعتبار سے۔ نیز اللهَ کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے، مستثنیٰ مان کر اور إلّا حرف استثناء۔

(المعجم المفصل ص ۲۷۴ ج ۲)

بعض نحویوں نے استثناء والی ترکیب کو منع کیا ہے نہ مستثنیٰ متصل نہ منقطع۔ بعض حضرات نے اور بھی ترکیبیں کیں ہیں لہذا مزید غور کرلیں۔

لَابَأْسَ (کوئی حرج نہیں ہے) لا برائے نفی جنس بَأْسَ اس کا اسم خبر محذوف ہے مثلاً لَابَأْسَ بِہٖ (اس پر کوئی اعتراض نہیں) لابأس فیہ (ای لاحرج فیہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے) لَا بَأْسَ عَلَیْكَ تمہارے اوپر کوئی خوف نہیں) لا بأس اَنْ تَسْمَعُوا۔ (تمہارے سننے میں کوئی دشواری نہیں)

لَازَالَ جیسے لازالَ الاستاد نَشِیْطًا، لَازَالَ۔ فعل ناقص بعدہ اسم وخبر۔

لَاتَ اداتِ نفی ہے جمہور نحویوں کے یہاں تؔ دو کلموں سے مل کر بنا ہے ایک لا نافیہ اور دوسرا تا رتانیث یہ بھی وہی عمل کرتا ہے جو لیس کا عمل ہے لیکن اس کے بعد دو معمولوں میں سے کسی ایک ہی کو ذکر کیا جاتا ہے عام طور پر اس کے اسم ہی کو حذف کرتے ہیں جیسے: وَلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ الآیۃ، ای لَاتَ الحینُ حِیْنَ مَنَاصٍ اسی طرح نَدِمَ البغاۃُ وَلَاتَ ساعۃَ مندمٍ ای لَاتَ السَّاعۃُ ساعۃَ مندمٍ (باغی لوگ شرمندہ ہوئے مگر اب وقت شرمندگی کا نہیں رہا)

نوٹ۔ اس کی اسم وخبر اسماء زمان ہوگی اور اس کی نفی بذریعہ اِلَّا نہ توڑی گئی ہو اور جب یہ اسم غیر زمان پر داخل ہو تو حرف مہمل ہوگا۔

(المعجم المفصل ص۳۷۶ ج)

لِئَلَّا لام تعلیلیہ اَنْ ناصبہ لَا نافیہ اور ہمیشہ لِئَلَّا کا مدخول منصوب ہوگا بوجہ اَنْ ناصبہ کے جیسے لِئَلَّا یَعْلَمَ (المعجم المفصل ص۳۸ ج ۲)

لَاهُمَّ دراصل اَللّٰھُمَّ تھا شروع سے کبھی اَلْ کو حذف کردیا جاتا ہے۔

لَحْظَةً جیسے اِنْتَظَرْتُكَ لَحْظَةً (میں نے چند ے تمہارا انتظار کیا) لَحْظَةً بمعنی وقت، لمحہ۔

مفعول فیہ زمانی منصوب ہے لَحَظَ (ف) لَحْظًا معنی، گوشۂ چشم سے دیکھنا

لَدَيْكَ (۱) مرکب ہے لَدَىٰ ظرف مکان بمعنی عِنْدَ اور کاف خطابی سے لَدَىٰ کے الف کو یا سے بدل دیا جاتا ہے لہٰذا بوجہ اضافت یہ لَدَيْكَ بن گیا (۲) لَدَيْكَ اسم فعل ہے بمعنی خُذْ جیسے لَدَيْكَ الْكِتَابَ بمعنی خُذِ الْكِتَابَ

لَاهَا اللّٰهِ یعنی لا واللّٰهِ جیسے لا واللّٰهِ ما فعلتُ ترکیب ظاہر ہے۔

لَعَلَّمَا لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل، مَا، کافہ۔ جیسے لَعَلَّمَا اللّٰهُ يَرْزُقُنَا صَلَاحًا جب لَعَلَّ کے ساتھ یا متکلم متصل ہو تو کبھی نون وقایہ لاتے ہیں جیسے لَعَلَّنِي مگر اکثر و بیشتر نون وقایہ نہیں لاتے جیسے لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا[۱۸] اسی طرح لام اوّل کے حذف کے ساتھ عَلَّ. عَلِّي. عَلَّنِي بھی استعمال ہوتا ہے۔

لٰكِنَّمَا مرکب ہے لٰكِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ما کافہ سے۔

لِإِيلَافِ لام جارّہ تعلیلیہ ہے اِيلَافِ بابِ افعال کا مصدر ہے، مادّہ أَلْفٌ ہے کما فی قولہ تعالیٰ لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ الخ جار اپنے مجرور سے مل کر کسی فعل محذوف مثلاً اِعْجَبُوا یا فعل مذکور فَجَعَلَهُمْ یا فعل مؤخر فليعبدوا کے متعلق ہوگا۔

لَمْ أَكُ فعل ناقص ہے صیغہ واحد متکلم، کبھی باب کان میں مضارع مجزوم سے نون کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے آیۂ قرآنیہ کے اندر ہے۔

قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا

اصلہ لَمْ اَکُنْ اور جیسے شاعر کا قول دروس البلاغہ میں۔ فَاِنْ یَّكُ بَعْضُ النَّاسِ سَیْفًا لِدَوْلَةٍ ، فَفِی النَّاسِ بُوقَاتٌ لَهَا وَطُبُوْلُ۔

لَاشَكَّ اس کی ترکیب لَا بَأْسَ کی طرح ہے فارجع البصران شئت۔

لَاضَیْرَ یہ بھی لَا بَأْسَ کی طرح ہے باب ضَرَبَ سے بمعنی نقصان دینا۔ کمافی التنزیل العزیز قالوا لاضیر اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ پ۱۹

لَوْکَانَ الْاَمْرُ کَذَا کذا اسم مبنی محل نصب میں ہے اور کان کی خبر ہے بقیہ ترکیب آسان ہے (المعجم المفصل ص۳۵۷)

لَاجَرَمَ بل وجب کے معنی میں بھی ہوتا ہے جیسے لَاجَرَمَ اَنَّ الصدق یُنْجِی۔ جَرَمَ فعل ماضی اور مابعدہ فاعل۔ (۲) لَاجَرَمَ برائے قسم جبکہ اسکے بعد والے جملہ پر لام جواب قسم ہو یا اِنَّ جیسے لَاجَرَمَ لَاَنْتَقِمَنَّ۔ واللہ میں بدلہ لوں گا۔ لَاجَرَمَ اِنَّكَ مقدامٌ۔ (ترجمہ۔ یقیناً تو بہت پیش قدمی کرنیوالا ہے) دریں وقت لا کی خبر نہیں ہوگی۔ جواب قسم نے اس سے بے نیازی کردی۔

(المعجم المفصل ص۳۷۷ ج۳)

لَاعَلَیْكَ لَا برائے نفی جنس، اسم محذوف ہے مثلاً لا بَأْسَ عَلَیْكَ۔ علیك جار مجرور سے مل کر موجودٌ کے متعلق ہوکر خبر ہے۔ (المعجم المفصل ص۳۸۰)

لَاغَیْرُ لا حرف نفی مشابہ بلیس غَیْرُ اس کا اسم، مابعدہ خبر مثلاً لَاغَیْرُ تسألُ (المعجم المفصل ص۳۸۰ ج۳)

لَیْسَ غَیْرُ دیکھئے لَاغَیْرُ۔ لیس کی خبر محذوف ہے مثلاً لیس غَیْرُ مَقْبُوْضًا۔ (المعجم المفصل ص۳۹۹ ج۳)

لِزَیْدًا لِ صیغہ امر مشتق من الولایۃ۔ زَیْدًا مفعول بہ۔ ترجمہ۔ (تو زید کا متولی بن جا)

لِكَيْلَا جیسے اللہ تعالیٰ کا قول لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ لام برائے تعلیل کی حرف ناصب لَا نافیہ۔

لِلّٰهِ دَرُّهٗ (اللہ ہی کے لئے ہے اس کی خوبی) مدح اور تعجب کے وقت بولتے ہیں لله جار مجرور سے مل کر متعلق ہو کر خبر مقدم ہے درّه مرکب اضافی ہو کر مبتدا مؤخر اور لِلّٰهِ دَرُّكَ فَارِسًا میں فَارِسًا۔ بربنائے تمیز منصوب ہے۔ فارس بمعنی (ماہر گھوڑا سوار) المعجم المفصل ص۳۹ ج ۲)

لِمَ مرکب ہے لام جارّہ اور مَا استفہامیہ سے مَا کے الف کو حذف کر دیا گیا ہے (کما مر)

لَيْتَمَا مرکب ہے لَيْتَ حرف مشبہ بالفعل اور ما زائدہ سے اس وقت حرف مشبہ بالفعل کو عمل دینا اور نہ دینا دونوں درست ہے لَيْتَ پر مَا داخل ہونے کے بعد بھی لیت اسماء پر ہی داخل ہو گا لہذا لیتما قام زَيْدٌ کہنا درست نہیں۔ نوٹ۔ لیت پر جب یاء متکلم داخل ہو تو لیتی اور لیتنی دونوں طرح درست ہے۔

لَمَّا دیکھئے حروف جازمہ کا بیان۔

ليت شعرى لیت کی خبر محذوف ہے یعنی حَاصِلٌ

لَيْسَ إِلَّا لیس غیر کے معنی میں ہے۔

لَبَّيْكَ ترکیب میں مفعول مطلق واقع ہوتا ہے نون تثنیہ بوجہ اضافت گر گیا اور فعل محذوف ہے اُلِبُّ۔

لٰكِنْ دو قسم کا ہوتا ہے (۱) مخففہ من المثقلہ لہذا اب یہ حرف ابتداء ہو گا اور کوئی عمل نہیں کرے گا (۲) اصل وضع کے اعتبار سے ہی خفیفہ ہو لہذا اسکے

بعد اگر جملہ ہے تو یہ حرف ابتدار ہوگا محض استدراک کے فائدہ کے لیئے نہ کہ عاطفہ اور اس وقت جائز ہے کہ یہ واؤ کے ساتھ مستعمل ہو جیسے وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ اور بلا واؤ کے بھی استعمال ہوگا۔

اور اگر اس کے بعد مفرد ہو تو یہ عاطفہ ہوگا۔ دو شرطوں کے ساتھ (۱) اس سے قبل نفی یا نہی جیسے مَا قَامَ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو، لَا يَقُمْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو اور اگر لٰكِنْ سے ماقبل اثبات ہو تو پھر ابتدائیہ جملہ کے ساتھ ہوگا مثلاً قَامَ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو لَمْ يَقُمْ۔ (۲) واؤ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو عِنْدَ اَكْثَرِ النَّحْوِيِّيْنَ۔

لَا غَرْوَ وَلَا غَرْوٰی بمعنی لا بدع و لا عجب، خبر لا محذوف ہے لا بأس کی طرح ۔ مِنْ كذا۔ یعنی اس سے تعجب نہیں۔

م

مَعًا ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے خَرَجْنَا مَعًا ای فی زَمَانٍ وَاحِدٍ وَكُنَّا مَعًا ای فی مَكَانٍ وَاحِدٍ۔ اور بعض نے اس کو حالیت کی بنا پر منصوب کہا ہے جیسے خَرَجْنَا مَعًا ای مجتمعین۔

مُطلقًا ظرفیت کی بنا پر منصوب ہوتا ہے، شرح جامی کے اندر اسکی تفسیر فی الاحوال الثلاث کے ذریعہ کی گئی ہے (۲) مفعول مطلق ہونے کی بنا پر بھی منصوب ہوتا ہے موصوف محذوف کے ساتھ مل کر (۳) حالیت کی بنا پر بھی نصب آتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۴۲۳)

مَبْرُوْرًا مَاْجُوْرًا جیسے مثلاً کوئی حج کر کے آئے تو اس سے آپ یہ جملہ کہیں، تو یہ ترکیب میں حال واقع ہوگا یعنی عُدْتَ

مبرورًا ماجورًا (۲) مفعول بہ بھی بنتا ہے ۔ جیسے ۔ جعلک اللہ مبرورًا ماجورًا۔ مبرورًا (ض.س) قبول کرنا، ماجورًا (ن.ض) مزدوری دینا، بدلہ دینا۔
(المعجم المفصل ص۴۱۲)

مَسَاءً ا مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے (وقت شام) یعنی جو ظہر سے مغرب تک یا نصف لیل تک ممتد ہو۔

مَرَحًا جیسے وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (الآیۃ) حالیت کی بنا پر منصوب ہے (زمین پر اکڑ کر مت چل) مَرِحَ (س) الرَّجُلُ اکڑ کر چلنا، اترانا۔

مَرَّةً جیسے لَقِيْتُهُ مَرَّةً وذات مرة۔ ترکیب میں ظرف واقع ہے (میں نے اس سے ایک مرتبہ ملاقات کی۔

متی مَا . متیٰ شرطیہ اور مَا زائدہ سے مرکب ہے۔

مَلِيًّا مفعول فیہ زمانی کما فی حدیث جبرئیل "فَلَبِثْتُ مَلِيًّا" عمر ابن الخطاب فرماتے ہیں" میں کافی دیر ٹھہرا یعنی زمنًا مليًّا وفی التنزیل العزیز وَاهْجُرْنِي مليًّا" بمعنی زمانہ طویل۔ اور مَرَّ مليٌّ من اللَّيلِ (رات کا ایک حصہ گذر گیا) میں حالت رفعی میں ہے۔

مَعَاذَ اللّٰه تقدیرہ اعُوذُ بِاللّٰه معاذ الله. میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں مصدر میمی ہے أَعُوذُ کا مفعول مطلق نیز معاذ وجه الله بھی کہتے ہیں۔ ترجمہ وہی ہے۔

مکانَك اسم فعل ہے بمعنی اُثْبُتْ. قِفْ (۲) مرکب اضافی ہو کر مفعول فیہ ہے۔

ماذا مَا استفہامیہ اور ذَا اسم موصول بمعنی اَلَّذِی جیسے مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ای ما الذی اراد بهذا مثلا (وہ کیا

فائدہ ہے جس کا اللہ نے اس مثال سے ارادہ فرمایا ہے) (۲) مَا اسم استفہام ذَا اشارہ (۳) یہ مستقل کلمہ ہے جیسے ماذا عندك (تمہارے پاس کیا ہے) ماذا پورا لفظ بمعنی اَیُّ شَیْئٍ ہے۔

مِمَّ اَصْلُہٗ مِنْ مَا نون کا میم میں ادغام کردیا مِنْ جارہ ہے اور مَا استفہامیہ ہے جیسے فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ (پس انسان کو غور کرنا چاہیئے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے)

مِمَّا مرکب ہے مِنْ جارّہ اور مَا اسم موصول سے (۲) گاہے مَا زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے مِمَّا خَطِیْئٰتِھِمْ اُغْرِقُوْا اَیْ مِنْ خَطِیْئٰتِھِمْ وہ اپنے جرائم کی وجہ سے غرق کردیئے گئے، خطا گاہے مطلقاً معصیت کے لئے بھی بولا جاتا ہے یہاں یہی مراد ہے۔

مِنْ ثَمَّ مِنْ جارہ تعلیلیہ، ثَمَّ اسم اشارہ برائے ظرف مکان، مکان حِسّی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق۔ کبھی مکان حقیقی کے بجائے مکان اعتباری بھی مراد لیتے ہیں۔ کما فی الفوائد العجیبہ ص۴۔

مَنْ ذَا اگر کلمہ واحدہ مانیں تو اسم استفہام ہے (۲) مَنْ استفہامیہ ذَا اسم اشارہ (۳) مَنْ استفہامیہ ذَا اسم موصول۔

مَھْلًا دراصل اِمْھَالًا ہے ترکیب میں مفعول مطلق بنتا ہے۔ ترجمہ ٹھہرجا جلدی نہ کر۔ یہ مصدر ہے فعل کے قائم مقام اَیْ اَمْھِلْ اِمْھَالًا۔

مَا اَحْسَنَہٗ وَاَحْسِنْ بِہٖ (وہ کس قدر حسین ہے) مَا استفہامیہ بمعنی اَیُّ شَیْئٍ مبتداء، اَحْسَنَ فعل ضمیر ھو فاعل، ہٗ ضمیر مفعول بہ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر خبر۔ مبتداء اپنی

خبر سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا۔ اَحْسِنْ بہ۔ اَحْسِنْ بمعنی اَحْسَنَ فعل بازائدہ کا ضمیر معنی کے اعتبار سے فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ انشائیہ ہوا بوجہ اختصار صرف ایک ترکیب پر اکتفار کیا گیا ورنہ ان جملوں میں اور ترکیبوں کا بھی احتمال ہے۔

مَا دو قسم کا ہوتا ہے (۱) اسمیہ (۲) حرفیہ۔ اسمیہ کی بہت سی قسمیں ہیں۔ (۱) اسم استفہام جیسے ما اسمُكَ (۲) اسم شرط جیسے مَا تَفْعَلْ افعلْ (۳) اسم موصول جیسے وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ما لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رزقا (۴) اسم تعجب جیسے مَا اَحْسَنَ زَيْدًا (۵) نکرہ مبہم جیسے اشْتَرَيْتُ كتابًا ما۔

حرفیہ (۱) ماشابہ بلیس (۲) نافیہ جیسے مَا فعلَ زَيْدٌ (۳) مصدریہ ظرفیہ جیسے وَاَوْصَانِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَادُمْتُ حَيًّا۔ اى مدة دوامى اور غیر ظرفیہ جیسے وضَاقَتْ عليهم الارضُ بِمَا رَحُبَتْ اى برحبها۔
(۴) کافہ عن العمل جیسے حروف مشبہ بالفعل پر داخل ہونے والا ما جیسے اِنَّمَا الاَعْمَالُ بالنيات۔ یا رُبَّ، طَالَ، قَلَّ پر داخل ہونے والا ما (۵) زائدہ مثلاً جار مجرور کے درمیان جیسے سَاُسَافِرُ عَمَّا قَرِيْبٍ اور كَثِيْرًا اور قَلِيْلًا پر داخل ہونے والا مَا اور لاسِيَّما کا ما (ایک قول کے اعتبار سے) اور ظروف سے متصل والا ما جیسے بينما کا ما اور حيثما، كيفما شرطيتين کا ما۔ نوٹ:۔ مَا کبھی نِعم کے ساتھ لگتا ہے پھر وہ کبھی نکرہ ہوتا ہے بربنا رتمیز جبکہ اس کے بعد جملہ فعلیہ آئے جیسے اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ۔ اور کبھی معرفہ تامہ جبکہ اس کے بعد کچھ نہ ہو یا صرف مفرد ہو جیسے اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ۔ (المعجم المفصّل ط۴۰)

مَا بَأْسَ عَلَيْكَ بمعنی لَا بَأْسَ عَلَيْكَ۔

مثلاً مفعول مطلق بنتا ہے بتقدیر اُمَثِّلُ یا مَثَّلْتُ (۲) مفعول بہ جیسے ضَرَبَ اللہ مثلاً عَبۡدًا مملوکًا اور کبھی صفت اور حسب موقع بھی اعراب آتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۴۱۴)

مَرْحَبًا فعل محذوف کا مفعول بہ ہے تقدیر فعل وَجَدْتُمْ ہے۔ یعنی تم نے کشادگی پائی۔ (المعجم المفصل ص۴۱۹)

ن

نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ نِعْمَ الرجلُ خبر مقدم زَیۡدٌ مبتدا مؤخر۔ (۲) نِعْمَ الرَّجُلُ الگ جملہ اور زَیۡدٌ خبر ہے مبتدا محذوف مثلاً ھُوَ کی۔

نَادِرًا جیسے ضربتُ الطُّلّابَ نَادِرًا مفعول فیہ ہونیکی بناء پر منصوب ہوتا ہے، بمعنی احیانًا لَا دائمًا۔ (میں نے طلباء کو کبھی کبھی مارا)

نَاهِیْكَ جیسے ناهیك بدین اللہ بمعنی حَسْبُكَ وکافیك ناهیك مرکب اضافی ہوکر خبر مقدم بدین اللہ کے اندر باء زائدہ ہے، دین اللہ مرکب اضافی ہوکر مبتداء مؤخر مبتداء گو لفظاً مجرور ہے، بوجہ حرف جار مگر درحقیقت مرفوع ہی ہے کفیٰ باللہ کی طرح کہ اللہ فاعل ہے، گو لفظاً بوجہ حرف جار مجرور ہے ناهی مشتق من النّھی صیغہ اسم فاعل کانّہ نھاك عن تطلّب دلیل سواہ۔ النّاهی ج نُهاة ویُقال رَجُلٌ نَاهِیْكَ من رَجُلٍ ای کافیك عَنْ تَطَلُّبِ غیرہ۔ وامرأۃٌ ناهیتك مِنْ امرأۃٍ ج نَوَاہٍ۔

(الفوائد العجیبہ ص۲۱)

نَقْدًا جیسے أَخَذْتُ الثمنَ نقدًا۔ نقدًا حال ہونیکی بناء پر

منصوب ہوتا ہے۔ (المعجم المفصل ص۴۴۹)

و

وَحْدَہٗ جیسے الحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں دراں حالیکہ وہ تن تنہا ہے۔ اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، بمعنی مُنْفَرِدًا اور حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ اور مصدر ہونے کی وجہ سے اس کا تثنیہ و جمع نہیں آتا۔ اسی طرح رَئَیْتُہٗ وَحْدَہٗ جَاءَ وَحْدَہٗ وَرَئَیْتُہٗ عَلٰی وَحْدِی۔ جَلَسُوْا عَلٰی وَحْدِهِمْ۔

وُجُوْبًا جیسے وَقَدْ یُحْذَفُ الفِعْلُ وُجُوْبًا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی حَذْفًا وَاجِبًا۔

وُحْدَانًا حال ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے وَاحِدٌ کی جمع ہے جیسے جَاءَ الْقَوْمُ وُحْدَانًا۔

وَرَاءَ دَرَاء۔ بمعنی خلف۔ جیسے وقفتُ وراءَ المسجد مفعول فیہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ میں مسجد کے پیچھے بیٹھا۔

وَیْلٌ بمعنی ہلاکت۔ جب بلا اضافت کے استعمال ہوگا تو رفع بہتر ہوگا بوجہ ابتداء اور بددعاء کے موقعہ پر مبتدا کا نکرہ لانا درست ہے اور جب اضافت کے ساتھ ہو تو فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے پہلے حرف ندا ہو تو یہ منادیٰ بنے گا (لغات القرآن) وَیْلَ تو یہ یْلاً فلانًا لفلانٍ۔ کسی کے لئے بہت ویل کہنا۔

وَحِیْدًا کما فی قولہ تعالیٰ: ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا (المدثر ۲۹) چھوڑ دے مجھ کو اور اسے جسے میں نے بنایا اکیلا۔ وحیدًا منفردًا کے

معنٰی میں ہے، اور اس کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ذرنی کی یا متکلم ضمیر سے حال واقع ہو یا یہ کہ خَلَقْتُ فعل کا مفعول بہ واقع ہو۔

وَیْبَ | وَیْلُ کی طرح بد دعا کے لئے مستعمل ہے۔ یقال۔ وَیْبُكَ۔ وَوَیْبٌ لَكَ۔

وَیْحَ | یہ بھی وَیْلُ کی طرح برائے بد دعا ہے یقال۔ أهلكه الله وَیْحَةً رَیْحَةً إِهْلَاكًا۔ کے معنی میں ہو کر مفعول مطلق ہے۔ ویقال۔ وَیْحٌ لَكَ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ کلمہ ترحم ہے۔

ھ

هَلُمَّ جَرًّا | کسی شئی کے دوام واستمرار کو بتلانے کے لئے آتا ہے۔ اور حقیقت اس لفظ کی یہ ہے هَلُمَّ اسم فعل ہے بمعنی إِیتِ جبکہ لازم ہو اور کبھی أَحْضِرْ کے معنی میں آتا ہے۔ (متعدی) جیسے قولہ تعالیٰ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمْ ای أَحْضِرُوا شُهَدَاءَكُمْ (اے ہمارے نبی آپ ان سے کہدیں کہ تم اپنے مددگاروں کو بلالو) اور کبھی الیٰ اور لام کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے هَلُمَّ إِلَيْنَا هَلُمَّ لَكَ (فائدہ) لغت حجاز میں یہ لفظ غیر متصرف ہے لہذا اس کے آخر میں ضمائر بارزہ کا لاحق کرنا جائز نہیں۔ البتہ لغت بنی تمیم میں ضمائر بارزہ کا لاحق کرنا درست ہے جیسے هَلُمَّ۔ هَلُمَّا، هَلُمُّوا، هَلُمِّي، هَلُمَّا۔ هَلْمُمْنَ بمعنی إِیتِ إِیتِیَا وعلی هذا۔ جَرًّا کے منصوب ہونے کی تین وجہ ہو سکتی ہیں۔

(۱) مفعول مطلق ہے فعل مقدر کا یعنی جَرَّ الامر جَرًّا (ن) کھینچنا۔ نیز اس کا عامل هَلُمَّ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں هَلُمَّ بھی جَرًّا

کی طرح دوام واستمرار کے معنی میں مستعمل ہے (۲) جَرًّا بمعنی جارًا ھَلُمَّ کی ضمیر مستتر اَنْتَ سے حال واقع ہے (۳) تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ ھلم جرًّا میں اور بھی تفصیلات ہیں بغرض اختصار اسی پر اکتفا کیا گیا۔

(الفوائد العجیبہ ص۲ مجیب الندار ص۱۶)

ھَا اسم فعل ہے بمعنی خُذْ جیسے ھا الکتابَ ای خُذِ الکتابَ اور اس کے الف کو کھینچنا بھی جائز ہے مثلاً ھاءَ اور کبھی کاف خطاب کے ساتھ بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اگر ھاء ممدودہ ہو یعنی ھَاءٔ ہو تو کاف کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ باعتبار مخاطب ہمزہ کی حالت بدلتی رہے گی ھَاءَ برائے واحد مذکر اور ھَاءِ برائے واحد مؤنث اور ھَاءُمَا برائے تثنیہ حاضر اور ھَاءُم برائے جمع مذکر حاضر اور ھَاءُنَّ برائے جمع مؤنث۔ کمافی قولہ تعالیٰ یقول ھاءُمُ اقرءُوا کتابِیَہ۔ (المعجم الوسیط)

ھَاتِ اسم فعل ہے بمعنی اَعْطِ جیسے بولتے ہیں ھاتنی کتابك ای اَعْطِنی کتابك۔ مجھے اپنی کتاب دیدو۔ یقال ھاتِ ھاتِیا ھاتُو ھاتِی ھاتِینَ وفی التنزیل العزیز قل ھاتوا برھانکم۔

ھَاكَ اسم فعل ہے بمعنی خُذْ۔ کمافی الحدیث، ھاك خالدۃ تالدۃ ای خُذِ المفتاح الخ (یہ چابی تم ہمیشہ ہمیش کے لئے لے لو) (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن عثمان ابن ابی طلحہ کو مفتاح الکعبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا)

ھٰهُنَا مرکب ہے ھا تنبیہ اور ھنا اسم اشارہ سے جیسے التلامیذ ھٰهُنَا فی الفصل۔ طلبہ یہاں درسگاہ میں ہیں ھٰهُنَا ظرف مستقر ہے تقدیرہ التلامیذ موجودون ھٰهُنَا فی الفصل۔ ھٰهُنَا محلًّا

منصوب ہے کیونکہ مبنی ہے۔

ھٰکذا ھا برائے تنبیہ لفظوں میں کوئی معنیٰ نہ ہوں گے۔ کاف بمعنی مثل مضاف ذا اسم اشارہ مضاف الیہ۔ قال تعالیٰ فی حکایۃ قول سلیمان لبلقیس أھکذا عرشك (کیا تمہارا سریر مملکت ایسا ہی ہے) ھٰکذا خبر مقدم ہے محلاً مرفوع اور عرشُك مبتدا مؤخر یہ جملہ استفہامیہ ہے۔ (المعجم المفصل ص۴۵۵)

ھُنَا مکان قریب کیطرف اشارہ کے لئے آتا ہے اور اس کے شروع میں کبھی ھاء بھی بڑھا دیتے ہیں جیسے إنّا ھٰھُنا قاعدون۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں اور کاف بڑھا کر ھُنَالِكَ کہتے ہیں۔ اور کبھی کاف کے ساتھ لام بھی بڑھاتے ہیں جیسے۔ ھنالك الولایۃُ للّٰہ الحقّ الآیۃ (اس جگہ تمام تر اختیار اللہ ہی کا چلے گا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیں گے۔ ھُنَا کے اندر اور بھی لغتیں ہیں مثلاً ھِنَّا ھَنَّا ھَنَّتْ ھِنَّتْ۔

ھَیَّا اسم فعل ہے بمعنی امر جیسے إسْرَعْ کبھی أَقْبِلْ اور کبھی إذْھَبْ کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

ھنیئًا جیسے کُلُوْہُ ھَنِیْئًا مَرِیْئًا حالیت کی بنا پر منصوب ہے۔ حاصل عبارت ہے ثَبَتَ لکم الھناءۃُ فی الاکل (۲) مفعول مطلق ہونے کی بنا پر بھی منصوب ہوسکتا ہے۔ تقدیر عبارت ہوگی ھنِئَ لکم الاکلُ ھناءۃً۔ (المعجم المفصل ص۴۶۴)

ھَیْتُ اسم فعل ہے بمعنی إسْرَعْ جیسے وھیئ لنا من أمرنا رَشَدًا کبھی اس کے آخر میں کاف خطابی بھی لاحق کرتے ہیں جیسے ھَیتَكَ مفرد مثنیٰ جمع۔ مذکر و مؤنث سب کے لئے علیحدہ علیحدہ۔ (المعجم المفصل ص۴۶۵)

ھی ھندٌ کریمۃٌ ھی ضمیر قصہ ہے ھندٌ مبتدا اور کریمۃٌ خبر ہے۔

ھَاتوا [1]

ی

یَدًا بِیَدٍ جیسے صافحتہ یدًا بیدٍ۔ یدًا موصوف بیدٍ کا ثنا کے متعلق ہو کر یدًا کی صفت موصوف اپنی صفت سے مل کر حال۔

یاھٰذا یا حرف ندا ھٰذا اسم اشارہ محل نصب میں ہے یعنی فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ (المعجم المفصل ص ۴۸۴)

یقینًا جیسے۔ وَمَا قَتَلُوْہُ یقینًا۔ مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی قتلًا یقینًا۔

یَوْمَئِذٍ یوم مضاف ہے اذ محل جر میں ہے بربنا اضافت اور تنوین جملہ کے عوض میں ہے یعنی اصل عبارت ہے یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا۔ (۲) اِذْ مفاجاتیہ بھی ہوتا ہے۔ مثلاً علمتُ اَنّہ حَاضِرٌ اذ ھو غائبٌ (۳) اَذْ تعلیلیہ بھی ہوتا ہے جیسے ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم۔

یبسًا کما فی قولہ تعالیٰ۔ فاضرب لھم طریقًا فی البحر یبسًا۔ یبسًا بمعنی یابسًا۔ (یعنی خشک) یہ طریقًا کی صفت ہو کر مفعول بہٖ اور اسی وجہ سے منصوب ہے۔ اور فی البحر اضرب سے متعلق ہے۔

یومًا ظرف زمان ہونے کی بنا پر منصوب ہے جیسے غِبْتُ عن المدرسۃ یومًا (میں مدرسہ سے ایک یوم غائب رہا۔)

---

[1] ھاتوا اسم بمعنی فعل امر ہے (لاؤ) دراصل آتوا تھا۔ ہمزہ کو ہا سے بدل دیا۔ لغات القرآن ودیگر متون معتبرہ۔

فِعل سے متعلق ضروری باتیں

تعریفِ فعل فعل وہ کلمہ ہے جس سے تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ میں کوئی کام معلوم ہو جیسے ضَرَبَ (مارا اس ایک شخص نے زمانہ گذرے ہوئے میں)

فعل تین چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) معنیٰ مصدری (۲) اقتران بالزمان (۳) نسبت اِلیٰ فاعلٍ مّا۔

فعل کی تین قسمیں ہیں، (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر و نہی،

فعل کی تین ہی قسمیں کیوں ہیں؟ فعل یا تو اِنشاء ہوگا یا خبر، اگر انشاء ہے تو وہ امر و نہی ہے۔ اور اگر خبر ہے تو اس کے شروع میں علامتِ مضارع میں سے کوئی علامت ہوگی یا نہیں، اگر ہوگی تو وہ فعل مضارع ہے ورنہ فعلِ ماضی۔ (تنقیح الاذہان کے حاشیہ پر ایک اور بھی دلیل حصر لکھی ہے ذرا دیکھ لیجئے)

علامتِ مُضارع چار ہیں الف، تا، یا، نون۔ جنکا مجموعہ اَتَیْن ہے

افعالِ غیر متصرّفہ وہ افعال ہیں جنکی ماضی و مضارع وغیرہ کی گردان نہیں ہوتی اور وہ یہ ہیں نِعْمَ، بِئْسَ، سَاءَ، لَیْسَ[1] مَا اَفْعَلَهٗ، اَفْعِلْ بِهٖ

---

[1] لَیْسَ فعل ناقص کی اگرچہ ماضی استعمال ہوتی ہے مگر چونکہ مضارع وامر وغیرہ استعمال نہیں ہوتے اس لیے اس کا شمار افعالِ غیر متصرفہ میں ہے اور عَسٰی کو بھی کافیہ صلا پر غیر متصرف کہا ہے کیونکہ اس سے مضارع وامر وغیرہ نہیں آتے۔

فعل لازم ومتعدی کی پہچان

فعل لازم مفعول بہ کا تقاضہ نہیں کرتا اور اس کے ترجمہ میں عموماً لفظ "وہ" آتا ہے بشرطیکہ فاعل اسم ظاہر نہ ہو جیسے : ذَهَبَ (وہ گیا) اور جب محض فعل کو ذکر کرتے ہیں تو ذہن میں کون کا سوال موہوم ہوتا ہے، پھر جو اس کے جواب میں آئے فاعل ہوتا ہے، جیسے : ذَهَبَ۔

اور فعل متعدی مفعول بہ کا تقاضہ کرتا ہے اور اس کے ترجمہ میں لفظ "اس نے" آتا ہے۔ اور اس میں "کس کو، کسکا، یا کیا" وغیرہ کا سوال ذہن میں آتا ہے، جیسے: ضَرَبَ (اُس نے مارا) ـــــ

فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں

(۱) متعدی بیک مفعول، جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا (۲) متعدی بدو مفعول: جس میں ایک مفعول پر اکتفاء درست ہے، جیسے : اَعْطَيْتُ زَيْدًا دِرْهَمًا، کہ اَعْطَيْتُ زَيْدًا۔ اور اَعْطَيْتُ دِرْهَمًا دونوں طرح کہنا درست ہے (۳) متعدی بدو مفعول، جس میں ایک مفعول پر اکتفاء درست نہیں جیسے : افعال قلوب عَلِمْتُ زَيْدًا فَاضِلًا اس میں علمت زیدًا یا علمتُ فاضلًا کہنا جائز نہ ہوگا۔ (۴) متعدی بسہ مفعول، جیسے : اَعْلَمَ، اَرٰى۔ اَنْبَأَ۔ اَخْبَرَ۔ خَبَّرَ۔ نَبَّأَ، حَدَّثَ۔ میں اَعْلَمْتُ زَيْدًا عمرًا صَالِحًا، دوسرے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفار جائز نہیں ہے ـــ

قاعدہ ۱: فعل کو مؤنث استعمال کرنے کی تین شرطیں ہیں،

(۱) فاعل مؤنث حقیقی ذوی العقول میں سے ہو، یا مؤنث کی ضمیر ہو، (۲) فعل وفاعل میں فصل نہ ہو۔ (۳) فعل متصرف ہو، یعنی اس کے مصدر سے افعال بنتے ہوں اور ان کی گردانیں ہوتی ہوں جیسے : ضَرَبَتْ فَاطِمَةُ، فَاطِمَةُ ضَرَبَتْ،

قاعدہ ۲ — فعل میں تذکیر وتانیث کا اختیار، —

فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو، یا فاعل ہو تو مؤنث حقیقی ہی، مگر شرائط مذکورہ موجود نہ ہوں، یا فاعل جمع تکسیر ہو، چاہے ذوی العقول مذکر کی جمع ہو، جیسے: رِجَالٌ، یا غیر ذوی العقول مذکر کی جمع ہو، جیسے: اَيَّامٌ وَجِمَالٌ یا مؤنث کی جمع ہو جیسے نِسْوَةٌ یا فاعل جمع سالم[1] ہو، مؤنث غیر حقیقی الف تا کیساتھ، یا فاعل جمع مذکر سالم کے وزن پر ہو اور اس کا واحد مؤنث ہو۔ جیسے۔ اَرَضُوْنَ - سِنُوْنَ - یا فاعل اسم جمع ہو جیسے: قَوْمٌ، یا فاعل اسم جنس جمعی ہو، جیسے: رُوم، تو ان تمام صورتوں میں فعل کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لانے کا اختیار ہے، (حل الشواھد علی الفوائد الضیائیۃ ص۳۲ اخر) —

قاعدہ ۳ اسم جنس کی دو قسمیں ہیں،

(۱) اسم جنس جمعی، یعنی جس کے اندر جنس پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ جمعیت کے معنی بھی ملحوظ ہوں اور اس کا مفرد تار کے ساتھ یا یار نسبتی کے ساتھ آتا ہو، جیسے تَمْرٌ کہ اس کا واحد تَمْرَةٌ ہے اور رُوم کہ اس کا واحد رُوْمِيٌّ ہے

(۲) اسم جنس افرادی، جو قلیل وکثیر سب پر بولی جائے، جیسے: لَبَنٌ، مَاءٌ۔

قاعدہ ۴ فعل کو جمع اور واحد لانیکا اختیار،

جب فاعل ایسی ضمیر ہو جو جمع تکسیر مذکر عاقل کی طرف لوٹ رہی ہو تو فعل واحد مؤنث اور جمع مذکر دونوں آسکتا ہے، جیسے: اَلرِّجَالُ جَاءَتْ یا جَاءُوْا، اور اگر فاعل ایسی ضمیر ہو جو جمع تکسیر مذکر یا مؤنث غیر عاقل کی طرف لوٹ رہی ہو،

---

[1] مذہب بصریین۔ اگر فاعل جمع مؤنث سالم ہے، حقیقی، تو فعل کا مؤنث لانا ضروری ہے جیسے قامت الھندات ۔ اور اگر فاعل جمع مذکر سالم ہے تو فعل کا مذکر لانا ضروری ہے۔
مذہب کوفیین۔ فاعل جمع مؤنث سالم ہو یا جمع مذکر سالم یا جمع تکسیر وغیرہ ان کو جماعت کی تاویل میں کرکے تانیث فعل اور جمع کی تاویل میں کرکے تذکیر فعل جائز ہے۔ بعض کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ اگر فاعل جمع مؤنث سالم ہو تو فعل مذکر ومؤنث دونوں آسکتا ہے جیسے کہ ابن عقیل میں اسی طرح ہے ص۱۸۵

تو فعل واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں آسکتا ہے، جیسے : اَللَّیَالِیْ وَالْاَیَّامُ مَضَتْ یا مَضَیْنَ، (رفی حل الشواهد علی الفوائد الضیائیه النساء۔ قالت رقلن ص۳۲)

قاعدہ ۵ فعل کب واحد اور کب تثنیہ وجمع استعمال ہوگا؟

جب فاعل اسم ظاہر ہو۔ خواہ واحد ہو۔ یا تثنیہ۔ یا جمع۔ تو فعل ہمیشہ واحد آئیگا۔ جیسے : ضَرَبَ زَیْدٌ۔ ضَرَبَ الزَّیْدَانِ۔ ضَرَبَ الزَّیْدُوْنَ۔ اور اگر فاعل ضمیر ہو، تو جیسی ضمیر ہوگی ویسا ہی فعل ہوگا۔ جیسے : زَیْدٌ ضَرَبَ۔ الزَّیْدَانِ ضَرَبَا۔ الزَّیْدُوْنَ ضَرَبُوْا۔

حذفِ فعل جوازًا قرینے کے پائے جانے کے وقت فعل کو حذف کرنا جائز ہے۔ مثلاً: سائل کے جواب میں۔ سوال ملفوظ ہو یا مقدر، سوال ملفوظ ہو، جیسے : کوئی شخص کہے مَنْ ضَرَبَ (کس نے مارا) تو جواب میں کہا جائیگا زَیْدٌ یعنی ضَرَبَ زَیْدٌ یا سوال مقدر ہو، جیسے : ضرار ابن نہشل شاعر کا قول یزید ابن نہشل کے مرثیہ میں۔ ع

لِیُبْکَ یَزِیْدُ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ
وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِیْحُ الطَّوَائِحُ

ترجمہ :- چاہیئے کہ یزید کو رویا جائے۔ سوال ہوگا مَنْ یَبْکِیْهِ؟ کہ اس کو کون شخص روئے؟ تو جواب ہوگا۔ ضَارِعٌ۔ یعنی یَبْکِیْهِ ضَارِعٌ۔ اس کو عاجز شخص روئے۔ لہٰذا ضَارِعٌ سے پہلے فعل محذوف ہے۔ (ترکیب الکافیه ص۳۲ شرح جامی ص۳۰)

حذفِ فعل وجوبًا فعل کو حذف کرنا اس وقت واجب ہے جب کہ کوئی دوسرا فعل فعلِ محذوف کی تفسیر کررہا ہو۔ جیسے : وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ

اَلْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ میں اِن شرطیہ کے بعد فعل محذوف ہے، جس کی تفسیر اِسْتَجَارَكَ ثانی کر رہا ہے اور اِن شرطیہ کا فعل پر داخل ہونے کے بجائے اسم پر داخل ہونا حذف فعل پر قرینہ بھی ہے۔ ـــــ

حذفِ فعل و فاعل کبھی فعل و فاعل دونوں کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے: کوئی کہے اَقَامَ زَيْدٌ (کیا زید کھڑا ہے؟) جواب میں کہیں نَعَمْ یعنی قَامَ زَيْدٌ (زید کھڑا ہے) ـــ

نکتہ ۱ ضَرَبَ کے اندر فعل کی بظاہر کوئی علامت نہیں، مثلاً قد، سین، سوف وغیرہ حالانکہ یہ فعل ہے !!

الجواب:- اگر کوئی کلمہ فعل ہو اور بظاہر اس میں فعل کی کوئی علامت نہ ہو، تو اس میں یہ علامت ضرور ہوگی کہ اس کا مسند بنا صحیح ہو یا یوں کہیے کہ اس کلمہ کی ماضی و مضارع وغیرہ کی گردان ہوتی ہو۔ لہٰذا ان دو علامتوں کی روشنی میں ضَرَبَ فعل ہی ہے ـــ

نکتہ ۲ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ، پ ۲۲، ع ۱۳۔ فعلِ مضارع پر کسرہ نہیں آتا۔ حالانکہ يَفْتَحِ پر آرہا ہے ـــ !!

الجواب:- یہاں فعلِ مضارع پر مَا شرطیہ داخل ہے جو اپنے مدخول کو مجزوم بنا دیتا ہے: جیسے: مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ، پھر " اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ " کے قاعدے سے يَفْتَحِ مضارع مجزوم کو کسرہ دیدیا گیا۔ جو محض عارضی ہے۔ اسی طرح ثُمَّ يَسْتَغْفِرِاللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ کے اندر مضارع پر کسرہ عارضی ہے ـــ

نکتہ ۳ فعل کے اندر زمانہ پایا جاتا ہے، حالانکہ افعالِ مقاربہ کے اندر زمانہ نہیں پایا جاتا !! ؟

الجواب :- افعال مقاربہ کے اندر وضع کے اعتبار سے تو زمانہ ہوتا ہے البتہ استعمال کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔

نکتہ ۴ جملہ فعلیہ و اسمیہ مفرد کی تاویل میں ہو کر مفعول بہ بن جاتے ہیں خواہ افعال ظن کے بعد واقع ہوں جیسے: ظَنَنْتُ خَالِدًا لَا يَكْذِبُ ، یا قول کے بعد واقع ہوں جیسے: قَالَ وَلِيدٌ اَنَا بَرِيْئٌ - اَنَا بَرِيْئٌ جملہ ہو کر محل نصب میں ہے۔ (المعجم المفصل ص۱۵۰)

نکتہ ۵ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۔ پ ع - تَلْقَفْ فعل مضارع مجزوم ہے جب کہ یہاں کوئی جازم بھی نظر نہیں آتا ۔ !!

الجواب :- تَلْقَفْ جوابِ امر ہے اور جوابِ امر مجزوم ہوتا ہے،

نکتہ ۶ الف لام اسم کا خاصہ ہے حالانکہ فعل پر بھی داخل ہے ۔ جیسے: اليتقصّع - اليُرضٰى -

الجواب :- الف لام اسمی بوجہ ضرورتِ شعری فعل پر داخل ہو جاتا ہے مزید تفصیل اسم موصول کے بیان میں دیکھیے مع حوالہ

نکتہ ۷ فعل مُسند ہوتا ہے، حالانکہ افعالِ ناقصہ مُسند نہیں ہوتے۔ تو ان کو کیونکر فعل کہا گیا ہے ؟

الجواب :- افعالِ ناقصہ شکل و صورت او رمتصرف ہونے اور زمانے پر دلالت کرنے میں فعل کے مشابہ ہیں، اس لیے ان کو فعل کہہ دیا گیا، ورنہ یہ افعال ناقص ہی ہیں، اور اسی بنا پر مُسند بھی نہیں ہوتے ۔

نکتہ ۸ لَتُسْمَعُنَّ ، جب فعل مضارع پر نون تاکید داخل ہوتا ہے تو وہ مبنی ہوتا ہے حالانکہ لَتُسْمَعُنَّ مبنی نہیں ہے ؟

الجواب :- دخولِ نونِ تاکید سے وہ فعل مضارع مبنی ہوتا ہے جس پر

نون تاکید بلا فصل لاحق ہو، جیسے: لَيُنْبَذَنَّ برخلاف لَتَسْمَعُنَّ کے، کہ اس کے اندر فعل اور نون تاکید کے درمیان واؤ ضمیر فاعل فاصل ہے، کیونکہ اس کی اصل لَتَسْمَعُوْنَنَّ ہے، اجتماع نونات کی بنا پر نون اعرابی کو حذف کر دیا، پھر اجتماعِ ساکنین (واؤ اور نون مدغم کے درمیان) کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا لَتَسْمَعُنَّ ہوگیا۔ (شرح شذور الذہب ص۲۵ تنقیح الاذہان ص۲۲)

نکتہ ۹ جَاءَنِيْ زَيْدٌ کے اندر جَاءَ فعل لازم ہے اور فعل لازم کا مفعول بہ نہیں آتا حالانکہ جَاءَنِيْ میں يِيْ ضمیر کو شائقین نحو بھی مفعول بہ کہتے ہیں؟

الجواب:۔ جَاءَنِيْ زَيْدٌ کے اندر حذف و ایصال ہے، یعنی اس کی اصل جَاءَ اِلَيَّ زَيْدٌ تھی۔ اِلٰی حرف جار کو حذف کر دیا گیا اور يِيْ ضمیر کی طرف بطریقِ ایصال جَاءَ فعل لازم کو ملا دیا گیا۔ اور چونکہ يِيْ ضمیر مشابہ بالمفعول ہے، اس لیے اس کو مفعول بہ کہنے لگے۔ اور درمیان میں نون وقایہ ہے، گویا يِيْ ضمیر منصوب بنزع الخافض ہے۔ اور بعض حضرات نے جَاءَ کو قَصَدَ کے معنی میں لیا ہے اور قَصَدَ فعل متعدی ہے۔ لہٰذا اب کوئی اعتراض ہی نہیں۔ یہی جواب ان تمام جگہوں میں دیا جائیگا جہاں فعل لازم کا مفعول بہ نظر آتا ہو۔ جیسے: اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ. لَمَّا جَاءَهُمْ، وَجَاءُوْا اَبَاهُمْ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھیے جیم کی تحتی میں جاء۔

نکتہ ۱۰ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (بقرہ آیت ۶) کے اندر ءَاَنْذَرْتَهُمْ مبتدا، مؤخر ہے اور سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ خبر مقدم، اور مبتدا کے لیے مسند الیہ ہونا ضروری ہے تو فعل کا مسند الیہ ہونا لازم آیا!

الجواب:۔ ءَاَنْذَرْتَهُمْ بتاویلِ مصدر (اِنْذَار) مبتدا ہے، لہٰذا کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ دوسری ترکیب دیکھیے سین کی تحتی میں۔

نکتہ ۱۱ نِعْمَ الْمَرْأَةُ۔ جب فاعل مؤنث حقیقی ہے، تو فعل مؤنث کیوں نہیں؟

الجواب :- یہاں فعل کے مؤنث ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط مفقود ہے۔ یعنی فعل متصرف نہیں ہے۔ اسکی گردان نہیں ہوتی۔ لہذا فعل مذکر ومؤنث دونوں آسکتا ہے۔ نیز المرءۃ سے جنس مرءۃ مراد ہے اور جنس مذکر ہے،

نکتہ ۱۲ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا پ ۱۷ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد آتا ہے، حالانکہ یہاں فعل جمع کا صیغہ ہے یعنی اَسَرُّوا ؟!

الجواب :- اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فاعل ہے ہی نہیں۔ بلکہ اَسَرُّوا کی ضمیر سے بدل ہے۔ اور بدل اپنے مبدل منہ سے ملکر فاعل ہے۔ لہذا کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ اسی طرح مَافَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ کہ قَلِيْلٌ مَافَعَلُوْا کی ضمیر سے بدل ہے، اور یہ بھی ترکیب ہوسکتی ہے کہ اَسَرُّوا النَّجْوٰى خبر مقدم ہے اور اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مبتدا مؤخر ۱۲

نکتہ ۱۳ نبی ؐ کو مخاطب بناتے ہوئے خواجہ ابو طالب کا قول مُحَمَّدُ تَفْدِ نَفْسَكَ كُلُّ نَفْسٍ- اِذَا مَاخِفْتَ مِنْ شَيْئٍ تَبَالًا کے اندر تَفْدِ دراصل تَفْدِی تھا، ضرورت شعری کی وجہ سے یاء حذف ہوگئی۔ اور بعض حضرات نے تَفْدِ فعل مضارع کو مجزوم مانا ہے۔ کہ لام دعا مقدر ہے اور تَبَالًا کی اصل وَبَالًا ہے واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا۔ اے محمد ہر شخص آپ پر قربان ہو، جب آپ کو کسی چیز سے سوء عاقبت کا اندیشہ ہو۔

نکتہ ۱۴ فعل پر تنوین نہیں آتی حالانکہ لَنَسْفَعًا صیغہ جمع متکلم پر تنوین داخل ہے، اسی طرح لَيَكُوْنًا پر بھی ؟

الجواب :- لَنَسْفَعًا اور لَيَكُوْنًا پر جو تنوین نظر آرہی ہے وہ نون خفیفہ ہے فقط رسم الخط کے اعتبار سے تنوین ہے دراصل لَنَسْفَعَنْ اور

لَیَکُوْنَنْ ہے، اور قرآن کریم کا رسم الخط چونکہ توقیفی ہے، اس لیے اسی طرح لکھا جائے گا۔

نکتہ ۱۵ تَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ. علی قراءۃ بعض، جب فاعل مذکر ہے تو فعل مؤنث کیوں؟

الجواب: کبھی مضاف اپنے مضاف الیہ سے تانیث حاصل کر لیتا ہے، لہٰذا لفظ بَعْضُ نے لفظِ السَّيَّارَةِ مضاف الیہ سے تانیث حاصل کرلی، لہٰذا فاعل مؤنث ہوگیا تو فعل کو بھی مؤنث لایا گیا، (حل الشواہد ص۳۳ الاشباہ والنظائر فی النحو ص۲۱)

اسی طرح لَمَّا اَتٰی خَبَرُ الزبیر تواضعت۔ سُورُ الْمَدِیْنَةِ وَالْجِبَالُ الْخُشَّعُ، کے اندر لفظِ سُور نے لفظِ المدینۃ سے تانیث حاصل کرلی بنا بریں فعل کو مؤنث لایا گیا۔ (۲) کبھی ایک لفظ کو دوسرے مترادف لفظ کے درجہ میں اتار کر فعل کو مذکر و مؤنث لایا جاتا ہے، جیسے: اَتَتْهُ كِتَابِیْ کہ کتاب کو صحیفہ کے معنی میں لیکر فعل کو مؤنث لایا گیا ہے، یعنی معبر بہ کو معبر عنہ کے درجہ میں اتار دیا جاتا ہے۔ کبھی ایک لفظ بول کر پورا قبیلہ مراد لیتے ہیں جیسے دیوان حماسہ ص۱۰ کا شعر ہے

؎ وَاِنَّا لَقَوْمٌ مَا نَرَى الْقَتْلَ سُبَّةً، اِذَا مَا رَأَتْهُ عَامِرٌ وَسَلُوْلُ۔

عَامِرٌ سے قبیلۂ عامر مراد ہے، اسی لیے فعل مؤنث لائے اسی طرح متنبی ص۱۱ کا شعر ہے

؎ وان الذی اَمْسَتْ نِزَارٌ عبیدہ۔ غَنِیٌّ عَنِ اسْتِعْبَادِهٖ لغریبٖ،

نزار (نام ہے) سے قبیلۂ نزار یا بنو نزار مراد ہیں، بنا بریں فعل مؤنث لایا گیا

ترجمہ: اور بلاشبہ وہ شخص کہ نزار جس کے غلام ہو گئے، بے نیاز ہے کسی اجنبی مسافر کو اپنا غلام بنانے سے متنبی اس شعر کے ذریعے سیف الدولہ کو اس کے غلام یماک کے مرنے پر تسلی دے رہا ہے،

نکتہ ۱۶ ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ تو فعل کی طرح مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، اسم ظرف

افعال کے اندر بھی پایا جاتا ہے؟

الجواب :- ان میں باہم فرق یہ ہے کہ مصدر کے اندر زمانہ نفس الامر میں وقوع کے اعتبار سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً الضَّرْبُ (مارنا) ظاہر ہے کہ مار، پٹائی کسی نہ کسی زمانہ میں ہی واقع ہوگی۔ اور فعل کے اندر زمانہ کا اقتران باعتبار فہم کے ہوتا ہے، کہ فعل کی وضع وہیئت ہی سے کوئی ایک زمانہ مفہوم ہوتا ہے (تحریر سنبٹ ۲۳۵) اور اسم فاعل واسم مفعول کے اندر زمانہ حال واستقبال کی شرط برائے عمل ہے، جو مدلول عارضی ہے نہ کہ باعتبارِ وضع۔ (الفوائد الصمدیۃ ص۴)
اور اسمارِ افعال کے اندر بھی زمانہ ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال کے، نہ کہ باعتبار وضع کے، لہذا کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ کیونکہ استعمال وعمل عوارضات میں سے ہیں۔ "والعوارضُ لا تُعتبر" (تحریر سنبٹ ۲۳۵) تو فعل کے اندر زمانہ کا اقتران باعتبار فہم کے ہوتا ہے۔ اور یہی ہماری مراد ہے۔

نکتہ ۱۷ فعل کی علامت تاء تانیث ساکنہ ہے نہ کہ متحرکہ حالانکہ قَالَتَا کے اندر تاء تانیث متحرکہ ہے جبکہ تاءِ متحرکہ اسم کی علامت ہے۔

الجواب :- تاءِ ساکنہ سے مراد یہ ہے کہ اصل کے اعتبار سے ساکن ہو لہذا اگر حرکت کسی عارض کی بنار پر لاحق ہوجائے تو کوئی حرج نہیں، جیسے قالَتَا کے اندر تار کے اوپر حرکت فتحہ الف لاحق ہونیکی وجہ سے آئی ہے۔ (تحریر سنبٹ ۲۳۹) اور اگر تاءِ ساکنہ کے بعد کوئی دوسرا ساکن حرف ہو علاوہ الف کے۔ تو اس وقت تار کے نیچے کسرہ آئیگا، التقاءِ ساکنین سے بچنے کے لیے۔ جیسے: قالتِ امرءۃُ العزیز (قواعد اللغۃ العربیۃ) اور کبھی وزنِ شعری کی بنار پر حرکت دیدی جاتی ہے: ع

انا ابنُ الذی خاضَ الصفوفَ بعزمہٖ — وقوّمہا بالسیف حتی استقامتِ

کے اندر استقامت کی تاء پر بجائے سکون کے کسرہ ہے۔

نکتہ ۱۸ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ الایۃ فاعل جمع مذکر سالم کے وزن پر ہے نیز اس کا واحد بھی مذکر ہے، تو فعل مؤنث کیوں لائے ؟

الجواب :- چونکہ واحد کا وزن باقی نہ رہا۔ اس لیے یہ جمع تکسیر پر محمول ہے اور جب فاعل جمع تکسیر[1] ہوتا ہے تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لانا درست ہے۔

نکتہ ۱۹ کسی کلمہ کا تثنیہ و جمع ہونا اسم کا خاصہ ہے۔ حالانکہ یَضْرِبَانِ یضربون اور اس جیسے دیگر افعال بھی تثنیہ و جمع ہیں ؟

الجواب :- فعل تثنیہ و جمع نہیں ہوتا۔ بلکہ فعل کا فاعل تثنیہ و جمع ہوتا ہے لہذا یضربان۔ یضربون میں الف اور واؤ فاعل ہیں (الاشباہ والنظائر فی النحو ص۲۹۱)

نکتہ ۲۰ افعال تین قسم کے ہیں (۱) وہ افعال جنکا مجہول آنا جائز نہیں اور وہ نِعْمَ اور بِئْسَ ہے یعنی افعال غیر متصرفہ۔ (۲) وہ افعال جو مختلف فیہ ہیں اور وہ کَانَ اور اس کے وہ اخوات ہیں جو متصرفہ ہوں (۳) بقیہ افعال وہ ہیں جن کے مجہول آنے میں کوئی اختلاف نہیں جیسے ضَرَبَ، قَتَلَ، وغیرہ (الاشباہ والنظائر فی النحو ص)

نکتہ ۲۱ ایک فعل کے اگر دو فاعل ہوں بذریعہ عطف، اور ان میں سے ایک مذکر ہو اور دوسرا مؤنث تو جو فاعل فعل سے متصل ہوگا۔ تذکیر و تانیث میں فعل اسی کے مطابق لایا جائے گا۔ جیسے : ضَرَبَ زَيْدٌ وَعَائِشَةُ

---

[1] نحو میر ص۱۸ حاشیہ میں لکھا ہے کہ بنون جمع تکسیر کے وزن پر محمول ہے اسلئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے۔ درایۃ النحو میں بھی بنون کو جمع تکسیر کہا ہے۔ مگر رضی وغیرہ میں اسکی تشریح اس طرح کی ہے کہ ابن کی اصل بَنَوٌ تھی لام کلمہ کو حذف کر کے اسکی جمع لائی گئی ہے لہذا اس اعتبار سے یہ جمع سالم ہے تو اب فعل کے مذکر کے بجائے مؤنث لانیکا جواب یا تو یہ ہے کہ فعل و فاعل کے درمیان بہ کا فصل ہے یا بنو اسرائیل سے قبیلہ بنو اسرائیل مراد لیا جائے اور قبیلہ مؤنث ہے۔

فاعل سے متعلق ضروری باتیں

تعریف فاعل فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور اس فعل یا شبہ فعل کی اس اسم کی طرف نسبت کی گئی ہو۔ اس طریقے پر کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو۔ جیسے، ضَرَبَ زَيْدٌ۔ مَاتَ زَيْدٌ، زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ

چار مقامات ایسے ہیں جہاں فاعل مفعول بہ پر مقدم ہوگا۔

(۱) فاعل ضمیر متصل ہو بارز ہو یا مستتر۔ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا۔ زَيْدٌ ضَرَبَ غُلَامَهُ۔

(۲) فاعل و مفعول میں اعراب لفظی نہ ہو اور قرینہ بھی موجود نہ ہو یعنی دونوں اسم مقصور ہوں، یا اسم اشارہ یا اسم موصول یا یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں۔ جیسے: ضَرَبَ مُوْسٰی عِيْسٰی۔ ضَرَبَ هٰذَا ذَاكَ۔ ضَرَبَ مَنْ فِي الدَّارِ مَنْ عَلَى الْبَابِ۔ ضَرَبَ غُلَامِي أَبِي۔ (الفوائد الصمدیۃ ص۲ حاشیہ) (۳) مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہو۔ جیسے: مَا ضَرَبَ زَيْدٌ اِلَّا عَمْرًا (زید نے صرف عمرو کو مارا) (۴) مفعول معنی اِلَّا یعنی اِنَّمَا کے بعد واقع ہو۔ جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا (زید نے صرف عمرو کو مارا) (شرح جامی الھندی ص۳)

قرینہ وہ شے ہے جو تعیین مراد پر بلا وضع دلالت کرے۔

قرینہ کی دو قسمیں ہیں، (۱) لفظیہ۔ (۲) معنویہ۔

لفظیہ :- جیسے: ضَرَبَتْ مُوْسٰی حُبْلٰی۔ کہ ضَرَبَتْ کی تاءِ تانیث فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا حُبْلٰی فاعل ہے۔

معنویہ :- جیسے: اَكَلَ الْكُمَّثْرٰی مُوْسٰی، (موسیٰ نے ناشپاتی کھائی) کھانے والا از روئے عقل موسیٰ ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ناشپاتی،

نکتہ ۲۲ فاعل تین جگہوں میں حذف کیا جاتا ہے (مزید تفصیل النحو الوافی میں)
(۱) فعل مجہول میں (۲) مصدر کے بعد، جب کہ اس کے ساتھ فاعل اسم ظاہر مذکر نہ ہو۔ کیونکہ فاعل کے لیے مصدر میں ضمیر نہیں مانی جاسکتی۔ لِاَنَّ الْمَصْدَرَ غَیْرُ مُشْتَقٍّ عِنْدَ الْبَصْرِیِّیْنَ فَلَا یَحْتَمِلُ ضَمِیْرًا۔ جیسے :۔ یُعْجِبُنِیْ ضَرْبُ زَیْدًا
(۳) فاعل دوسرے کلمہ کے ساکن حرف سے ملا ہوا ہو تو حذف ہو جائیگا۔ جیسے :
اِضْرِبُوا الْقَوْمَ کے اندر واؤ۔ اِضْرِبِ الْقَوْمَ کے اندر یاء لفظ القوم کے لام ساکن سے ملے ہوئے ہیں، اسی طرح جب فعل کے ساتھ نون تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) لگتا ہے تو فاعل حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے: اَلزَّیْدُوْنَ یَقُوْمُنَّ۔ تَضْرِبِنَّ یَا ھِنْدَۃُ (الاشباہ ج۲ ص۶۶)

نکتہ ۲۳ زَیْدًا ضَرَبْتُ جب فاعل ضمیر متصل ہو تو فاعل کا مفعول بہ پر مقدم کرنا ضروری ہے حالانکہ یہاں فاعل مفعول بہ پر مقدم نہیں ہے؟

الجواب :۔ محترم! یہ قاعدہ اس شکل میں ہے جب کہ مفعول بہ فعل کے بعد ہو۔ اور آپ نے جو مثال اعتراض میں پیش کی ہے اس میں مفعول بہ فعل سے پہلے ہے لہذا کوئی اعتراض نہیں۔

نکتہ ۲۴ مَا ضَرَبَ اِلَّا عَمْرًا زَیْدٌ جب مفعول بہ اِلَّا کے بعد واقع ہو تو فاعل کا مفعول بہ پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ ص۱۱۲ پر مذکور ہوا حالانکہ یہاں فاعل مقدم نہیں ہے؟

الجواب :۔ یہ قاعدہ اس شکل میں ہے جب کہ اِلَّا فاعل و مفعول کے درمیان واقع ہو۔ جبکہ یہاں اِلَّا پہلے واقع ہے۔ نیز یہاں حصر مطلوب بھی فوت نہیں ہوا کیونکہ جو معنی تقدیمِ فاعل کی شکل میں تھے وہی معنی اب بھی ہیں۔ یعنی ضاربیت زید کا انحصار ہے مضروبیت عمرو میں۔

نکتہ ۲۵ کَفٰی بِاللّٰہِ پ۲ ع۱۲ فاعل ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے حالانکہ یہاں

مجرور ہے یعنی لفظِ اللہ؟

الجواب :- باللہ کے اندر بآر زائدہ ہے محض تاکید کے لیے جو معنی میں کوئی اثر نہیں کرتا۔ حقیقتاً اللہ مرفوع ہی ہے۔ اسی طرح وَمَامَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ پ ۲۶ کے اندر لغوب فاعل ہے۔ کبھی فاعل کے اندر اعراب تقدیری جو نکی بنار پر فاعل بظاہر مرفوع نہیں ہوتا مگر حقیقتاً مرفوع ہی ہوتا ہے۔ جیسے : فحقَّ وَعِيدِ کہ دراصل وَعِیدِیْ ہے یارِ متکلم کے ساتھ۔ اعرابِ تقدیری ہے۔

نکتہ ۲۶ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ پ ۷ ع فاعل منصوب نہیں ہوتا ہے حالانکہ بَيْنَكُمْ ایک قول کے مطابق تَقَطَّعَ کا فاعل ہے اور منصوب ہے؟

الجواب :- ظروفِ زمان مبہم جو مبنی کی طرف مضاف ہوں ان میں بنار راجح ہے لہٰذا اس کو اسی حالت پر برقرار رکھا جائیگا اور دوسرا قول یہ ہے کہ بَيْنَكُمْ مفعول فیہ ہے اور فعل کے ضمن میں جو مصدر مفہوم ہو رہا ہے وہ فاعل ہے یعنی وَقَعَ التَّقَطُّعُ بَيْنَكُمْ (حل الشواھد علی الفوائد الضیائیۃ ص ۲۵) شرح شذور الذہب ص ۲۵

نکتہ ۲۷ تاکید کے لیے بار فاعل پر بھی داخل ہوتا۔ جیسے : كَفَىٰ بِاللَّهِ اور مفعول بہ پر بھی۔ جیسے : وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ اور مبتدار پر بھی۔ جیسے : بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ اور خبر پر بھی۔ جیسے : لَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ اور حال پر بھی جس کا عامل منفی ہو۔ جیسے : مَارَجَعْتُ بِخَائِبَةٍ رِكَابٍ اور نفس و عین پر بھی جو تاکید کے لیے ہوں۔

نکتہ ۲۸ فاعل اسم ہوتا ہے حالانکہ بظاہر اسم نہیں بلکہ فعل ہے۔ جیسے : شعر

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّيَالِي ؛ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا

مَاذَهَبَ، يَسُرُّ کا فاعل ہے مگر مَاذَهَبَ کی شکل اسم جیسی نہیں ہے؟

الجواب :- مَاذھبَ کے اندر مَا مصدریہ ہے لہذا یہ اسم تاویلی ہے بمعنی ذِھَابُھَا (فائدہ) حروف مصدریہ تین ہیں مَا، اَنْ، اَنَّ ۔

نکتہ ۲۹ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ پ ع نائب فاعل اسم ہوتا ہے حالانکہ لَا تُفْسِدُوْا قِیْلَ فعل مجہول کا نائب فاعل واقع ہو رہا ہے ؟

الجواب :- اس اعتراض کا اس طرح جواب دیں گے کہ لَا تُفْسِدُوْا سے قبل ھٰذَا الْقَوْلُ کو ملحوظ مانا جائے یعنی وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ ھٰذَا الْقَوْلُ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ گویا عبارت لَا تُفْسِدُوْا الخ ھذا القولُ سے بدل ہے ۔

نکتہ ۳۰ کافیہ کے صـ۱۷ پر مذکور ہے کہ مفعول لہٗ کو فاعل کے قائم مقام نہیں بنا سکتے حالانکہ ضُرِبَ لِلتَّادِیْبِ ۔ کے اندر مفعول لہٗ کو قائم مقام بنانا صحیح ہے ؟

الجواب :- مفعول لہٗ کو بغیر لام کے فاعل کے قائم مقام نہیں بنا سکتے مثلاً ضُرِبَ تَادِیْبٌ نہیں کہہ سکتے ہاں لام کے ساتھ ضُرِبَ لِلتَّادِیْبِ کہنا درست ہے لیکن اس وقت لِلتَّادِیْبِ کی ترکیب جار مجرور سے کرینگے نہ کہ مفعول لہٗ سے (الفوائد الصمدیۃ ") جمہور کے نزدیک مفعول باللام کو بھی فاعل کی جگہ نہیں رکھ سکتے نیز بابِ عَلِمْتُ کے دوسرے اور بابِ اَعْلَمْتُ کے تیسرے مفعول اور مفعول معہ کو بھی فاعل کے قائم مقام نہیں کر سکتے ۔ البتہ مفعول بہ فاعل کے قائم مقام ہوتا ہے ۔

نکتہ ۳۱ مذہب کوفیین میں فاعل کو مقدم کرنا بھی جائز ہے لہذا قام الزیدان میں الزیدانِ قَامَ کہہ سکتے ہیں ۔ ابن عقیل صـ۱۷۹

نکتہ ۳۲ کبھی فاعل مؤنث حقیقی بلا فصل کے باوجود بھی فعل مذکر لے آتے ہیں ھٰکذا حکیٰ سیبویہ جیسے قال فلانۃٌ شرح ابن عقیل صـ۱۸۴

مُبتدا، اور خبر سے متعلق ضروری باتیں

تعریفِ مبتدا مبتدا وہ اسمِ صریح[1] یا اسمِ تاویلی ہے جو عواملِ لفظیہ سے خالی ہو اور مُسندالیہ ہو یا وہ صیغۂ صفت ہے جو حرفِ نفی یا استفہام کے بعد واقع ہو اور اسمِ ظاہر کو رفع دے رہا ہو (نوٹ) یہ صیغۂ صفت مبتدا، کی قسم دوم ہے اور اس کے اندر مطابقت بھی ضروری نہیں ہے، غایۃ التحقیق ص۶۹

مبتدا، کی قسم اوّل و دوم میں فرق (۱) قسم اوّل تو اسمِ صریح اور تاویلی دونوں ہی ہو سکتا ہے لیکن قسمِ ثانی صرف صیغۂ صفت ہوتی ہے (۲) قسم اوّل سے پہلے حرفِ نفی یا استفہام کا آنا ضروری نہیں برخلاف قسمِ ثانی کے کہ اس میں حرفِ نفی یا استفہام پر اعتماد ضروری ہے۔

قاعدہ[1]: مبتدا، اور خبر کے اندر افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث کے اعتبار سے مطابقت کا ہونا ضروری ہے

قاعدہ[2]: مبتدا کے اندر اصل معرفہ ہونا ہے، اور خبر کے اندر اصل نکرہ ہونا، مبتدا اگر بجائے معرفہ کے نکرہ ہو تو نکرہ مخصصہ ہونا چاہیے نہ کہ نکرہ محضہ، خبر کبھی بجائے نکرہ کے معرفہ بھی ہو جاتی ہے جیسے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور خبر کبھی مبتدا پر مقدم بھی ہو جاتی ہے جیسے فِی الدَّارِ سَاجِدٌ "گھر میں ساجد ہے۔

---

[1] اسمِ صریح جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ اور اسمِ تاویلی جیسے اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اَنْ تصوموا مبتدا ہے۔ اور مبتدا، صیغۂ صفت ہو جیسے اَقَائِمٌ زَیْدٌ۔

نکتہ ۳۳ مبتدا اگر نکرہ ہو تو ...... • کبھی صفت لاکر تخصیص کی جاتی ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ

- اور کبھی اضافت کے ذریعہ۔ جیسے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا قول۔ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلَى الْعِبَادِ ..
- کبھی حرف نفی و استفہام کے بعد آنے کی وجہ سے ______ جیسے مَا اَحَدٌ خَيْرٌ مِنْكَ اور اَرَجُلٌ فِي الدَّارِ اَمْ اِمْرَاَةٌ (بنی تمیم کے نزدیک مَا و لَا المُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ عمل نہیں کرتے)
- اور کبھی تنوین تعظیم و تحقیر کی وجہ سے۔ جیسے۔ شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ بمعنی شَرٌّ عَظِيمٌ الخ تنوین تعظیم کی ہے یا جیسے رَجُلٌ جَاءَنِي (معمولی درجہ کا آدمی میرے پاس آیا۔) تنوین برائے تحقیر ہے
- اور کبھی تقدیم خبر کی وجہ سے جیسے فِي الدَّارِ رَجُلٌ
- اور کبھی تصغیر کی وجہ سے، کیونکہ تصغیر قلت اشتراک میں بمنزلہ وصف کے ہے جیسے: رُجَيْلٌ قَاعِدٌ بمنزلہ رَجُلٌ حَقِيرٌ قَاعِدٌ کے ہے۔
- اور کبھی متکلم کی طرف نسبت کی وجہ سے جیسے سَلَامٌ عَلَيْكَ کہ دراصل سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَيْكَ تھی فعل کو حذف کر کے سَلَامًا کو نصب سے رفع کی طرف پھیر دیا بقصد دوام و استمرار (شرح جامی ص۶۲)

نکتہ ۳۴ ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہو سکتی ہیں۔ حرف عطف کیساتھ ہوں یا بلا حرف عطف کے جیسے: زَيْدٌ عَالِمٌ، عَاقِلٌ یا زَيْدٌ عَالِمٌ وَعَاقِلٌ کبھی تعدد فقط لفظوں کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے: هٰذَا حُلْوٌ حَامِضٌ یعنی مُزٌّ اس شکل میں حرف عطف کا نہ لانا بہتر ہے، بعض حضرات تعدد خبر کو ناجائز کہتے ہیں لہٰذا وہ حضرات ہر خبر سے پہلے مبتدا محذوف نکالیں گے۔ (قطرالندی ص۱۵۱ تحفۃ الانی ص۸۴)

قاعدہ ؛ مبتدار و خبر دونوں مرفوع ہوتے ہیں اور دونوں کا عامل معنوی ہوتا ہے۔ یعنی دونوں عوامل لفظیہ سے خالی ہوتے ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ مبتدار کا عامل ابتدار ہے اور خبر کا عامل مبتدار ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ مبتدار کا عامل خبر ہے اور خبر کا عامل مبتدار ہے۔

مبتدار اور خبر میں مُطابقت کب ضروری ہے؟ خبر مفرد و جملہ دونوں ہوتی ہے اور مفرد کی شکل میں یا تو مشتق ہوگی یا غیر مشتق۔ اگر خبر مشتق یا مشتق کے حکم میں ہو تو واحد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث میں مبتدار کے ساتھ مطابقت ضروری ہے اِلّا یہ کہ خبر اسم تفضیل مستعمل بِمِنْ ہو یا مستعمل بِاضافت (اگر خبر اسم تفضیل مستعمل بِمِنْ ہو تو اسکا واحد مذکر ہونا ہی ضروری ہے۔ اور اسم تفضیل مستعمل باضافت میں دونوں اختیار ہیں یعنی اسم تفضیل کا واحد مذکر لانا یا مبتدار کے مطابق لانا) یا خبر ایسا لفظ ہو جس میں تذکیر و تانیث برابر ہوں جیسے: جَرِیْحٌ (تو مطابقت ضروری نہیں) یا خبر غیر مشتق ہو تب بھی مطابقت ضروری نہیں جیسے: اَلْکَلِمَۃُ لَفْظٌ۔

نکتہ ۳۵ چند جگہوں میں مبتدا نکرہ استعمال ہوسکتا ہے،

(۱) مبتدار اگر دعار یا بد دعار یا تعجب کے لیے ہو تو نکرہ استعمال ہوسکتا ہے جیسے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ، فَوَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ، عَجَبٌ لِزَیْدٍ (الاشباہ صہ ۵۲ المعجم المفصل صہ ۲۲۹ ج ۳ ملحۃ الاعراب صہ ۶ حاشیہ)

(۲) مبتدار برائے عموم و شمول ہو تو نکرہ استعمال ہوسکتا ہے جیسے: تَمْرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ جَرَادَۃٍ (کوئی ایک چھوارہ ٹڈی سے بہتر ہے) اسی طرح کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ۔ شرح جامی صہ ۵

(نوٹ؛ جس طرح نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح کبھی نکرہ فی الاثبات بھی عموم کا فائدہ دیتا ہے (شرح جامی صہ ۵۹)

(۳) بعض نحویوں کا کہنا ہے کہ مبتدار کے معرفہ ونکرہ ہونیکا مدار افادہ واستفادہ پر ہے یعنی نکرہ سے کوئی فائدہ یا کوئی نئی بات معلوم ہو تو اس کا مبتدار بننا صحیح ہے۔ جیسے ، کوکبٌ اِنقضَّ السّاعۃَ ۔ کے اندر ایک نئی خبر یعنی ستارہ کا ٹوٹنا معلوم ہوا۔ اس کے برخلاف مبتدار اگر معرفہ ہو اور افادہ واستفادہ سے خالی ہو تو مبتدار بننا صحیح نہ ہوگا لہذا زیدٌ شَیئٌ کہنا درست نہیں (الفوائد الصمدیۃ ص۱۰) ہدایۃ نحو سنن حاشیہ

(۴) مبتدار خرقِ عادت سے تعلق رکھتا ہو۔ جیسے : شَجرۃٌ سَجدَت وبَقرۃٌ تکلّمت (درخت نے سجدہ کیا اور گائے نے گفتگو کی)

نکتہ ۳۶ مبتدار اگر مرکب اضافی ہو تو خبر کو مضاف کے موافق لایا جاتا ہے مگر کبھی کبھی خبر بجائے مضاف کے مطابق ہونیکے تذکیر وتانیث میں مضاف الیہ کے مطابق ہوتی ہے، جیسے : اِنارۃُ العقلِ مَکسُوفٌ بِطَوْعِ ھویٰ.. مَکسُوفٌ (خبر) کی تذکیر مضاف الیہ (العقل) کے اعتبار سے ہے (اصل الشواہد ص۳۶)

نکتہ ۳۷ بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ ۔ مبتدار عاملِ لفظی سے خالی ہوتا ہے حالانکہ بحسبكَ مبتدار پر بارِ جارہ داخل ہے ؟

الجواب :۔ یہاں بار زائدہ ہے ، جو معنی میں کوئی اثر نہیں کرتا گو لفظا جر دیتا ہے اور عاملِ لفظی سے خالی ہونے سے مراد یہی ہے کہ معنی میں کوئی اثر نہ کرے ۔

نکتہ ۳۸ غُلَامُ زیدٍ راکبانِ ۔ جب مبتدار مفرد ہے یعنی غلام تو خبر تثنیہ کیوں ہے ؟

الجواب :۔ کبھی کبھی اہل عرب مضاف ومضاف الیہ کو معطوف ومعطوف علیہ کے درجہ میں اتار لیتے ہیں لہذا مثال مذکورہ میں غلام اور زید کو علیحدہ دو کلمہ مان کر خبر کو تثنیہ لائے (فصول الحواشی ص۲۲ حاشیہ ۵)

نکتہ ۳۹ مَا قَائِمٌ زَیْدٌ مبتدا مسند الیہ ہوتا ہے حالانکہ قائمٌ باوجود مبتدا ہونے کے مسند الیہ نہیں ہے ؟

الجواب: یہ مبتدا کی قسم دوم ہے جس میں صیغۂ صفت حرفِ نفی کے بعد واقع ہے اور مبتدا کی قسم دوم مسند ہوتی ہے، نہ کہ مسند الیہ۔

نکتہ ۴۰ اَقُرَیْشِیٌّ اَنْتَ ؟ (کیا تو قریشی ہے) مبتدا کی قسم دوم صیغۂ صفت ہوتی ہے حالانکہ (قُرَیْشِیٌّ) صیغۂ صفت نہیں ہے، یعنی اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، صفت مشبّہ وغیرہ۔

الجواب: قُرَیْشِیٌّ اگرچہ حقیقتاً صیغۂ صفت اور مشتق نہیں ہے، مگر مشتق کے حکم میں ہے، کیونکہ یاء نسبتی کے داخل ہونے سے کلمہ مشتق کے حکم میں ہو جاتا ہے لہذا وہ بمنزلۂ صیغۂ صفت کے ہے اور اس کا مبتدا بننا درست ہے۔

نکتہ ۴۱ مبتدا کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ مبتدا کی قسم دوم اسم ظاہر کو رفع دیتی ہے حالانکہ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِھَتِیْ الآیۃ کے اندر اَنْتَ ضمیر ہے نہ کہ اسم ظاہر ؟

الجواب: اسم ظاہر سے مراد صرف اسم ظاہر ہی نہیں بلکہ وہ اسم بھی مراد ہے جو اسم ظاہر کے قائم مقام ہو اور ضمیر منفصل اسم ظاہر کے قائم مقام ہوتی ہے۔ فاندفع الاشکال۔

(نوٹ) علامہ زمخشری رحمہ اللہ اور ابن حاجب کے نزدیک اسم ظاہر کو ہی رفع دینا ضروری ہے، لہذا یہ حضرات اسکی اصل اَاَنْتَ رَاغِبٌ الخ مانتے ہیں۔

نکتہ ۴۲ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ الخ خبر جملہ ہے حالانکہ اس کے اندر کوئی عائد نہیں ہے ؟

الجواب :- جب مبتدا ضمیرِ شان ہو اور پھر اسکی خبر لائی جائے تو اس کے اندر عائد کا ہونا ضروری نہیں ہے ۔

نکتہ ۴۳ أَقَائِمٌ نِ الزَّيْدَانِ - مبتدا کو خبر کی ضرورت پڑتی ہے حالانکہ یہاں قَائِمٌ مبتدا کی کوئی خبر نہیں ہے ؟

الجواب :- مبتدا کی قسم ثانی کے اندر خبر کی ضرورت نہیں ہوتی یعنی وہ مبتدا خبر سے مستغنی ہوتا ہے بالفاظِ دیگر یوں کہیے کہ اس کا فاعل ہی بمنزلہ خبر کے ہوتا ہے ۔

نکتہ ۴۴ تَسْمَعُ بِالْمُعَيْدِيِّ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَرَاهُ ۔ اس مثال میں تَسْمَعُ بِالْمُعَيْدِيِّ فعل ہونے کے باوجود مبتدا بن رہا ہے ایسا کیوں؟

الجواب :- تَسْمَعُ سے پہلے أَنْ مقدر ہے، لہذا یہ اسم کی تاویل میں ہوگیا گو أَنْ مقدر نے اس جگہ عمل نہیں کیا۔ مُعَيْدِي مَعَدِّيٌّ کی تصغیر ہے ابوالعرب معدابن عدنان کی طرف منسوب ہے ،(حل بشواھد علی الفوائد الضیائیہ ۱۲) اور کسائیؒ نے أَنْ تَسْمَعَ پڑھا ہے ۔

نکتہ ۴۵ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ - دُوْنَ ذٰلِكَ مبتدا ہے، مگر اس پر رفع نہیں ہے، ؟

الجواب :- اسم مبہم (یعنی جس کے معنیٰ مضاف الیہ کو ذکر کیے بغیر واضح نہ ہو جیسے دُوْنَ مِثْل بَيْنَ وغیرہ) کی اضافت مبنی کی طرف ہو تو وہ مضاف الیہ سے صفت بناء (یعنی مبنی ہونے) کو حاصل کرلیتا ہے لہذا اس کو فتحہ پر مبنی بنانا بھی صحیح ہے اور معرب مان کر دوسرا اعراب بھی دیا جاسکتا ہے، جس کا مقام مقتضی ہو، مثلاً دُوْنَ پر بوجہ مبتدا ہونیکے رفع بھی دیا جاسکتا ہے

شرح شذور الذہب صـ ۲۵

چار جگہوں میں مُبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے

(۱) مبتدا صدرِ کلام کو چاہتا ہو۔ جیسے: مَنْ اَبُوْكَ ؟ (آپ کا باپ کون ہے؟) (۲) مبتدا و خبر دونوں معرفہ ہوں اور کوئی قرینہ تعیینِ مبتدا پر موجود نہ ہو۔ جیسے: زَيْدُنِ الْمُنْطَلِقُ (زید چلنے والا ہے) برخلاف اَبُوْحَنِيْفَةَ اَبُوْيُوْسُفَ کے کہ اس جملہ میں ابو یوسف باوجودیکہ معرفہ ہے اور مؤخر ہے مگر اس کے مبتدا ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ وہ مشبّہ ہے۔ کیونکہ وہ ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں اور ابو حنیفہ مشبّہ بہ ہے، کیونکہ وہ استاذ ہیں۔ اور مشبّہ بہ افضل ہوتا ہے لہٰذا ابو یوسف مبتدا ہے اور ابو حنیفہ خبر ہے۔

(۳) مبتدا و خبر دونوں اصلِ تخصیص میں برابر درجہ رکھتے ہوں۔ نہ کہ مقدارِ تخصیص میں۔ جیسے: اَفْضَلُ مِنِّیْ اَفْضَلُ مِنْكَ۔

(۴) خبر فعل ہو۔ جیسے: زَيْدٌ قَامَ (شرح جامی صفحہ)

چار جگہوں میں تقدیمِ خبر ضروری ہے

(۱) خبر مفرد صدرِ کلام کو چاہتی ہو، جیسے: اَيْنَ زَيْدٌ، اَيْنَ بر بنائے ظرفیت خبر ہی بنے گا اور زَيْدٌ مبتدا۔

(۲) خبر مبتدا کو صحیح کرنے والی ہو۔ یعنی مبتدا نکرہ ہو تو بغرضِ حصولِ تخصیص مبتدا کو مؤخر کرتے ہیں۔ جیسے: فِی الدَّارِ رَجُلٌ۔ فی الدار خبرِ مقدم ہے اور رَجُلٌ مبتدا مؤخر ہے۔

(۳) مبتدا کے اندر ایک ضمیر ہو جو خبر کے کسی جزء کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے: عَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا۔ عَلَى التَّمْرَةِ خبرِ مقدم ہے اور مِثْلُهَا مع تمیز کے مبتدا مؤخر ہے اور مِثْلُهَا کی ضمیر التمرۃ کی طرف راجع ہے کھجور پر اسی کے مثل مکھن ہے۔

(۴) مبتدا اَنَّ مع اسم و خبر کے ہو۔ جیسے: عِنْدِیْ اَنَّكَ قَائِمٌ۔ عندی خبرِ مقدم اور مابعد مبتدا مؤخر ہے۔ شرح جامی صفحہ

صدرِ کلام کا تقاضہ کرنیوالی چیزیں

چھ چیزیں صدرِ کلام (جملہ کے شروع) کا تقاضہ کرتی ہیں جنہیں اس شعر میں پرویا گیا ہے۔ ع شش چیز بود مقتضی صدرِ کلام ؛ در طبع فصیحاں شدہ ایں نظم تمام۔
شرط و قسم و تعجب و استفہام ؛ نفی آمد و لام ابتدار گشت تمام۔
شرح جامی کے ص۶ پر حاشیہ میں صدر کلام کی مقتضی تمنّی و ترجّی اور ضمیرِ شان کو بھی شمار کرایا ہے۔

حذفِ مبتدار وخبر

قاعدہ حذفِ مبتدار جوازًا = مبتدار کا حذف کرنا کبھی جائز ہوتا ہے۔ اور کبھی واجب۔ جائز تو اس وقت ہے جب کہ قرینہ موجود ہو۔ چاہے لفظیہ ہو یا عقلیہ، حالیہ ہو یا مقالیہ۔ جیسے: الہلالُ واللہ (یہاں پر قرینہ عقلیہ وحالیہ ہے) ھٰذا مقدر ہے۔ اس لیے کہ چاند دیکھنے والے کا مقصد ایک شئی کو متعین کر کے اس پر ہلالیت کا حکم کرنا ہوتا ہے تاکہ اس کی طرح دوسرے حضرات بھی چاند دیکھ لیں۔ (شرح جامی ص۹۲)

حذفِ مبتدار وجوبًا کی دو صورتیں ہیں

مبتدار کا حذف کرنا اس وقت واجب ہے جب کہ صفت کو موصوف سے ہٹا کر رفع دیدیا جائے، اور اس سے مقصود زیادتی مدح یا ذم یا ترحم ہو۔ جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَھْلُ الْحَمْدِ۔ کہ اَھْلُ الْحَمْدِ لفظ اللہ کی صفت تھا مگر اس سے ہٹا کر صفت کو رفع دیدیا گیا۔ لہٰذا مبتدار محذوف ہے یعنی ھُوَ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اِبْلِیْسَ عَدُوُّ اللّٰہِ۔ مَرَرْتُ بِعَبْدِكَ الْمِسْكِيْنُ۔ اور اگر صفت پر موصوف کے اعراب کے برخلاف نصب پڑھیں تو اس سے قبل اَعْنِيْ وغیرہ فعل محذوف ہوگا۔ جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْحَمِیْدَ۔ حذفِ مبتدار وجوبًا کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو نحوی نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ کی تقدیری عبارت نعم الرجلُ ھو زیدٌ مانتے ہیں۔ تو اس صورت میں ھُوَ مبتدار محذوف ہے وجوبًا۔ کیونکہ اگر مبتدار کو ذکر کر دیا جائے تو الرجل اور زید جو بمنزلہ کلمہ

واحدہ کے ہیں اس میں فصل ہو جائے گا ۔ (شرح جامی ص۸۲)

حذفِ خبر جوازًا خبر کا حذف کرنا جائز بھی ہے اور واجب بھی، جائز تو اس وقت ہے جبکہ فقط قرینہ موجود ہو خبر کی قائم مقامی کرنے والا موجود نہ ہو جیسے : خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ کہ یہاں خبر وَاقِفٌ یا مَوْجُوْدٌ محذوف ہے ، اس لیے کہ إِذَا خبرِ محذوف کے لیے ظرفِ زمان ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی فَفِي وَقْتِ خُرُوْجِي السَّبُعُ وَاقِفٌ (کافیہ ۔ قطر الندیٰ ص۱۴۲ مجیب الندا ص۸۲)

حذفِ خبر وجوبًا خبر کا حذف کرنا اسوقت واجب ہے ، جب کہ قرینہ اور خبر کی قائم مقامی کرنے والا دونوں موجود ہوں اور ایسی چار جگہیں ہیں ، (۱) مبتدا، لَوْلَا[۱] کے بعد واقع ہو اور خبر افعالِ عامہ میں سے ہو ۔ جیسے : لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ کہ اصل عبارت لَوْلَا عَلِيٌّ مَوْجُوْدٌ لَهَلَكَ عُمَرُ تھی ۔ نائب خبر جوابِ لَوْلَا ہے ، یعنی لَهَلَكَ عُمَرُ ۔

(۲) مبتدا، کی خبر مقارنت کے معنی کو مشتمل ہو اور اس پر ایسی واؤ[۲] کے ذریعہ عطف کیا گیا ہو جو مَعَ کے معنی میں ہو ۔ جیسے : كُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهُ کہ دراصل كُلُّ رَجُلٍ مَقْرُوْنٌ مَعَ ضَيْعَتِهِ ہے معطوف نائب خبر ہوگا ۔

(۳) مبتدا، مصدر[۳] ہو اور اس کی نسبت چاہے فاعل کی طرف ہو یا مفعول کی طرف یا دونوں کی طرف ، اور اس کے بعد حال[۴] ہو ۔ یا مبتدا، اسم تفضیل ہو کہ اس کی اضافت مصدرِ صریح یا تاویلی کی طرف ہو ۔ جیسے : ضَرْبِيْ[۵] زَيْدًا قَائِمًا ۔ أَكْثَرُ شُرْبِي السَّوِيْقَ مَلْتُوْتًا ۔ حال نائب

---

۱ قرینہ یہ ہے کہ لَوْلَا بسبب وجودِ اوّل کے امتناعِ ثانی کے لیے آتا ہے تو اول کا موجود ہونا سمجھا گیا ، لہٰذا مَوْجُوْدٌ خبر محذوف ہے ۔ ۲ واؤ بمعنی مع خبر یعنی مَقْرُوْنٌ پر دال ہے ۔

۳ مصدر صریح ہو یا مصدر بالتاویل ہو ۔ جیسے : أَنْ ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا ۔ مصدر صریح کی مثال متن میں مذکور ہے

۴ حال چاہے فاعل سے ہو یا مفعول سے یا دونوں سے ۔ ۵ اس کی اصل تھی ضَرْبِيْ زَيْدًا حَاصِلٌ إِذَا كَانَ قَائِمًا ۔ كَانَ تامہ ہے بمعنی ثَبَتَ وحَصَلَ اور إِذَا كَانَ إِذَا حَاصِلٌ خبر کے لیے ظرف ہے ۔ بقیہ ص۱۳۵ حاشیہ پر

خبر ہوگا ۔

(۴) مبتدا مقسم بہ[1] ہو اور خبر قسم ہو ۔ جیسے : لَعَمْرُكَ لَأَفْعَلَنَّ كَذَا کہ دراصل لَعَمْرُكَ قَسَمِي ہے ۔ جواب قسم نائب خبر ہوگا ۔ (شرح جامی ص۹۷)

عائد اور رابط کا بیان

نکتہ : ایک مبتدا کی متعدد خبریں ہوسکتی ہیں اور خبر کے اندر اصل مفرد ہونا ہے اور اگر خبر جملہ ہو تو عائد کا ہونا ضروری ہے اور عائد کی کئی شکلیں ہوتی ہیں (۱) عائد کبھی ضمیر ہوتی ہے ۔ جیسے : زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوهُ (۲) کبھی الف لام ۔ جیسے : نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ جب کہ زید مبتدا ہو اور نِعْمَ الرَّجُلُ خبر مقدم (۳) کبھی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھ دیا جاتا ۔ جیسے ؛ اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ یا یوں کہیے کہ جب خبر عین مبتدا ہو تو خبر میں عائد کی ضرورت نہیں ۔ جیسے ؛ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ (الاشباہ والنظائر فی النحو ص۵۲) أَصْحَابُ الْيَمِينِ مبتدا ہے اور مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ خبر (تفسیر حقانی ص۳۵ قال فما خطبکم) (۴) کبھی خبر ہی مبتدا کی تفسیر کرتی ہے ۔ جیسے : قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ کہ ھو مبتدا کی تفسیر اَللّٰهُ أَحَدٌ کر رہا ہے (۵) کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبر کے اندر مبتدا کی کنیت کا ذکر ہوتا ہے، تو پھر کسی دوسرے رابط وعائد کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ جیسے :

بقیہ ص کے حاشیہ کا ۔ اور ظرف چونکہ اپنے متعلق (خبر) پر دلالت کرتا ہے تو خبر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اس کے بعد ظرف کو بھی مع فعل کے حذف کر دیا گیا کیونکہ حال اس کی قائم مقامی کرے گا ۔ بوجہ دونوں میں مشابہت خاص کے پس حال تو قائم مقام ظرف کے ہے اور ظرف قائم مقام خبر کے لہٰذا حد اوسط گرا کر نتیجہ نکلا کہ حال قائم مقام خبر کے ہے، لہٰذا قرینہ بھی موجود ہے کہ ظرف اپنے متعلق (خبر) پر دلالت کرتا ہے تو اس کے ذکر کی ضرورت نہیں اور قائم مقام بھی موجود ہے یعنی حال، وقیل أما القرينة فلأن استعمال المفردات في كلا مهم مخدوش ۔ (محمد حنیف) ترکیب الکافیہ ص۳۹

[1] لَعَمْرُكَ مبتدا مقسم بہ ہے اور اس کا لام قسم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ مقسم بہ بغیر قسم کے نہیں ہوسکتا ۔ لہٰذا قسمی محذوف ہے ۔ لام قسم داخل ہوتے وقت عمر کی عین کا ضمہ فتحہ سے بدل گیا اور حالت نصبی میں عمراً ہوگا یا اور کی

زَیْدٌ جَاءَ نِیْ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ ۔ ابو عبد اللہ سے زید کی کنیت مراد ہے،

(۶) کبھی خبر میں ایسا عموم ہوتا ہے جو مبتدار کو بھی شامل ہوتا ہے۔ جیسے: وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ اِلٰی قولہٖ تعالیٰ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ۔ (شرح جامی ص۹۶ و دیگر کتب)

خبر پر دخولِ فار

(۱) مبتدار اسم موصول ہو جو شرط کے معنی کو متضمن ہو اور صلہ جملہ فعلیہ ہو یا ظرفیہ مؤول بفعلیہ ہو۔ جیسے: اَلَّذِیْ یَاْتِیْنِیْ فَلَہٗ دِرْهَمٌ ، اَلَّذِیْ فِی الدَّارِ فَلَہٗ دِرْهَمٌ ۔

(۲) مبتدار اسم نکرہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ یا ظرفیہ ہو۔ جیسے: کُلُّ رَجُلٍ[1] یَاْتِیْنِیْ فَلَہٗ دِرْهَمٌ ، وَکُلُّ رَجُلٍ فِی الدَّارِ فَلَہٗ دِرْهَمٌ (شرح جامی، تسہیل الکافیہ ص۲۵)

فائدہ: مذکورہ شکلوں میں دخولِ فار و عدمِ دخولِ فار دونوں برابر ہیں اور اگر معنی شرط پر دلالت مقصود ہو تو خبر پر فار لانا واجب ہے اور اگر معنی شرط پر دلالت مقصود نہ ہو تو دخولِ فار ممتنع ہے۔

(نوٹ) پہلی شکل یعنی جہاں دخولِ فار و عدمِ دخولِ فار برابر ہے وہ ایسی جگہ ہے جہاں معنی شرط پر نہ تو دلالت مقصود ہوتی ہے اور نہ ہی عدمِ دلالت محض مبتدار معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے (شرح جامی ص)

نکتہ ۷۶

خبر ہمیشہ مرفوع ہوتی ہے حالانکہ مَنْ زَیْدًا کے اندر خبر یعنی زیدًا پر نصب آرہا ہے ایسا کیوں؟

الجواب:- یہاں اعراب حکائی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا رَاَیْتُ زَیْدًا (میں نے زید کو دیکھا) تو اس سے آپ کہیں مَنْ زَیْدًا (زید کون ہے؟) لہٰذا زَیْدًا کو اسی اعراب پر باقی رکھا گیا جس اعراب پر پہلے جملہ میں استعمال ہوا تھا (الفوائد الصمدیہ حاشیہ)

---

[1] کُلُّ رَجُلٍ معنیً موصوف ہے اور لفظاً موصوف صرف رَجُلٍ ہے نہ کہ کُلُّ رَجُلٍ (شرح جامی ص حاشیہ)

نکتہ ۴۷ جب ضمیر کا مرجع ایسی دو چیزیں ہوں جو عموماً ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوتی، مثلاً : عَیْنَانِ ، مِرْفَقَانِ، یَدَانِ رِجْلَانِ اور کَعْبَانِ وغیرہ تو مرجع کی طرف لوٹنے والی ضمیر واحد و تثنیہ دونوں لانا درست ہے اور اگر یہ دو چیزیں فاعل بنیں تو ان کو چاہے واحد استعمال کرو یا تثنیہ، جیسے : بَکَتْ عَیْنِیْ یا بَکَتْ عَیْنَایَ اور اگر یہ مبتدا بنیں تو ان کی خبر چاہے واحد لاؤ یا تثنیہ۔ جیسے : یَدَاہُ غُلَّتْ وَ یَدَاہُ غُلَّتَا۔ بہر دو صورت درست ہے (مسلک صحیح مرادام)

نکتہ ۴۸ خبر عوامِلِ لفظیہ سے خالی ہوتی ہے، حالانکہ : مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ کے اندر خبر پر باء جارّہ داخل ہے ؟

الجواب :- باء زائدہ ہے جو تاکید نفی کے لیے آیا ہے۔ جیسے : وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ (اور اللہ ان کے کاموں سے اصلاً بے خبر نہیں ہے)

نکتہ ۴۹ مبتدا لَوْلَا کے بعد واقع ہو تو حذف خبر واجب ہے،.... حالانکہ شاعر کے اس شعر میں خبر محذوف نہیں۔ جیسے ،

ع وَلَوْلَا خشیۃ الرحمٰن عندی ❊ جَعَلْتُ النَّاسَ کلّھم عبید ی[1]

ولولا الشعر بالعلماء یُزری ❊ لکنت الیوم اشعر من لبیدٖ[2] ،

عندی اور یزری خبر مذکور ہیں نہ کہ محذوف ؟

الجواب :- حذف خبر اس وقت ضروری ہے جب کہ خبر افعالِ عامہ میں سے ہو جب کہ مذکورہ شعر کے اندر خبر افعالِ عامہ میں سے نہیں ہے بلکہ خبر افعالِ خاصہ میں سے ہے۔ جیسے : یزری اور جب خبر افعالِ خاصہ میں سے ہو اور حذف

---

[1] ھذہ الاشعار للامام الکبیر ادریس الشافعیؒ ۔

[2] ترجمہ :- اور اگر مجھے اللہ کا خوف نہ ہوتا ❊ تو میں تمام لوگوں کو اپنا غلام بنا لیتا ۔
اور اگر شعر گوئی علماء کے شایان شان ہوتی ❊ تو یقیناً میں لبید شاعر سے بھی بڑا شاعر ہوتا

خبر پر کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر خبر کا ذکر کرنا ضروری ہے اور اگر حذف خبر پر قرینہ ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں جیسے: لولا انصارہ لھلکَ بھی درست ہے اور لولا انصارہ حمُوہ لھلاکَ بھی۔ (مستفاد از منتہی الارب ص۲۷ جامع الدروس ص۲۹۱ ج۲)

افعال عامہ چار ہیں

جو اس شعر میں مذکور ہیں۔

ع افعالِ عموم نزد اربابِ عقول: کونٌ است وثبوت است وجود است وحصول،

نکتہ ۵۰

لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔ مبتدا ہمیشہ مرفوع ہوتا ہے حالانکہ دِیْنِ کے نون پر کسرہ آرہا ہے؟

الجواب:۔ دراصل دینی ہے یاءِ متکلم کے ساتھ ہے، رفع تقدیری ہے اور یاءِ ضمیر متکلم تخفیفاً حذف کر دی گئی جس پر کسرۂ نون دال ہے۔

نکتہ ۵۱

الهندات افضلُ من عمرٍو مبتدا و خبر کے اندر مطابقت کا ہونا ضروری ہے حالانکہ یہاں مبتدا جمع مؤنث ہے اور خبر واحد مذکر؟

الجواب:۔ جب اسم تفضیل مِنْ کے ساتھ استعمال ہو تو ہمیشہ واحد مذکر ہی استعمال ہوگا، مبتدا چاہے جیسا ہو۔ جیسے: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ میں نحن مبتدا جمع مذکر ہے اور خبر اَقْرَبُ واحد مذکر ہے۔

نکتہ ۵۲

ضَرَبَ فعل ماضی، مِنْ حرف جر، مبتدا و مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے حالانکہ مذکورہ دونوں مثالوں میں ضَرَبَ (فعل) اور مِنْ (حرف) مبتدا و مسند الیہ بن رہے ہیں؟

الجواب:۔ یہاں ضَرَبَ اور مِنْ اسم کی تاویل میں ہیں اور مراد لفظِ ضَرَبَ اور لفظِ مِنْ ہیں ان کے معنی ملحوظ نہیں ہیں۔

نکتہ ۵۳ حرفا التفسیر أی وأن ۔ مبتدا مرفوع ہوتا ہے ۔ مگر مثالِ مذکور میں حرفا التفسیر مبتدا ہے اور بظاہر مرفوع معلوم نہیں ہوتا ؟

الجواب :- حرفا دراصل حرفانِ تھا جو تثنیہ ہے ، اور اس کی حالتِ رفعی الف اور نون کے ساتھ آتی ہے اور نونِ تثنیہ و جمع بوقتِ اضافت گر جاتا ہے لہٰذا حرفا التفسیر حالتِ رفعی میں ہے ۔

نکتہ ۵۴ غیر ذوی العقول کی جمع واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا مبتدا جب غیر ذوی العقول کی جمع ہو تو خبر کو واحد مؤنث بھی لا سکتے ہیں ، جیسے : الأقلام ثمينةٌ اور جمع مؤنث بھی لا سکتے ہیں جیسے : الأیام خالیاتٌ ۔ عجیب لطیفہ ملاحظہ ہو بابِ المتفرقات میں ۔

نکتہ ۵۵ جب جمع اور واحد میں تاء کا فرق ہو ۔ جیسے : بیضَۃٌ کی جمع بیض تو یہ جمع اگر مبتدا بنے ، تو خبر واحد مذکر اور اگر موصوف بنے تو صفت بھی واحد مذکر ، اور اگر فاعل بنے تو فعل بھی واحد مذکر استعمال ہوتا ہے ، جیسے : البیضُ اِنکسر ۔ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ۔ اِنکسرَ البیض ۔

نیز جب جمع کے حروف واحد کے حروف سے کم ہوں تو اس کے لیے واحد مذکر کا صیغہ بھی استعمال ہو سکتا ہے ، جیسے : إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ میں اَلْکَلِمُ کلمۃٌ کی جمع ہے جس کی صفت واحد مذکر ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اَلْکَلِمُ سے بَعْضُ الْکَلِمِ مراد ہے اسی لیے صفت واحد مذکر ہے کیونکہ بعض واحد ہے اور مذکر ہے ۔ (شرح جامی)

نکتہ ۵۶ بعض قبیلوں کی لغت میں أخ کا استعمال الف ہی کے ساتھ ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے مبتدا بظاہر مرفوع نہیں ہے جیسے أخاكَ الخ

شرح شذور الذہب ص۵۹

معرفہ ونکرہ کا بیان

اسم کی دو قسمیں ہیں (۱) معرفہ (۲) نکرہ

معرفہ: وہ اسم ہے جو متعین شئی کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے: زید، عمر، بکر وغیرہ

نکرہ: وہ اسم ہے جو غیر متعین شئی کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے: رجل، کتاب

معرفہ کی سات قسمیں ہیں (۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) اسمار اشارات (۴) اسمار موصولات (۵) معرّف باللام (۶) مضاف (یعنی وہ اسم نکرہ جو ان پانچ قسموں میں سے کسی کی طرف اضافت کی وجہ سے معرفہ بنا ہو) (۷) معرفہ بندار

(۱) مضمرات: ضمیر وہ اسم ہے جو متکلم یا حاضر یا ایسے غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر لفظاً یا معنیً یا حکماً پہلے آچکا ہو،

نکتہ ۵۷ ضمیر غائب کے لیے مرجع کا مقدم ہونا ناگزیر ہے، یہ تقدم یا تو لفظاً ہوگا، پھر لفظاً کی دو صورتیں ہیں حقیقتاً یا رتبتاً و تقدیراً

اول کی مثال جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ غُلَامَہٗ، غلامَہٗ کی ضمیر کا مرجع زید ہے

دوسرے کی مثال۔ جیسے: فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُوْسٰی، نَفْسِہٖ کی ضمیر کا مرجع موسیٰ ہے جو لفظاً تو مؤخر ہے مگر رتبتاً مقدم ہے، کیونکہ فاعل ہے اور فاعل کا حق مقدم ہونا ہے۔ یا ضمیر کا مرجع معنیً مقدم ہوگا (تقدم معنوی) خواہ لفظ سے مفہوم ہو۔ جیسے: اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی کے اندر ھو ضمیر کا مرجع عدل ہے جو لفظ اِعْدِلُوْا سے مفہوم ہوا، گویا مرجع ضمناً ہے۔ یا سیاق کلام سے

مفہوم ہو، جیسے : وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا. اَبَوَيْهِ کی ضمیر کا مرجع میّت مورث ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہو رہا ہے، کیونکہ وراثت کا ذکر چل رہا ہے، اور تقدم حکمی ضمیر شان وضمیر قصہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح نِعْمَ فعل مدح کی ضمیر اور رُبَّهٗ کی ضمیر میں مرجع تقدم حکمی سے تعلق رکھتا ہے۔

ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) بارز (۲) مُستتر۔

بارز: جو لفظوں میں ہو، جیسے قَالُوْا میں واؤ ضمیر بارز ہے۔

مستتر: جو پوشیدہ ہو۔ جیسے : اَلتِّلْمِيْذُ حَفِظَ دُرُوْسَهٗ، حَفِظَ میں ضمیر ھُوَ پوشیدہ ہے جو اَلتِّلْمِيْذُ کی طرف راجع ہے۔ ماضی کے دو صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب) اور باقی میں بارز۔ جبکہ وہ دونوں صیغے کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں، اور مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مُستتر ہوتی ہے (۱) واحد مذکر غائب (۲) واحد مؤنث غائب (۳) واحد مذکر حاضر (۴) واحد متکلم (۵) جمع متکلم، بقیہ صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے۔ اور امر حاضر معروف کے صرف واحد مذکر حاضر کے صیغے میں ضمیر مستتر ہوتی ہے باقی صیغوں میں ضمیر بارز ہوتی ہے اور صفت کے تمام صیغوں یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل کے اندر ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ مذکر ہو یا مؤنث، واحد ہو یا تثنیہ یا جمع، جبکہ یہ کسی اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہوں، اور اگر اسم ظاہر کی طرف مسند ہوں تو ضمیر مستتر نہیں ہوگی۔ جیسے : أَقَائِمٌ اِلزَّيْدَانِ کہ فاعل اَلزَّيْدَانِ ہے۔

ضمیر کی دو قسمیں ہیں (۱) متصل (۲) منفصل۔

متصل: وہ ضمیر ہے جو غیر مستقل ہو تنہا استعمال نہ ہو سکتی ہو، اور یہ مرفوع منصوب ومجرور تینوں ہوتی ہے۔ مرفوع متصل۔ جیسے: ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا۔ ضَرَبَ وغیرہ۔ منصوب متصل، جیسے۔ ضَرَبَنِيْ ضَرَبَنَا ضَرَبَكَ

وغیرہ ۔ مجرور متصل ۔ جیسے : لِیْ لَنَا ۔ غلامِیْ وغیرہ

منفصل :۔ وہ ضمیر ہے جو مستقل ہو اور یہ مرفوع و منصوب ہوتی ہے نہ کہ مجرور ۔ مرفوع منفصل ۔ جیسے : اَنَا نَحْنُ وغیرہ ۔ منصوب منفصل ۔ جیسے اِیَّایَ اِیَّانَا وغیرہ

ضمیر فصل و عماد وہ ضمیر ہے جو مبتداء و خبر کے درمیان لائی جائے بطریقِ جواز ۔ جبکہ مبتداء و خبر دونوں معرفہ ہوں یا خبر اَفْعَلُ التفضیل بمِنْ ہو (کیونکہ اَفْعَلُ التفضیل بمِنْ معرفہ کے ساتھ ملحق ہے) اس پر دخول الف لام کے ممتنع ہونکی وجہ سے ۔ تاکہ خبر کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے اور جہاں التباس کا خوف نہ ہو تو وہاں طَرْدًا للباب ضمیر فصل لائی جاتی ہے ۔ جیسے کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ کے اندر ضمیر موصوف نہیں بن سکتی تو اَلرَّقِیْبَ صفت ہی کس کی بنے اور اگر مبتدا رو خبر نکرہ ہوں تو اب بھی صفت کے ساتھ التباس ہے ۔ لہٰذا قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ضمیر فصل لائی جائے مگر ضمیر فصل نہیں لائی جائے گی (شرح جامی صفحہ ۲۱ حاشیہ) **أمثلة**

ضمیر فصل : اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ، عَلِمْتُ زَیْدًا هُوَ الْفَاضِلَ ، زَیْدٌ هُوَ الْمُنْطَلِقُ کَانَ زَیْدٌ هُوَ اَفْضَلَ مِنْ عَمْرٍو ۔ ضمیر فصل افراد ، تثنیہ ، جمع ، تذکیر و تانیث ، تکلم خطاب ۔ غیبت میں مبتداء کے مطابق ہوگی نہ کہ خبر کے ۔ کبھی ضمیر فصل خبر کے فعل مضارع و فعل ماضی ہونے کے وقت میں بھی آجاتی ہے ۔ جیسے : وَمَکْرُ اُولٰٓئِکَ هُوَ یَبُوْرُ وَ اِنَّهٗ هُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی ، اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ (شرح جامی صفحہ ۲۱ حاشیہ مسلک مراد صفحہ ۲۲)

ضمیر فصل کے اعراب کے بارے میں نحویوں کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کا کوئی محلِ اعراب نہیں بلکہ یہ حرفِ فصل ہے مبنی علی الفتح اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا محلِ اعراب اس کے ماقبل کا محلِ اعراب ہے اور عند البعض اس کا محلِ اعراب اس کے مابعد کا محلِ اعراب ہے لیکن اس جیسے قول (کَانَ زَیْدٌ هُوَ الْفَائِزُ) میں هُوَ ضمیر فصل محلِ رفع میں ہے اور اَلْفَائِزُ خبر پھر جملہ ہو کر کَانَ کی خبر ہے ۔ نیز کَانَ زَیْدٌ هُوَ الْفَائِزُ

پڑھنا بھی درست ہے (المعجم المفصل ص۲۵۹ ج۲)

ضمیر شان وقصہ وہ ضمیر غائب ہے جس کا کوئی مرجع نہ ہو اور شروع جملہ میں لائی جائے اور بعد والا جملہ اس کی تفسیر کرتا ہو مذکر کی ضمیر کو ضمیر شان اور مؤنث کی ضمیر کو ضمیر قصہ کہتے ہیں، جیسے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ هِيَ زَيْنَبُ قَائِمَةٌ کے اندر هُوَ ضمیر شان اور هِيَ ضمیر قصہ ہے۔

(نوٹ) ضمیر نہ موصوف بنتی ہے، نہ صفت، (تحفۃ النحادمیہ ص۱۹۴)

نکتہ ۵۸ ضاربان، ضاربون کے اندر تو الف اور واؤ بارز ہیں حالانکہ صفت کے تمام صیغوں کے اندر ضمیر مستتر ہوتی ہے فکیف التوفیق؟

الجواب: یہاں الف اور واؤ ضمیر بارز نہیں بلکہ الف علامت تثنیہ ہے اور واؤ علامت جمع، کیونکہ ضمیر متغیر نہیں ہوتی اور یہ دونوں متغیر ہوتے رہتے ہیں یعنی حالت رفعی میں ضَارِبَانِ، ضَارِبُوْنَ اور حالت نصبی میں ضَارِبَيْنِ. ضَارِبِيْنَ۔

نکتہ ۵۹ فَلَا مُزْنَةٌ وَدَقَتْ وَدْقَهَا، وَلَا اَرْضُ اَبْقَلَ اِبْقَالَهَا اَبْقَلَ کی ضمیر فاعل کا مرجع مؤنث ہے اور جب ضمیر کا مرجع مؤنث ہوتا ہے تو فعل بھی مؤنث لایا جاتا ہے حالانکہ اَبْقَلَ مذکر ہے؟

الجواب: ضرورت شعری کی وجہ سے قاعدہ کی خلاف ورزی کی گئی، اور اشعار میں اسکی گنجائش رہتی ہے (حل الشواہد ص۳۰ آخر کتاب)

نکتہ ۶۰ جَزٰى رَبُّهٗ عَنِّىْ عَدِيَّ ابْنَ حَاتِمٍ، جَزَاءَ الْكِلَابِ الْعَاوِيَاتِ وَقَدْ فَعَلَ۔ ربّہ کی ضمیر کا مرجع عدی ہے، جو لفظاً و رتبتاً مؤخر ہے۔ لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم آیا؟

الجواب: ایک جواب تو یہ ہے کہ ربّہٗ کی ہٗ ضمیر کا مرجع جزاء ہے

جو جزئی فعل کے ضمن میں مفہوم ہو رہا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جن سات جگہوں میں ضمیر کا مرجع لفظاً و رتبتاً مؤخر ہوتا ہے ان میں سے ایک جگہ یہ بھی ہے سات جگہیں جہاں مرجع ضمیر سے لفظاً و رتبتاً موخر ہے۔ (۱) ضمیر شان وقصہ کے اندر (مثال گذر چکی) (۲) ضمیر اپنے مفسر کی مخبر عنہ (مبتدا) بن رہی ہو۔ جیسے: اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا یعنی مَا الحیاۃ الاحیاتنا الدنیا (۳) وہ ضمیر جس کی تفسیر تمیز کے ذریعہ کی گئی ہو مثلاً باب نِعْمَ کے اندر جیسے نِعْمَ رَجُلًا زَیْدٌ کہ نِعْمَ کے اندر ھُوَ ضمیر مستتر ہے اور یہ ضمیر ہر حال میں مفرد ہی رہیگی، تمیز چاہے جیسی ہو۔ نیز نِعْمَ کا فاعل زَیْدٌ ہونا اور رجلاً اس کی تمیز ہونا بھی ممکن ہے (۴) وہ ضمیر جو مدخولِ رُبَّ ہو۔ جیسے: رُبَّهٗ رَجُلًا الخ اس ضمیر کی تفسیر تمیز کے ذریعہ سے متعین ہے نیز کافیہ کے اندر حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ اس کا مرجع ذہن میں ہوتا ہے۔ (۵) تنازع فعلان کے اندر، کہ پہلا فعل ضمیر مرفوع کا محتاج ہو اور دوسرے فعل کو عمل دے دیا جائے۔ جیسے قَامَا وَقَعَدَ اَخَوَاكَ (۶) وہ ضمیر جو ترکیب میں مبدل منہ بنے اور اس کا بدل اسمِ ظاہر بعد میں آرہا ہو۔ جیسے آپ ابتدائے کلام میں کہیں ضربته زیدًا (۷) وہ ضمیر جو فاعلِ مقدم سے ملی ہوئی ہو اور مفعول بہ مؤخر کی طرف راجع ہو، جیسے: مصرع، جَزَیٰ رَبُّهٗ عَنِّیْ عَدِیَّ ابنَ حَاتِمٍ کے اندر ربّہ کی ضمیر عدی کی طرف لوٹ رہی ہے جو لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبتاً بھی مؤخر ہے کیونکہ یہ مفعول بہ ہے (الاشباہ صفحہ ۴۰ ج ۲)

نکتہ ۶۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ ۃ ضمیر کا مرجع کہیں نظر نہیں آرہا ہے؟

الجواب: ۃ ضمیر کا مرجع قرآن ہے جو بربنائے شہرت ظاہر نہیں کیا گیا، گویا ضمیر اپنے مرجع سے مستغنی ہے (تفسیر حقانی)

نکتہ ۶۲ وہ ضمیر جو مدخولِ رُبَّ ہو اور وہ ضمیر جو فعلِ مدح کے اندر ہوتی ہے وہ نکرہ مبہم ہوتی ہے جبکا ابہام ان کے مابعد کی تمیز دور کرتی ہے۔ (کافیہ)

نکتہ ۶۳ نکرہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر کے بارے میں نحویوں کے تین اقوال ہیں (۱) ضمیر مطلقاً نکرہ ہے (۲) ضمیر مطلقاً معرفہ ہے (۳) جس نکرہ کی طرف ضمیر لوٹ رہی ہے اگر اس کا نکرہ لانا ہی واجب ہے۔ تو ضمیر نکرہ ہے اور اگر وہ نکرہ بھی لایا جاتا ہے اور کبھی اس کی جگہ معرفہ بھی لایا جاتا ہے تو اس نکرہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر معرفہ ہے، جیسے: جَاءَنِی رَجُلٌ فَاَکْرَمْتُہٗ کے اندر ہٗ ضمیر منصوب کا مرجع رجلٌ ہے اور رَجُلٌ فاعل ہے اور فاعل معرفہ و نکرہ دونوں ہوتا ہے۔ برخلاف تمیز کے کہ وہ نکرہ ہی ہوتی ہے. لہٰذا ہٗ ضمیر کو معرفہ ہی کہیں گے نکرہ نہیں،

نکتہ ۶۴ غیر ذوی العقول کی جمع چونکہ واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے اسلیے اسکی طرف واحد مؤنث کی ضمیر عائد کی جاتی ہے جیسے وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ؕ انکدرت کی ضمیر ھِیَ کا مرجع النجوم ہے

نکتہ ۶۵ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ الآیۃ اَلْکَلِمَ غیر ذوی العقول کی جمع ہے جو واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے حالانکہ اس کی طرف مَوَاضِعِہٖ کی ضمیر مذکر لوٹ رہی ہے ؟

الجواب :- اعتراض آپکا معقول ہے مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ اگر جمع کے اندر واحد سے کم حرف ہوں تو اس جمع کو واحد مذکر کے حکم میں ماننا بھی جائز ہے بنا بریں اَلْکَلِمَ کی طرف مذکر کی ضمیر عائد کی گئی۔

نکتہ ۶۶ وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ پ۱۴ ع

اَنْعَام غیر ذوی العقول کی جمع ہے جو واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے حالانکہ اس کی طرف بُطُوْنِہٖ کی ہٖ ضمیر مذکر عائد ہے ضمیر مؤنث ہونی چاہیے تھی ؟

الجواب :- سیبویہ کے نزدیک اَنْعَام اسم جمع ہے جس کی طرف مذکر کی ضمیر لوٹائی جاسکتی ہے، نیز بعض حضرات یوں بھی فرماتے ہیں کہ اَنْعَام سے بعض اَنْعَام مراد ہیں اور لفظِ بعض مذکر ہے لہذا مذکر کی ضمیر لانے میں کوئی حرج نہیں ہے ،

نکتہ ۶۷ مضاف واحد ہو اور مضاف الیہ جمع ہو. تو مضاف جمعیت کے معنیٰ مضاف الیہ سے حاصل کرلیتا ہے لہذا اس مضاف کی جانب جمع کی ضمیر لوٹائی جاسکتی ہے ،

نکتہ ۶۸ چار جگہوں میں ضمیر منفصل ہی استعمال ہوتی ہے (۱) ضمیر عامل پر مقدم ہو، جیسے : اِیَّاكَ نَعْبُدُ (۲) عامل اور ضمیر میں فصل ہو. جیسے : اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ (۳) عامل محذوف ہو جیسے : اِیَّاكَ وَالْاَسَدَ (۴) عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے ۔ وَمَا اَنْتَ قَائِمًا

نکتہ ۶۹ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان حرف عطف "اَوْ" ہو تو ان کی طرف لوٹنے والی ضمیر واحد کی ہوگی نہ کہ تثنیہ کی کیونکہ اَوْ کے ذریعہ عطف کی شکل میں دونوں مراد نہیں ہونگے بلکہ ایک مراد ہوگا ،

نکتہ ۷۰ اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ ۔ ھا ضمیر کا مرجع قرآن ہے حالانکہ قرآن مذکر ہے ؟

الجواب :- جو ضمیر مرجع و خبر کے درمیان دائر ہوتی ہے تو وہاں پر خبر کی رعایت کرتے ہیں نہ کہ مرجع کی ، (بیان القرآن صفحہ ۶) (تحریر سنبٹ صفحہ ۱۲)

معرفہ کی دوسری قسم علم ہے | علم وہ اسم ہے جو بلا قید متعین شئی کے لیے وضع کیا

گیا ہو، مثلاً۔ الف لام اضافت وغیرہ کی قید سے متعین نہ ہوا ہو
علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) علم شخصی جو متعین شئی پر دلالت کرے جیسے: زید، دہلی۔ (۲) علم جنسی، یعنی جو متصف بالماہیت پر دلالت کرے، اور کبھی سامنے موجود پر، جیسے: اُسامہ۔ مجیب الندا ص۵۵ پر مذکور ہے کہ علم جنسی وہ ہے جو معین فی الذہن کے لیے وضع کیا گیا ہو اور علم شخصی جو معین فی الخارج کے لیے۔ یا پھر علم کی تعریف یہ کیجیے کہ علم وہ ہے جس کو واضع نے وضع کرتے وقت ماہیات کا خصوصیاتِ شخصیہ کے ساتھ لحاظ کیا ہو جیسے، زید۔

نکتہ ۷۱ علم سے مراد اگر وصفِ مشہور لیا جائے تو پھر علم معرفہ نہیں رہیگا جیسے لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوسٰى، اَیْ لِكُلِّ مُبْطِلٍ مُحِقٌّ، جیسے

شعر۔
ظلم جب حد سے بڑھتا ہے قدرت کو جلال آجاتا ہے
فرعون کا سر جب اٹھتا ہے موسیٰ کوئی پیدا ہوتا ہے

اسی طرح ایک نام سے کسی جماعت کا نام رکھ دیا جائے پھر اس جماعت کے کسی فردِ غیر معین کو مراد لیا جائے جیسے کہیں هٰذَا زَيْدٌ- رَأَيْتُ زَيْدًا اٰخَرَ- زَيْدًا نکرہ ہے جس کی طرف صفت نکرہ لاکر اشارہ کیا اور اس زید سے مراد اس جماعت کا ایک فرد ہے لاعلی التعیین۔ (شرح جامی ص۵۴)

نکتہ ۷۲ عَلَم چار طرح کے ہوتے ہیں (۱) مفرد جیسے: زید، محمود (۲) مرکب اضافی جیسے: عبداللہ (۳) مرکب منع صرف۔ جیسے حسین احمد، (۴) مرکبِ اسنادی جیسے: جَاءَ الْحَقُّ۔ جب کہ کسی کا نام رکھدیں
عَلَم کی چند قسمیں ہیں:۔ (۱) لقب (۲) کنیت (۳) تخلص (۴) نسبت (۵) عرف
لقب: وہ اسم ہے جو عظمت کو ظاہر کرے۔ جیسے: امام اعظم، شیخ الاسلام، یا ذلت کو ظاہر کرے۔ جیسے قُفَّة (پست قد) اخفش (چندھا) عُنْدُرٌ

(شور مچانے والا) قُصَیْرٌ (بہت پستہ قد)

کنیت: وہ اسم ہے جس کے شروع میں اَبٌ یا اِبْنٌ. یا بِنْتٌ یا اَخٌ. یا اُخْتٌ یا عَمٌّ. یا خَالٌ. یا خَالَۃٌ. یا اُمٌّ ہو۔ جیسے: ابوبکر، اُمِّ تمیم وغیرہ اور یہ لقب اور علم کے علاوہ ہو۔ کبھی کنیت تنہا استعمال ہوگی اور کبھی نام و لقب کے ساتھ اور کنیت بعض حیوانات کی بھی ہے مثلاً شیر کیلیے ابوالحارث اور بجّو کے لیے اُمِّ عامر،

اگر نام اور لقب دونوں ایک جگہ جمع ہوں تو لقب کو مؤخر کرنا ضروری ہے، اور دونوں مفرد ہوں تو پہلے کی دوسرے کی طرف اضافت کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے سَعِیْدُ کُرْزٍ. اور اگر دونوں مضاف ہوں (یعنی نام و لقب) یا ایک تو اس وقت اضافت درست نہیں ہے،

تخلص: جو شعراء اپنے لیے متعین کر لیتے ہیں۔ جیسے: غالبؔ، اسداللہ خاں، اور شوق علامہ ظہیر الحسن نیموی کے لیے،

عُرف: یعنی کسی لفظ کے ساتھ شہرت ہو جائے۔ جیسے حضرت جی مولانا الیاس صاحب کاندھلوی رح کے لیے،

نسبت: کبھی محض نسبت ہی کے ساتھ آدمی کی شہرت ہو جاتی ہے، نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ جیسے: حضرت تھانوی رح. حضرت مدنی رح.

اسمِ جنس: ہر وہ اسم ہے جس کو واضع نے افراد سے قطع نظر کرکے مفہومِ کلی کے لیے وضع کر کے محض نفس ماہیت کا تصور کیا ہو۔ جیسے: اسد کہ حیوانِ مفترس کی ماہیت کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ (شرح جامی صہ۵، حاشیہ مطبع اشرفی بکڈپو مطبوعہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۹۸۵ء)

علم جنس: وہ ہے کہ واضع نے اس کو وضع کرتے وقت ماہیت کا خصوصیات ذہنیہ کے ساتھ تصور کیا ہو جیسے: حضاجر بجّو کے لیے موضوع ہے اس کے عظیم البطن ہونے کے تصور کے ساتھ۔ (شرح جامی صہ۵)

معرفہ کی تیسری قسم اسمِ اشارہ ہے

اسمِ اشارہ: وہ اسم ہے جو مشارٌ الیہ کی تعیین کے لیے وضع کیا گیا ہو۔

مشارٌ الیہ: وہ شئی ہے جس کی طرف ہاتھ یا آنکھ سے اشارۂ حسیہ کیا جائے، اسمِ اشارہ پانچ ہیں۔ چھ معانی کے لیے (۱) ذَا واحد مذکر کے لیے (۲) ذَانِ ذَیْنِ تثنیہ مذکر کے لیے (۳) تا، تی، تِہٖ، تِھِیْ، ذِہٖ، ذِھِیْ واحد مؤنث کے لیے (۴) تَانِ تَیْنِ تثنیہ مؤنث کے لیے (۵) اُولَاءِ جمع مذکر و مؤنث کے لیے۔

قاعدہ۔ کبھی اسمِ اشارہ کے شروع میں ھا تنبیہ بڑھا دیتے ہیں اور کبھی آخر میں کاف خطاب کا بڑھا دیتے ہیں۔ جو مخاطب کے حال پر دلالت کرتا ہے کہ مخاطب واحد ہے یا تثنیہ یا جمع۔ مذکر ہے یا مؤنث جیسے ذَا سے ھٰذَا اور ذَاكَ۔ اور حرفِ خطاب کا ترجمہ نہیں ہوگا اور کاف سے پہلے لام مکسور بھی بڑھا دیا جاتا ہے، جیسے: ذٰلِكَ لہٰذا ذَا قریب کے لیے اور ذاك متوسط کے لیے اور ذٰلِكَ بعید کے لیے ہے۔ جب اسمِ اشارہ سے حرفِ خطاب کو حذف کر دیں تو اشارہ قریب کے لیے ہوگا اور آخر میں کافِ خطابی کے ہوتے ہوئے شروع میں ھا تنبیہ کا بڑھایا جا سکتا ہے، جیسے ھٰذَاكَ لیکن لامِ بُعد کے ہوتے ہوئے شروع میں ھاءِ تنبیہ نہیں بڑھایا جاوے گا (المعجم الوسیط)

قاعدہ:- اسمِ اشارہ اور مشارٌ الیہ اعراب، تذکیر و تانیث، واحد و تثنیہ و جمع میں یکساں ہوتے ہیں

نکتہ ۳:- کبھی عظمتِ مشارٌ الیہ کی بناء پر اسمِ اشارہ بجائے قریب کے بعید کا استعمال ہوگا، جیسے۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ الخ۔ بجائے ھٰذَا الْكِتَابُ کے ذٰلِكَ الْكِتَابُ استعمال کیا۔

نکتہ ۷۴ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ الخ ترکیب میں اَللّٰہُ ذٰلِکُمْ کا مشارٌ الیہ ہے حالانکہ ذاتِ حق محسوس و مدرک نہیں ہے، اس لیے بظاہر لفظِ اللّٰہ کا مشارٌ الیہ بننا درست نہ ہوا؟

الجواب:- یہ مجاز پر محمول ہے نیز مشارٌ الیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) حقیقی (جو نظر آئے) (۲) اِدّعائی جو نظر تو نہ آئے مگر بہت زیادہ واضح ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اشارہ سے بالاتر ہیں ان کی طرف اشارہ حقیقی نہیں کیا جاسکتا

نکتہ ۷۵ ذَانِ وَذَیْنِ مبنی ہونے کے باوجود تغیّر کو قبول کرتے ہیں مثلاً حالتِ رفعی کے لیے ذَانِ اور حالتِ نصبی کے لیے ذَیْنِ ہے۔ ایسا کیوں؟

الجواب:- یہ تغیّر عامل کی وجہ سے نہیں بلکہ واضع نے ذَانِ کو حالتِ رفعی کے لیے علیحدہ وضع کیا ہے اور ذَیْنِ کو حالتِ نصبی کے لیے علیحدہ، یہی حال اَللَّذَانِ، اَللَّذَیْنِ اسماءِ موصولات کا بھی ہے۔

نکتہ ۷۶ اسمِ اشارہ خود مبہم ہونے کے باوجود عَلَم، یا عَلَم کی طرف مضاف ہونے والے کلمہ کی، یا ضمیر کی طرف مضاف ہونے والے کلمہ کی صفت بن سکتا ہے جیسے: مَرَرْتُ بِزَیْدٍ ھٰذَا (کافیہ)

نکتہ ۷۷ جب مشارٌ الیہ خبر اور مرکب اضافی نہ ہو تو وہ ہمیشہ معرف باللام ہوگا۔ جیسے: ھٰذَا الْمَسْجِدُ کَبِیْرٌ۔

نکتہ ۷۸ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا پ۲۴ ع۴۔ اسمِ اشارہ مشارٌ الیہ سے پہلے آتا ہے حالانکہ یہاں بعد میں آرہا ہے؟

الجواب:- جب مشارٌ الیہ مرکب اضافی ہو کلامِ ناقص میں تو اسمِ

اشارہ بعد میں آتا ہے،

معرفہ کی چوتھی قسم اسمِ موصول ہے

اسمِ موصول : وہ اسم ہے جو بغیر صلہ کے جملہ کا جزءِ تام نہ بن سکے،

صلہ : وہ جملہ (حقیقی یا تاویلی) خبریہ ہے جو موصول کے ابہام و اجمال کو دور کرے اور اس کے اندر ایک عائد ہو، جو موصول کی طرف لوٹے۔ جیسے: جَاءَنِیْ الَّذِیْ ضَرَبَ " ضَرَبَ کے اندر ایک ضمیر ہے جو اَلَّذِیْ کی طرف لوٹ رہی ہے، لہٰذا اَلَّذِیْ اسمِ موصول ہے اور ضَرَبَ جملہ ہو کر اس کا صلہ ہے،
اور کبھی اس عائد کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جبکہ وہ مفعول ہو۔ جیسے: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ الآیۃ اگر ضمیر فاعل کی ہو تو پھر حذف جائز نہیں کیونکہ حذف فاعل ممتنع ہے۔ اور اگر ضمیر مجرور واقع ہے تو اس کا حذف بھی جائز نہیں کیونکہ کثرتِ حذف (جار و مجرور دونوں کا حذف) لازم آئیگا۔

اسماءِ موصولات اَلَّذِیْ، اَلَّذَانِ، اَلَّذَیْنِ، اَلَّذِیْنَ، اَلَّتِیْ، اَللَّتَانِ، اَللَّتَیْنِ، اَللَّاتِیْ، اَللَّوَاتِیْ، اَللَّائِیْ، مَنْ، مَا، اَیٌّ اور اَیَّۃٌ، ذُوْ بنی طے کی لغت میں، اور اسمِ فاعل و اسمِ مفعول پر داخل ہونے والا الف لام اور ذَا۔

نوٹ: ذُوْ اسمِ موصول میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ (ملخۃ الاعراب صفحہ حاشیہ)

نکتہ ۷۹ صلہ تو جملہ خبریہ ہوتا ہے حالانکہ " وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " کے اندر " مَنْ " اسمِ موصول کا صلہ جار مجرور ہے۔ یعنی " فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "؟

الجواب: جار مجرور کسی فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہو کر جملہ خبریہ بنکر صلہ بنے گا، لہٰذا کوئی اعتراض نہیں،

نکتہ ۸۰

ایک جملہ نظر سے گزرا یعنی " بعد اللتیا والتی "
مگر یہ عجیب اسم موصول ہے کہ صلہ کے بغیر ہی استعمال ہوتا ہے! تحقیق یہ ہے کہ " اللتیا " خلافِ قیاس اَلَّتِیْ کی تصغیر ہے کیونکہ تصغیر میں فا کلمہ مضموم ہونا چاہیے مگر اہلِ عرب نے اس کے عوض میں آخر میں الف زیادہ کر دیا ہے، اور ان دو لفظوں سے کلامِ عرب میں ان مصائب سے کنایہ کیا جاتا ہے جن کا بیان بوجہ صعوبت نہیں ہوسکتا اور ان دونوں کا صلہ حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ ان مصائب کی عظمت پر تنبیہ ہو۔ (الفوائد العجیبہ)

نکتہ ۸۱

" جَاءَ الَّذِیْ اَلْیَوْمَ " ظرف صلہ بن سکتا ہے حالانکہ عبارتِ مذکورہ میں ظرف کا صلہ بننا نحویوں کے نزدیک صحیح نہیں ؟

الجواب: ظرف اس وقت صلہ بن سکتا ہے جب کہ اس سے فائدۂ تامہ حاصل ہو، ورنہ نہیں لہذا یہاں " اَلْیَوْمَ " صلہ نہ بن سکے گا۔

نکتہ ۸۲

صلہ کے اندر تو عائد (یعنی ضمیر وغیرہ) کا ہونا ضروری ہے۔ جو موصول کی طرف لوٹے حالانکہ۔ ع

سُعَادُ الَّتِیْ اَضْنَاكَ حُبُّ سُعَادَا ❊ وَاِعْرَاضُهَا عَنْكَ اسْتَمَرَّ وَزَادَا

کے اندر اَلَّتِیْ اَضْنَاكَ الخ صلہ ہے مگر اس میں کوئی ضمیر نہیں ؟

الجواب: کبھی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھ دیا جاتا ہے۔ لہذا حُبُّهَا کی ھاء کی جگہ " سُعَاد " اسم ظاہر کو رکھدیا گیا۔

نکتہ ۸۳

ذَا جیسے اسم اشارہ ہے ایسے ہی کبھی اسم موصول کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ اَیْ مَا الَّذِیْ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ۔ اس مثال میں " مَا " اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں ہوکر مبتدا،

ہے اور "ذَا" اسمِ موصول مع صلہ کے خبر ہے۔

نوٹ:۔ "ذَا" کے اسمِ موصول ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں (۱) ذَا سے پہلے مَنْ یا مَا استفہامیہ ہوں جیسے: مَاذَا اَنْزَلَ رَبُّكُمْ، مَنْ ذَا لَقِيْتَ اَیْ مَنِ الَّذِیْ لَقِيْتَهُ، (۲) ذَا . مَا کے ساتھ ملکر اسمِ واحد کے حکم میں نہ ہو گیا ہو جیسے: مَاذَا صَنَعْتَ کے اندر مَاذَا کو اَیَّ شَيْءٍ کے درجہ میں لے لیا اور یہ مفعول بہ مقدم بن جائے گا

نکتہ ۸۴ صِلہ کے اندر ضمیرِ مفعول ہو تو ابھی ابھی آپ نے فرمایا کہ اس کا حذف کرنا جائز ہے۔ حالانکہ جَاءَنِیْ الَّذِیْ مَاضَرَبْتُ اِلَّا اِیَّاهُ کے اندر اِیَّاهُ کا حذف درست نہیں ؟

الجواب :۔ حذف کرنے کا جواز اس وقت ہے جب کہ کوئی مانع نہ ہو مثلاً ضمیرِ مفعول "اِلَّا" کے بعد واقع ہو لہذا حذفِ ضمیر درست نہیں۔

نکتہ ۸۵ الف لام اسمی جو بمعنی اَلَّذِیْ ہوتا ہے وہ اسمِ فاعل و اسمِ مفعول کے علاوہ کبھی بوجہ ضرورتِ شعری ظرف اور جملہ اسمیہ اور فعلِ مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے۔ گو اسکا دخول بلا ضرورت ممنوع ہے، جیسے: شعر۔ مَنْ لَا یَزَالُ شَاكِرًا عَلَى الْمَعَهُ ؛ فَهُوَ حَرٍ بِعِیْشَةٍ ذَاتِ سَعَةٍ

ترجمہ:۔ جو کوئی اپنی داشتہ اشیاء پر ہمیشہ شاکر ہو تو وہ سزاوار ہے اس کا کہ اپنی زندگی فراخی پر بسر کرتا۔

اس شعر میں اَلْمَعَهُ بمعنی الذی معہ ہے، اسی طرح شعر

مَنَ الْقَوْمُ الرَّسُوْلُ اللهِ مِنْهُمْ، لَهُمْ دَانَتْ رِقَابُ بَنِیْ مَعَدٍّ

ترجمہ:۔ وہ کون لوگ ہیں جو رسول اللہ انہیں سے ہیں، ان کے سامنے بنی معد کی گردنیں جھکی پڑی ہیں،

اس شعر میں الرسولُ اللهِ بمعنی الذی رسول اللہ ہے

اسی طرح وَاذْ یَخْرُجُ الْیَرْبُوْعُ مِنْ نَافِقَائِهِ ، وَمِنْ جُحْرِهِ بِالشِّیْخَةِ الْیَتَقَصَّعُ

ترجمہ: جب جنگلی چوہا اپنے پوشیدہ گھر کے رخ سے نکلتا ہے اور اپنے گھر سے گھر کے مٹی کے ڈھیر کی طرف سے جس کا رنگ سفید ہے (نکلتا ہے) الیتقصّع پر الف لام اسم موصول کے معنی میں ہے۔ اخفش اور ابن مالک نے اس قسم کے الف لام کا مضارع پر داخل ہونا بلا ضرورتِ شعری بھی جائز کہا ہے۔ (حوالہ بحث الف لام ص۹)

معرفہ کی پانچویں قسم معرّف باللّام

معرفہ کی پانچویں قسم معرف باللّام ہے: یعنی جو الف لام سے معرفہ بنایا گیا ہو، بشرطیکہ الف لام عہدِ خارجی یا جنسی یا استغراقی ہو۔ زائد نہ ہو اور بعض لغت میں میم بھی معرفہ کا فائدہ دیتا ہے اور وہ بھی الف لام کے حکم میں ہے جیسے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قول "لیس من امبرّ امصیام فی امسفر" یہ لغت قبیلہ حمیر کی ہے

الف لام و تنوین میں باہم جوڑ نہیں

جس کلمہ پر الف لام داخل ہوتا ہے اس کلمہ پر کبھی بھی تنوین نہیں آتی۔

مندرجہ ذیل اسماء پر دخولِ الف لام ممتنع و محال ہے۔

(۱) منادیٰ پر جیسے: یَا غُلَامُ۔ البتہ "اَیُّ" و "اَیَّةُ" کے فصل کے ساتھ دخولِ الف لام درست ہے (۲) اسمِ مضاف باضافتِ معنویہ پر، البتہ اضافت لفظی میں مضاف پر الف لام داخل ہو سکتا ہے، جیسے "اَلضَّارِبُ الْوَلَدِ" (۳) علَم پر، البتہ جن ناموں پر الف لام شروع سے ہی داخل ہو تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے جیسے اَلْمَدِیْنَةُ (۴) غیر منصرف پر۔

نکتہ ۸۶

الف لام عہدِ ذہنی و الف لام زائدہ کا حکم: الف لام عہدِ ذہنی کا مدخول نکرہ کے حکم میں رہتا ہے۔ جیسے: "اَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ" کے اندر اَلذِّئْبُ سے کوئی متعین بھیڑیا مراد نہیں ہے۔ اسی طرح الف لام زائدہ سے بھی معرفہ نہیں بنتا بلکہ الف لام زائدہ محض تحسینِ کلام کے

لئے آتا ہے جیسے اَلْحَسَنُ اور اَلْحُسَیْنُ کے اندر الف لام زائد ہے۔

نکتہ ۸۷ حروفِ قمری پر داخل ہونے والا الف لام ان حروف کے تلفظ میں مدغم نہیں ہوتا جبکہ حروف شمسی پر داخل ہونے والا الف لام ان حروف کی آواز میں مدغم ہو جاتا ہے۔"

حروف قمری چودہ حروف ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے ابغ حجك وخف عقیمہ۔ ان کے علاوہ بقیہ حروف، حروف شمسی ہیں"

الف لام کے مدغم ہونیکی چند مثال ھوالتواب الرحیم. تحت الثریٰ، ۔ ھوالسمیع العلیم وغیرہ وغیرہ الف لام کے مدغم نہ ہونیکی مثال کالانثیٰ۔ ھوالباری، بحث الف لام ص۶-۷ ھوالقدیر وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ:۔ کل ۲۸ حروف ہوگئے، رہ گیا الف تو وہ الف لام کے بعد آتا ہی نہیں۔

نکتہ ۸۸ اسم اشارہ پر جب الف لام داخل ہو تو وہ اسم موصول بن جاتا ہے جیسے ذی سے الذی،

لسان العرب، بحث الف لام ص۸

نکتہ ۸۹ اسم فاعل واسم مفعول پر داخل ہونے والا الف لام بمعنیٰ اسم موصولی جب ہوتا ہے جب کہ اسم فاعل واسم مفعول بمعنیٰ حدوث ہوں۔ بحث الف لام ص۷

نکتہ ۹۰ الف لام حرف زائد کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) لازم (۲) عارض۔ لازم کی چار قسمیں ہیں (۱) الف لام بعوض حرف غیر

(۲) الف لام باعلام مرتجلہ (۳) الف لام باعلام منقولہ (۴) الف لام لغرض علمیت اسم جنس

پہلی قسم یعنی الف لام محذوف کا عوض ہو جیسے اللّٰہ کا الف لام کہ اصل اِلٰہ ہے ہمزہ کی جگہ الف لام لایا گیا پھر بوجہ شدت اتصال الف لام لازم کا لجزء ہو گیا ،

دوسری قسم اعلام مرتجلہ وہ اعلام جنکا استعمال قبل علمیت کسی دوسرے معنی میں نہ ہوا ہو جیسے اَلْیَسَعُ یہ لفظ بادی النظر میں عبرانی ہے اور الف لام جزء کلمہ ہے بعض کہتے ہیں کہ الیسع اولادِ ہارون سے تھے ،

تیسری قسم اعلام منقولہ وہ اعلام ہیں جو علمیت سے قبل کسی معنی میں مستعمل ہو اور بعد علمیت کے وہ معنی متروک ہو گئے ہوں ، جیسے اَللّٰاتُ ، اَلْعُزّٰی ،

لات یعنی لت کنندہ سویق ، ستو پیسنے والا ، طائف میں ایک شخص کا نام تھا جو ستو پیسا کرتا تھا ، پھر یہ علم شخصی بن گیا ، اور عزّٰی قبیلۂ غطفان میں ایک درخت کا نام تھا اَلْعُزّٰی بمعنی عزیزہ ،

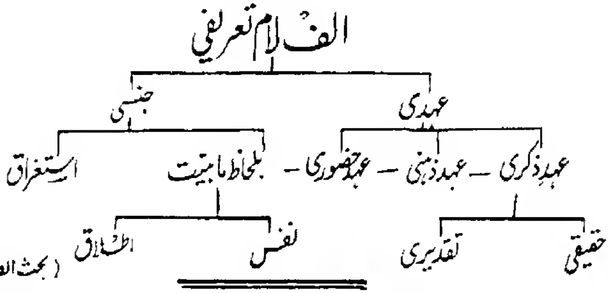
چوتھی قسم الف لام لغرض علمیت اسم جنس میں بھی غیر عوض ہوتا ہے جیسے النَّجم نجم ستارہ کو کہتے تھے مگر بعد دخولِ الف لام ثریا ستارہ کا نام ہو گیا ، اسیطرح اَلْبَیْتُ ۔ معنی گھر کے تھے ، مگر بیت الحرام کے لیے بعد علم متعین ہو گیا اور اَلْمَدِیْنَۃ معنی شہر کے تھے مگر بعد علمیت یثرب کے لیے متعین ہو گیا ،

الف لام زائدہ کی دوسری قسم عارض بیان کی تھی ، عارض کی دو قسمیں ہیں (۱) عارضِ عام (۲) عارضِ خاص ،

عارض عام وہ ہے جو نظم و نثر میں ملاحت اور وصفِ اصلی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے آئے اور ان میں قبل علمیت دخولِ الف لام کی صلاحیت ہو یہ اکثر اوصافِ مشتقہ پر آتا ہے جیسے : الحارث ، القاسم ، الحسن ، الحسین

کبھی مصدر پر بھی آتا ہے جیسے: اَلْفَضْلُ. اَلصُّغْریٰ. اَلْکُبْریٰ۔ اور محض اسماء پر بھی جیسے۔ اَلنُّعْمَان مگر یہ ضابطہ قیاسی نہیں کیونکہ محمد، علی، عائشہ، فاطمہ پر اہل عرب الف لام داخل نہیں کرتے۔ دیگر اعلامِ صفاتی پر اس کا دخول جائز خیال کیا جاتا ہے۔

عارض خاص :- یہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے ان اَعلام پر داخل ہوتا ہے جن میں اس کے دخول کی صلاحیت نہیں۔ جیسے العمرو، یہ الف لام اسماء بلاد پر بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے الکوفۃ، البصرۃ، الصنعاء، الدمشق، مگر یہ ضابطہ سماعی ہے چنانچہ اہل عرب مَکَّۃ و دِجلَۃ پر الف لام داخل نہیں کرتے۔ (حوالہ بحث الف لام صـ۱۸)



(بحث الف لام)

نکتہ ۹۱ الف لام مضاف الیہ کا عوض بنتا ہے جیسے فَاِنَّ الْجَنَّۃَ هِیَ الْمَاْوٰی اصل مَاْوَاہُ ہے عند البعض هِیَ الْمَاْوٰی لَهٗ ہے مگر صلہ میں الف لام مضاف الیہ کا عوض نہیں بنتا۔ (بحث الف لام صـ۲۲)

نکتہ ۹۲ الف لام استفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے اَلْ فَعَلْتَ بمعنی هَلْ فَعَلْتَ (بحث الف لام صـ۲۲)

نکتہ ۹۳ عہدِ ذکری وہ الف لام ہے جسمیں کسی خاص ماہیت کی طرف اشارہ ہو

(باقی صـ۱۵۹ پر)

الف لام کا دخول وعدمِ دخول کس علم پر ہوگا

علم کی دخولِ لام وعدمِ دخول کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں

(۱) الف لام کا علم پر عدمِ دخول واجب ہے (۲) الف لام کا علم پر دخول واجب ہے (۳) الف لام کا دخول صرف جائز ہے۔

قسمِ اول :- علَم نہ صفت ہو، نہ مصدر اور نہ ہی اس میں بوقتِ وضع الف لام ہو تو اس علَم پر الف لام داخل نہ ہوگا جیسے۔ أَسَدٌ. جَعْفَرٌ. زَيْدٌ. کسی کا نام رکھ دیں تو الف لام داخل کر کے نہیں پکار سکتے۔

نوٹ :- أَسَدٌ سے مراد اگر علَم نہ ہو بلکہ شجاع مرد۔ یا جنگل میں رہنے والا درندہ (شیر) مراد ہو تو اس وقت الف لام داخل کر سکتے ہیں،

قسمِ دوم :- کوئی کلمہ جنسی معنی میں استعمال تھا، پھر اس پر الف لام داخل کر کے کسی ایک معنی یا ایک فرد میں استعمال کرنے لگے پھر اس کلمہ کو معرف باللام کیا اور علَم بنایا۔ گویا ایسا ہو گیا کہ وہ الف لام کے ساتھ علَم بنایا گیا ہے،

جیسے : اَلنَّجْمُ، اَلصَّعِقُ، نجم مطلقاً ستاروں کا اسمِ جنس تھا پھر ایک ستارہ یعنی ثریّا میں استعمال ہونے لگا اور اسی کا علَم بن گیا۔ "صَعِقٌ" صاعقہ آسمان سے گرنے والی سخت قسم کی آگ (جو کڑک وگرج کے ساتھ گرتی ہے) کا نام تھا پھر یہ اس شخص کا یا اس شہر کا نام رکھ دیا جس کو اس آگ نے جلایا تھا۔

اسی طرح کوئی کلمہ نہ صفت ہو نہ مصدر اور اس کو معرّف باللام کر کے کسی کا علَم بنا دیا گیا۔ جیسے : " الدبران، الغبوق " (تحریر سنبٹ)

قسمِ سوم : وہ علَم جو الف لام کے ساتھ وضع نہیں ہوا، اور وہ دراصل صفت ہو یا مصدر یا ایسا اسمِ جنس ہو جس سے مدح کا قصد کیا گیا ہو جیسے اَلْاَسَدُ، یا ذم کا جیسے : اَلْكَلْبُ، تو اس پر الف لام داخل کر بھی سکتے ہیں اور اس سے گرا بھی

سکتے ہیں جیسے: مصدر مثلاً اَلْفُرْقَانُ ، اَلْفَضْلُ اور صفت جیسے اَلْحَسَنُ.
مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ۔ اس لیے محمد اور علی پر الف لام داخل نہیں کر سکتے
اَلزَّیْدَ انِ چونکہ علم نہیں اس لیے اس پر الف لام داخل ہو سکتا ہے۔ (شرح جامی)

معرفہ کی چھٹی قسم مضاف ہے یعنی وہ اسم جو مضاف بلاواسطہ یا بالواسطہ ہو۔ معرفہ کی مذکورہ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ ، غُلَامُ اُسْتَاذِكَ وغیرہ۔

قاعدہ:- مضاف پر الف لام اور تنوین نہیں آتی اور مضاف سے نون و تثنیہ و جمع بھی گر جاتا ہے اور مضاف اسم نکرہ اور مضاف الیہ معرفہ و نکرہ دونوں ہوتا ہے اور علامت اضافت کا، کے، کی، را، رے، ری، نا، نے، نی ہیں۔

قاعدہ: مضاف الیہ مجرور اور مضاف کا اعراب عامل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

نکتہ ۹۴ کبھی مضاف الیہ بجائے مجرور کے منصوب و مرفوع بھی ہوتا ہے جیسے تَزَوَّدَ مِنَّا بَیْنَ اُذُنَاهُ طَعْنَةً کے اندر "اُذُنَاهُ" بجائے یاء کے ساتھ استعمال ہونے کے الف کے ساتھ مستعمل ہے کیونکہ بعض لغت میں تثنیہ کا استعمال ہمیشہ الف ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی مخاطب کی رعایت کرتے ہوئے قاعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں سماعًا، اور کبھی عرف کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے: جَبَلُ اَبَا قُبَیْسٍ اور کبھی شہرت کی بنا پر قاعدہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں، جیسے: اَنَا ابْنُ اَبُوْطَالِبٍ کیونکہ شہرت ابوطالب کے ساتھ ہے نہ کہ ابی طالب کیساتھ۔

بقیہ ص۱۵۸ کا:- اور وہ ماہیت فرد واحد میں متحقق ہو جیسے فعصیٰ فرعون الرسول۔
عہد حضوری:- وہ الف لام جو کسی حاضر چیز پر داخل ہوا ہو اور اس کا مدخول متکلم اور مخاطب کو معلوم ہو اور یہ الف لام زمانہ حال پر دلالت کرنیوالے لفظ مثلاً الیوم یا مابعد اسم اشارہ وما بعد اَیُّ ندائیہ پر داخل ہوگا جیسے الیومَ اکملتُ لکم دینکم جاءنی ھذا الرجل یا ایھا الرجل لاتشتم الرجل

اضافتِ لفظی و معنوی

اضافتِ لفظی : وہ اضافت ہے جس میں مضاف صیغۂ صفت ہو اور اپنے معمول (یعنی فاعل یا مفعول) کی طرف مضاف ہو جیسے: حَسَنُ الْوَجْہِ۔
نوٹ : اضافتِ لفظی سے فقط تخفیف کا فائدہ حاصل ہوگا۔
اضافتِ معنوی ۔ وہ اضافت ہے جس میں مضاف صیغۂ صفت نہ ہو یا صیغۂ صفت تو ہو مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے : غُلَامُ زَیْدٍ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اضافتِ معنوی کے اندر اگر مضاف الیہ معرفہ ہے تو تعریف کا فائدہ حاصل ہوگا اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہے تو تخصیص کا فائدہ حاصل ہوگا
نوٹ : اگر مضاف صیغۂ صفت تو نہیں مثلاً مصدر ہے مگر اپنے معمول کی طرف مضاف ہے تو یہ بھی اضافتِ معنوی ہی ہے جیسے: اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًا

نکتہ ۹۵ اضافتِ معنوی کے اندر مضاف پر الف لام داخل نہیں ہوتا مگر شاذ و نادر جیسے ایک قراءت کے مطابق، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِلذِّکْرٰی ۔ اَلذِّکْر مضاف معرف باللام ہے۔ مگر یہ شاذ ہے ، اور اَلثَّلَاثَۃُ الْاَثْوَاب ، اَلْخَمْسَۃُ الدَّرَاهِم (مضاف معرف باللام کے ساتھ) والی ترکیب ضعیف ہیں اور اس طرح کی ترکیب کلامِ فصحاء میں متروک ہیں، (شرح جامی) البتہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے مضاف پر الف لام داخل ہو جاتا ہے، جیسے اسم موصول کے بیان میں آپ نے دیکھا ہوگا۔ الرسول اللہ منهم ـــــ

نکتہ ۹۶ اضافتِ لفظی سے تعریف کا فائدہ اس وقت ہوگا جبکہ مضاف معرف باللام ہو جیسے : مَرَرْتُ بِالرَّجُلِ

الحسن الوجہ (الاشباہ ص۲۴ ج۲)

نکتہ ۹۷ وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ (ایک قرأت یَوْمَ کے فتح کیساتھ بھی ہے) یومَ مضاف الیہ ہے حالانکہ مجرور نہیں ؟

الجواب :۔ یہاں بھی وہی قاعدہ جاری ہوگا جس کو ہم سابق میں بیان کرچکے ہیں۔ یعنی یہاں یومَ مبہم مبنی مثلاً اِذْ کی طرف مضاف ہے لہٰذا فتح کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں اور جر کے ساتھ بھی۔

نکتہ ۹۸ یَا بْنَ اُمَّ (اے میری ماں کے بیٹے) مضاف الیہ غیر منصرف بھی نہیں تو اس پر فتح کیوں ؟

الجواب :۔ دراصل اُمِّیْ تھا یٰ متکلم کو الف سے بدلا پھر الف کو تخفیفاً کثرتِ استعمال طول لفظ و ثقل تضعیف (میم مشدد) کی بنا پر حذف کردیا[1]

نکتہ ۹۹ اضافتِ معنوی بعض جگہوں میں تعریف و تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ نکرہ ہی حکم میں رہتی ہے مثلاً مضاف غیر، مثل، شبہ وغیرہ ہو یا مضاف نکرہ کی جگہ واقع ہو مثلاً حال، تمیز لانفی جنس کے اسم کی جگہ واقع ہو۔ تو اب یہ اضافت نکرہ ہی کے حکم میں رہے گی

نکتہ ۱۰۰ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ الآیۃ مضاف صیغۂ صفت ہے (اسم فاعل) حالانکہ پھر بھی یہ اضافت اضافتِ لفظی نہیں ؟

الجواب :۔ مضاف اگرچہ اس جگہ صیغۂ صفت ہے مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں (یعنی فاعل و مفعول بہ میں سے کسی کی طرف) بلکہ ظرف کی طرف مضاف ہے ـــــ اس لئے یہ اضافتِ لفظی نہیں ہے۔

---

[1] شرح جامی ص۱۰۶ غنیۃ الطالب ص۸۳

نکتہ ۱۰۱

مضاف الیہ اسم ہوتا ہے حالانکہ یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ کے اندر یَنْفَعُ فعل ہے؟

الجواب :- مضاف الیہ کا اسم ہونا عام ہے کہ حقیقتًا ہو جیسے: غُلَامُ زَیْدٍ یا حکماً ہو جیسے: یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ کہ یہ یوم اَنْ یَنْفَعَ الصَّادِقِیْن یا یَوْمَ نَفْعِ الصَّادِقِیْنَ کی تاویل میں ہے ___ یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ کبھی مضاف الیہ جملہ بھی ہوتا ہے، خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔

اضافتِ معنوی کی تین قسمیں ہیں،

(۱) اضافتِ فِیْ : اور فِیْ مضاف الیہ سے قبل اس وقت مقدر ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ مضاف کے لیے ظرف ہو جیسے: صَلٰوۃُ اللَّیْلِ،

(۲) اضافتِ مِنْ : اور مِنْ مضاف الیہ سے پہلے اس وقت مقدر ہوتا ہے جبکہ مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسے خَاتَمُ فِضَّۃٍ (چاندی کی انگوٹھی)

(۳) اضافتِ لام : اور یہ اس وقت ہوگی جب کہ مضاف الیہ نہ ظرف ہو اور نہ ہی مضاف کی جنس سے ہو بلکہ مضاف مضاف الیہ کا جزء ہو جیسے یَدُ زَیْدٍ یا مضاف الیہ کا مملوک ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ یا مضاف رشتہ دار ہو مضاف الیہ کا جیسے عَمُّ زَیْدٍ یا مضاف مضاف الیہ پر مشتمل ہو، جیسے: ثَوْبُ زَیْدٍ، اور جب مضاف و مضاف الیہ میں ___ کوئی تعلق نہ ہو تو جب بھی اضافتِ لامیہ ہی ہوگی جیسے عَقَائِدُ الْاِسْلَامِ جبکہ اسلام سے مراد اقرار باللسان ہو اور عقائد سے مراد تصدیق قلبی،

نکتہ ۱۰۲

مضاف ہونا اسم کا خاصہ ہے حالانکہ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ کے اندر مَرَرْتُ فعل ہے، اور مضاف ہے۔؟ (حاشیہ شرح جامی)

الجواب :- مضاف اس وقت اسم ہوتا ہے جب کہ مضاف الیہ سے

قبل حرفِ جر ظاہر نہ ہو جیسے غُلَامُ حَامِدٍ اور اگر حرفِ جر ظاہر ہو مقدر نہ ہو تو اس وقت مضاف فعل ہوگا مگر فعل کو مضاف کہنا متروک ہے اسی لیے فعل و فاعل کی ترکیب کرتے ہیں۔

نکتہ ۱۰۳ کبھی کبھی ایک ہی ترکیب میں متعدد مضاف و مضاف الیہ ہوتے ہیں۔ جیسے: ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ،

نکتہ ۱۰۴ عَلَمِ ذاتی کی اضافت نہیں ہوتی لیکن عَلَمِ صفاتی کی اضافت ہو جاتی ہے، جیسے: سُبْحَانَهُ. بعض اقوال کے مطابق سُبحان۔ اللہ کا صفاتی نام ہے اور اضافت ہو رہی ہے،

نکتہ ۱۰۵ مضاف پر تنوین نہیں آتی۔ حالانکہ " وَجَعَلْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ" کے اندر بَعْضٍ مضاف ہے کیونکہ اس کی اصل بَعْضِهِمْ ہے اور اس پر تنوین داخل ہے؟

الجواب:۔ بَعْضٍ پر تنوین، تنوینِ عوض ہے یعنی مضاف الیہ کے عوض میں ہے، اگر تنوین نہ آتی تو پھر اس کو مضاف کہنا ہی کیوں کر درست ہوتا کیونکہ اس کو مضاف کہنے کی کوئی علامت موجود نہیں۔

نکتہ ۱۰۶ کبھی مضاف محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے: وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ کہ دراصل وَاسْئَلْ اَهْلَ الْقَرْيَةِ ہے اَهْلَ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو مضاف ہی کا اعراب دیدیا گیا ہے۔

نکتہ ۱۰۷ غَيْر کی جب کسی کلمہ کی طرف اضافت کی جائے تو باوجود اس کے معرف باللام ہونے کے اضافت درست ہے، لعدم تعیین مفہومھا اس وقت غَیر تعریف کا فائدہ دیگا (لب الاعراب ص۴۲)

نکتہ ۱۰۸ اضافت الموصوف اِلی الصفت، واضافت الصفت

اِلی الموصوف درست ہے جیسے: جامع المسجد. صلوٰۃ الاولیٰ.

معرفہ کی ساتویں قسم معرفہ بندا ہے یعنی وہ اسم جس کو حرفِ ندا داخل کر کے معرفہ بنایا گیا ہو جیسے یَارَجُلُ برخلاف یَا رَجُلاً کے، کہ یہاں رَجُلاً سے غیر متعین شخص مراد ہے. جب کہ کوئی نابینا کہے، لہٰذا یہ معرفہ نہ ہوگا،

حروفِ ندار اور منادیٰ کی تعریف: جن حروف کے ذریعہ منادیٰ کی توجہ کو طلب کیا جائے ان کو حروفِ ندار کہتے ہیں۔

منادیٰ: وہ اسم ہے جس کی توجہ کو ایسے حروف کے ذریعہ سے طلب کیا جائے جو اَدْعُوْ فعل کے قائم مقام ہوں، حروفِ ندار اور منادیٰ کے مجموعہ کو ندار کہتے ہیں اور ندار کے بعد جو حکم دینا مقصود ہوتا ہے اس کو جوابِ ندار کہتے ہیں

حروفِ ندار پانچ ہیں یَا، اَیَا، ھَیَا، اَیْ، اَ (اَیَا و ھَیَا بعید کے لیے اَیْ، اَ قریب کے لیے اور یَا عام ہے،)

منادیٰ کی اعراب کے اعتبار سے چار حالتیں ہیں (۱) منادیٰ مضاف ہو (۲) منادیٰ شبہ مضاف ہو (۳) منادیٰ نکرہ غیر معینہ ہو، ان تین شکلوں میں منادیٰ منصوب ہوگا، (۴) منادیٰ مفرد معرفہ ہو تو مبنی علی الضم ہوگا۔

مواضعِ حذفِ حروفِ ندار

چار جگہوں میں حروفِ ندار کو حذف کرنا جائز ہے، قرینہ کے پائے جانے کے ساتھ ساتھ۔ (۱) منادیٰ علم ہو جیسے یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (۲) منادیٰ

لفظ اَیٌّ کی صفت ہو اور معرف باللّام ہو جیسے اَیُّھَا الرَّجُلُ (۳) منادیٰ معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے: غُلَامَ زَیْدٍ اِفْعَلْ کَذَا (۴) منادیٰ اسم موصول ہو جیسے مَنْ لَا یَزَالُ مُحْسِنًا اَحْسِنْ اِلَیَّ کہ دراصل یَا مَنْ لَا یَزَالُ تھا اور جہاں حرفِ ندار حذف کر دیا گیا ہو وہاں محذوف صرف یا رہی ہو گا، کیونکہ وہی کثیر الاستعمال ہے، (شرح جامی صـ۱۱۲)

چار جگہوں میں حروف ندار کو حذف کرنا جائز نہیں

(۱) حروف ندار اسم جنس کو مقارن ہو یعنی دخول حروف ندار سے قبل منادیٰ نکرہ ہو۔ (۲) منادیٰ اسم اشارہ ہو (۳) مستغاث سے بھی حرفِ ندار کو حذف کرنا جائز نہیں، (۴) مندوب سے بھی حرف ندار کو حذف کرنا درست نہیں، (شرح جامی صـ۱۱۲)

حذفِ منادیٰ

بوقتِ قرینہ منادیٰ کا حذف کرنا بھی درست ہے، جیسے اَلَا یَا اُسْجُدُوْا اصل عبارت تھی اَلَا یَا قَوْمُ اُسْجُدُوْا قرینہ ہے کہ حرف ندار فعل پر داخل ہو رہا ہے۔ (تسہیل الکافیہ صـ۲۵ شرح جامی صـ۱۱۳)

نکتہ ۱۰۹

منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم کی مثال " یَا مُسْلِمُوْنَ " دیتے ہیں، حالانکہ یَا مُسْلِمُوْنَ کے اندر مُسْلِمُوْنَ جمع ہے مفرد نہیں ؟

الجواب :۔ مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو۔ چاہے تثنیہ و جمع ہو،

مفرد چار چیزوں کے مقابلے میں بولا جاتا ہے

(۱) مرکب کے مقابلے میں (۲) تثنیہ و جمع کے مقابلے میں (۳) مضاف و شبہ مضاف کے مقابلے میں (۴) جملہ و شبہ جملہ کے مقابلے میں،

نکتہ ۱۱۰ ایک شاعر نے اپنے شعر میں یَا عَدِیًّا اور یَا مَطَرٌ استعمال کیا ہے۔ حالانکہ مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے؟

الجواب:- کبھی کبھی ضرورتِ شعری کی وجہ سے خلافِ قاعدہ عمل کرنا پڑتا ہے، لہذا جب ضرورتًا تنوین دیدی جائے تو کبھی تنوین نصب کی دیدیتے ہیں اور کبھی رفع کی۔ (شرح شذور الذہب ص۲۴)

نکتہ ۱۱۱ جب منادیٰ ایسا علم ہو جس کی صفت لفظ اِبْنٌ، اِبْنَۃٌ کے ذریعے لائی گئی ہو اور وہ اِبْنٌ، اِبْنَۃٌ کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو صفت تابع منادیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتی ہے اس تابع کی اتباع میں علم موصوف پر بھی فتحہ جائز ہے، اس فتحہ کو اتباعی فتحہ کہتے ہیں، اور ضمہ بھی جائز ہے مگر عند الجمہور فتحہ مختار ہے جیسے: یَا زَیْدَ ابْنَ عَمْرٍو (شرح شذور الذہب ص۲۴) مگر جواز ضمہ وفتحہ کے لیے چار شرائط ہیں (۱) منادیٰ غیر علم نہ ہو (۲) صفت اِبْنٌ و اِبْنَۃٌ ہو نہ کہ بِنْتٌ (۳) اِبْنٌ اور اس کے موصوف میں فصل نہ ہو (۴) اِبْنٌ علم کی طرف مضاف ہو نہ کہ غیر علم کی طرف۔ (شرح جامی ص۱۰۳)

نکتہ ۱۱۲ کبھی جواب نداء پہلے اور نداء و منادیٰ بعد میں آتا ہے جیسے: وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا

نکتہ ۱۱۳ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے، حالانکہ اس شعر کے اندر مبنی علی الضم نہیں ہے؟ ع

اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ — وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

الجواب:- دراصل عَاذِلَۃُ تھا بالضم بوجہ ترخیم آخری حرف کو حذف کردیا اور کلمہ کو پہلی ہی حرکت پر باقی رکھا اور اگر حذفِ آخر کے بعد کلمہ کو مستقل برأسہٖ مانیں تو اعراب ضمہ ہوگا یعنی عَاذِلُ

نکتہ ۱۱۴

معرف باللام پر بلا فصل اَیُّ و اَیَّتُہٗ وغیرہ، دخولِ حرفِ ندار درست نہیں حالانکہ یَااَللّٰہُ کے اندر لفظ اَللّٰہُ پر حرف ندار داخل ہے ؟

الجواب :- معرف باللام پر بلا فصل دخولِ حرفِ ندار کے لیے دوؔ شرطیں ہیں (۱) الف لام کسی حرف کے عوض میں ہو (۲) الف لام کلمہ کے لیے لازم ہوگیا ہو، اور یہ دونوں شرطیں بیک وقت صرف لفظِ اللّٰہ ہی کے اندر پائی جاتی ہیں کہ الف لام لازم بھی ہے کیونکہ نثر کے اندر لَاہ بغیر الف لام کے استعمال نہیں ہوتا اور الف لام ہمزہ کے عوض میں ہے کہ اصل اللّٰہ کی اَلْاِلٰہ تھی ہمزہ کو حذف کر کے اس کے بعوض لام لے آئے اور لام کا لام میں ادغام کر دیا۔

لہٰذا اَلنَّجْمُ، اَلصَّعِقُ میں الف لام کلمہ کے لیے لازم تو ہے مگر عوض کا نہیں اور اَلنَّاسُ میں الف لام اگرچہ عوض کا ہے کہ اصل اَلْاُنَاسُ تھی، مگر کلمہ کے لیے لازم نہیں ہے کیونکہ نثر کلام میں ناس استعمال ہوتا ہے اس لیے یاالنجم یاالناس جائز نہیں اور التی میں الف لام لازم تو ہے مگر عوض کا نہیں تو اس پر دخول حرفِ ندار بلا فصل شاذ ہے۔ جیسے شعر ؎

مِنْ اَجْلِکِ یاالتی تیمتِ قلبی ‏:‏ وَاَنْتِ بَخِیْلَۃٌ بِالْوَصْلِ عَنِّیْ

ترجمہ (میں ہر مشقت برداشت کرتا ہوں) تیری وجہ سے اے محبوبہ کہ تو نے میرے قلب کو ذلیل اور تابع فرمان بنا دیا، اور حال یہ ہے کہ تو مجھ سے ملاقات میں بخیل ہے۔ (حل الشواہد ج)

اور فیا الغلامان الذان فرّا، ایاکما ان تکسبا شرّا اشذ شذوذ ہے کیونکہ الف لام نہ کلمہ کے لیے لازم ہے اور نہ کسی کے عوض میں ہے (شرح جامی بحریرسنبت ص)

اور یا المنطلق زید کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ المنطلق زید الف لام سمیت ہی کسی کا نام رکھ دیا جائے تو بلا فصل معرف باللّام پر دخولِ حرفِ ندار درست ہے

نکتہ ۱۱۵ رَبِّ، رَبِّ کی ترکیب و ترجمہ کیونکر صحیح ہے ؟

الجواب :- یہاں حرفِ ندا محذوف ہے اور پہلا رَبِّ منادیٰ ہے۔ یٰ متکلم محذوف ہے اور دوسرا رَبِّ جوابِ ندا ہے بابِ تفعیل سے صیغۂ امر بمعنی پرورش کرنا۔ ترجمہ ہے۔ اے میرے رب پرورش کر،

نکتہ ۱۱۶ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے حالانکہ "یَامُنِیْرَ" کے اندر منادیٰ منصوب ہے ؟

الجواب :- مُنِیْرَ منادیٰ مرخم ہے چوتھا حرف یعنی رَآر کو حذف کردیا گیا ہے اور جو رَآر نظر آرہی ہے وہ صیغۂ امر ہے واحد مذکر حاضر مشتق مِنَ الرُّوْیَة بمعنی دیکھنا۔ ترجمہ: (اے منیر دیکھ تو) دراصل یَامُنِیْرُ رَ تھا۔

نکتہ ۱۱۷ یَابَابِلِ منادیٰ مفرد معرفہ مبنی علی الضم ہوتا ہے حالانکہ یہاں مکسور ہے ؟

الجواب :- بَابِلِ بھی منادیٰ مرخم ہے چوتھا حرف یعنی لام کو حذف کردیا گیا اور جو لام مکسور نظر آرہا ہے وہ صیغۂ امر ہے مشتق مِنَ الْوِلَایَة بمعنی متولی بننا دراصل یَا بَابُلُ لِ تھا۔ ترجمہ: اے بابل متولی بن جا

نکتہ ۱۱۸ یَابَابُلُ بُلْ : بابل تو ہم نے بارہا سنا، مگر بَابُلُ بُلْ یہ عجیب جملہ ہے ؟

الجواب :- محترم! بابل تو علَم ہے اور دوسرا "بُلْ" صیغۂ امر ہے مشتق مِنَ الْبَوْلِ ترجمہ: اے بابل پیشاب کر

معرب و مبنی کا بیان

مُعرب وہ اسم ہے جو ترکیب میں واقع ہو اور مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت نہ رکھتا ہو۔

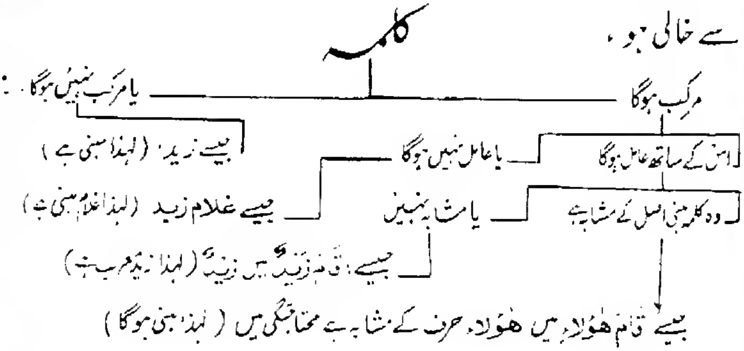
معرب کا حکم اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے لفظاً یا تقدیرًا بدل جاتا ہے، لفظاً جیسے: اَلْقَلْبُ يَهْدِیْ اَلْقَلْبَ بِقَلْبِهٖ اَیْ بِعَقْلِهٖ۔ تقدیرًا، جیسے: جَآءَنِیْ مُوْسٰی، رَاَیْتُ مُوْسٰی، مَرَرْتُ بِمُوْسٰی، (موسیٰ پر اعراب ظاہر نہیں بلکہ مقدر ہے)

اعراب:۔ وہ حرف یا حرکت ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر بدل جائے

مَحلِ اعراب: آخری حرف ہوتا ہے

عامل:۔ وہ ہے جس کی وجہ سے رفع، نصب، جر آئے۔

معرب کی دو قسمیں ہیں
(۱) اسم متمکن بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو،
(۲) فعل مضارع جو نونِ تاکید و نونِ جمع مؤنث سے خالی ہو،



نکتہ ۱۱۹ غُلَامُ زَیْدٍ کے اندر غلام جب ترکیب میں واقع ہے تو معرب کیوں نہیں ؟

الجواب :- ترکیب میں واقع ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا عامل بھی موجود ہونا چاہیے، اور یہاں عامل موجود نہیں ہے اس لیے غلام مبنی ہے"۔ غلاموں کو شمار کراتے وقت اس طرح بولتے ہیں غلامِ زید. غلام حُسین وغیرہ وغیرہ،

نکتہ ۱۲۰ مَنِ الرَّجُلُ مَنْ امرءٌ مَنْ زَیْدٌ. مَنْ کا آخر تینوں حالتوں میں بدل رہا ہے حالانکہ پھر بھی یہ معرب نہیں ؟

الجواب :- آخر کے بدلنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اختلاف عوامل کی بنا پر ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے اس لیے مَنْ مبنی ہی ہے نہ کہ معرب۔

مبنی کی دو قسمیں ہیں (۱) مبنی الاصل یعنی جو اپنی وضع میں ہی مبنی ہو بلا کسی مشابہت کے اور وہ تین ہیں ① فعل ماضی ② امر حاضر معروف ③ جملہ حروف [1] (۲) مبنی الاسم اور وہ وہ ہے کہ جو مبنی الاصل کے ساتھ مناسبت رکھے یا جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے الف، با، زید، واحد وغیرہ

مبنی الاصل کے ساتھ مناسبت کے چند طریقے ہیں (۱) کوئی اسم مبنی الاصل کے معنی کو متضمن ہو جیسے أَیْنَ کہ یہ ہمزۂ استفہام کے معنی کو متضمن ہے، (۲) کوئی اسم اپنے معنی کے تمام ہونے میں غیر کا محتاج ہو، جیسے اسمائے اشارات، اسمائے موصولات یہ مبنی الاصل یعنی حرف کے مشابہ ہیں کہ صلہ اور مشارٌ الیہ کے محتاج ہیں۔

---

[1] یک حرفی ہوں جیسے ا ب. ت وغیرہ، دو حرفی ہوں جیسے الیٰ. اَم، بل وغیرہ سہ حرفی ہوں، جیسے اذا- الا، سوفَ وغیرہ، چہار حرفی ہوں جیسے اِلَّا، حتّٰی- پنج حرفی ہوں جیسے اِنَّما، لٰکنّ وغیرہ۔ (کتاب الدروس النحویہ صہ ۹)

(۳) کوئی اسم مبنی اصل کی جگہ واقع ہو جیسے اسمائے افعال کہ امر یا فعل ماضی کی جگہ واقع ہوتے ہیں۔

(۴) کوئی اسم مبنی اصل کی جگہ واقع ہونے والے اسم کے ہم شکل ہو جیسے: فجارِ۔ نزالِ کے ہم شکل ہے اور نزالِ مبنی اصل یعنی اِنْزِلْ امر حاضر کی جگہ واقع ہے،

(۵) کوئی اسم اس اسم کی جگہ میں واقع ہو جس کی مبنی اصل کے ساتھ مشابہت ہو جیسے منادیٰ مضموم۔ یَازَیْدُ بمعنی اَدْعُوكَ ہے زَیْد کاف اسمی کی جگہ واقع ہے اور کاف اسمی مشابہ ہے کاف حرفی کے

(۶) کوئی اسم مبنی اصل کی طرف مضاف ہو جیسے یومئذ میں یومَ اِذ کی طرف مضاف ہے اور اِذْ اگرچہ خود مبنی اصل نہیں لیکن اس سے متصل کان مبنی اصل ہے، گویا یومَ۔ اِذْ کانَ کذا کی طرف مضاف ہے۔

مناسبت کی چار قسمیں ہیں (۱) مجانست۔ (۲) مماثلت (۳) مشابہت (۴) مشاکلت۔ اگر دو شئی ایک جنس میں شریک ہوں تو مجانست ہے جیسے زید اور بقر حیوانیت میں شریک ہیں،

اور اگر دو شئی ایک نوع میں شریک ہوں تو مماثلت ہے۔ جیسے زید اور عمر انسانیت میں شریک ہیں۔

اور اگر دو چیزوں کا اشتراک وصفِ لازم میں ہو تو مشابہت ہے۔ جیسے شیر اور بہادر مرد کہ وصف لازم یعنی شجاعت میں شریک ہیں اور اگر شکل وصورت کے اعتبار سے دو چیزوں کا اشتراک ہو تو مشاکلت ہے جیسے شیر کی تصویر دیوار پر کھینچی گئی ہو تو یہ تصویر اصل شیر کے ساتھ صورت میں شریک ہے۔

مبنی کا حکم، مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عامل کے بدلنے سے نہ بدلے۔

مبنی آں باشد کہ ماند برقرار ۔ معرب آں باشد کہ گردد بار بار

مبنی کے اقسام

مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں ۔
(۱) مضمرات (۲) اسمائے اشارات (۳) اسمائے موصولات (۴) اسمائے افعال (۵) اسمائے اصوات (۶) بعض ظروف (۷) اسمائے کنایات (۸) مرکب بنائی ۔ (پہلی تین قسموں کا بیان معرفہ کے بیان میں دیکھ لیں)

اسمائے افعال :۔ وہ اسماء ہیں جو افعال کے معانی پر دلالت کریں اور ان کی علامات کو قبول نہ کریں ۔ اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں (۱) بمعنی فعل ماضی جیسے هَيْهَاتَ بمعنی بَعُدَ ان کے بعد اسم فاعل ہونیکی بنا پر مرفوع ہوگا ۔ جیسے : هَيْهَاتَ زَيْدٌ اَیْ بَعُدَ زَيْدٌ ۔ (زید دور ہوا) (۲) بمعنی امر حاضر جیسے: رُوَيْدَ بمعنی اَمْهِلْ ۔ اگر ان کے بعد اسم ہو تو مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوگا جیسے: رُوَيْدَ زَيْدًا ، اَیْ اَمْهِلْ زَيْدًا ، (زید کو چھوڑ)

اسمائے افعال دو طرح کے ہوتے ہیں

(۱) مُرتجلہ کہ ان کی اول وضع اسمائے افعال ہی کے لیے ہوئی ہو جیسے : هَيْهَاتَ وغیرہ
(۲) منقولہ کہ اول تو وہ کسی اور کے لیے مستعمل ہوں پھر اسم کی طرف منتقل کر دیے گئے ہوں جیسے عَلَيْكَ بمعنی اِلْزَمْ ۔ یا ظرف سے منتقل ہوئے ہوں جیسے دُوْنَكَ بمعنی خُذْ ۔ یا مصدر سے منقول ہوئے ہوں جیسے رُوَيْدَ بمعنی اَمْهِلْ

اسم فعل واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوگا لیکن اگر اس پر کاف خطابی ہو تو حسب مخاطب بدلتا رہے گا جیسے ۔ عَلَيْكَ عَلَيْكُمَا الخ ۔

نکتہ ۱۲۱　اسماء افعال امر و فعل ماضی کے معنی میں ہوتا ہے، حالانکہ اُفٍّ فعل مضارع کے معنی میں ہے یعنی اَضْطَرِبُ ۔؟

الجواب: اسم فعل کا فعلِ مضارع کے معنی میں ہونا قلیل الاستعمال ہے۔

اسمائے اصوات: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی آواز کو نقل کیا جائے، یا اس کے ذریعہ بہائم کو آواز دیجائے جیسے غاق کوے کی آواز کے لیے۔ طَق صوتِ حجر کے لیے۔ نَخّ[1] اونٹ کو بٹھانے کے وقت اور ھَس بکری کو زجر کرنے کے لیے، نیز وہ لفظ جس کو انسان ابتداءً بلا غیر کے ساتھ متعلق کیے بولے وہ بھی اسم صوت ہے جیسے اُحْ اُحْ بوقتِ درد اور بخ بوقت خوشی بولا جاتا ہے۔

اسمائے ظروف: وہ اسماء ہیں جو زمان یا مکان پر دلالت کرے۔ اسماء ظرف (ظروفِ زمان) جیسے اِذْ۔ اِذَا۔ مَتیٰ۔ کَیْفَ۔ اَیَّانَ۔ اَمْسِ۔ مُذْ و مُنْذُ قَطُّ عَوْضُ قَبْلُ بَعْدُ۔ ظرفِ مکان۔ حَیْثُ قدام۔ خلف تحت۔ فوق۔ عند۔ لدیٰ۔ لَدُنْ

فائدہ: حیث اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ اور کبھی مفرد کی طرف بھی۔

فائدہ: مزید تفصیل تراکیب کے بیان میں ملاحظہ ہو۔

نکتہ ۱۲۲ قبلُ بعدُ وغیرہ مضاف الیہ محذوف منوی ہونیکی شکل میں مبنی ہونگے اور پارہ ۱۲ میں مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقَ کے اندر ابراھیم واسحق مضاف الیہ نہیں بلکہ اَبَوَيْكَ سے بدل ہیں۔

اسمائے کنایات: وہ اسماء ہیں جو عدد مبہم (اگول مول عدد) یا حدیث مبہم (اگول مول بات) پر دلالت کرے جیسے: کَمْ وَکَذَا کَیْتَ وَذَیْتَ وغیرہ

کَمْ کی دو قسمیں ہیں: (۱) کم استفہامیہ (۲) کم خبریہ۔

---

[1] یہ تشدید خاء اور فتح خاء وکسرہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور کبھی بغیر تشدید کے بھی اور کبھی مکرر بھی استعمال ہوتا ہے برائے مبالغہ، اسی طرح نخ دوسرے کلمے سے ملانے کے وقت تنوین اور کسرہ کے ساتھ آتا ہے (نحو میر بیان اسماء اصوات حاشیہ)

[2] دوسرا جواب یہ ہیکہ اتصبّحُ بمعنی تفجّرتُ ہے شرح جامی ص۲۲۵۔

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ قَلَمًا عِنْدَکَ اور کم خبریہ کی تمیز مفرد مجرور اور کبھی جمع مجرور بھی ہوتی ہے جیسے کَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُہٗ، کَمْ رِجَالٍ لَقِیْتُھُمْ

فائدہ:- کبھی دونوں[1] کی تمیز پر مِنْ بیانیہ داخل ہو جاتا ہے اور اگر کم اور اس کی تمیز کے درمیان فعل متعدی کا فصل ہو تو اس وقت تمیز پر مِنْ داخل کرنا واجب ہے جیسے وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ تاکہ تمیز کا مفعول بہ کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔

نیز کبھی تمیز کو بوقت قرینہ حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے کَمْ مَالُکَ یعنی کَمْ دِیْنَارًا مَالُکَ وَکَمْ ضَرَبْتَ یعنی کَمْ ضَرْبَۃً ضَرَبْتَ۔

نکتہ ۱۲۳

کم استفہامیہ کی تمیز منصوب ہوتی ہے حالانکہ بِکَمْ رَجُلٍ مَرَرْتَ کے اندر تمیز مجرور ہے ؟

الجواب:- کم استفہامیہ کی تمیز کا مجرور ہونا کم ہے اور یہ سیبویہ کے نزدیک ہے خلیل نحوی کہتے ہیں کہ اس سے قبل مِنْ مقدر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کم پر بار جارہ داخل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

نکتہ ۱۲۴

کم استفہامیہ کی تمیز مفرد ہوتی ہے حالانکہ کَمْ لَکَ غِلْمَانًا کے اندر تمیز یعنی غِلْمَانًا جمع ہے ؟

الجواب:- تمیز کے جمع لانے کا جواز عند الکوفیین ہے اور جواب در اصل یہ ہے کہ غِلْمَانًا حال ہے بمعنی مَمْلُوْکِیْنَ اور تمیز محذوف ہے یعنی کَمْ نَفْسًا حَصَلَ لَکَ مَمْلُوْکِیْنَ۔

---

[1] دونوں سے مراد کم استفہامیہ وکم خبریہ ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں پر دخول مِن سے مراد یہ ہے کہ کم خبریہ کی تمیز مفرد و جمع دونوں پر دخول مِن ہوتا ہے یہی مطلب زیادہ معتبر ہے۔

نکتہ ۱۲۵ کم خبریہ کی تمیز مجرور ہوتی ہے حالانکہ کَمْ فِی الدَّارِ رَجُلًا کے اندر تمیز منصوب ہے ؟

الجواب :- کم خبریہ اور تمیز کے درمیان فصل ہو تو نصب ہی بہتر ہے کم استفہامیہ پر حمل کرتے ہوئے جیسے مثال مذکورہ کے اندر،

نکتہ ۱۲۶ کَمْ صدر کلام کو چاہتا ہے حالانکہ جب اس سے قبل حرفِ جار ہو یا مضاف تو صدارت باقی نہیں رہتی ؟

الجواب :- جار مجرور میں اور مضاف و مضاف الیہ میں اتحاد و جزئیت ہے لہٰذا صدارت کَمْ سے جار یا مضاف کی طرف منتقل ہو جائیگی فلاحرج (درایۃ النحو ص۱۲۶) (نوٹ) کَیْتَ کی تفصیل تراکیب کے بیان کاف کی بحث میں دیکھیے

مرکب بنائی :- دو اسموں کو ایک کر دیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ اور اگر دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن نہ ہو جیسے : بَعْلَبَكَّ ، تو پہلا جز مبنی بر فتحہ اور دوسرا جز معرب غیر منصرف ہوگا (خلاصۃ النحو ص۳۶)

نکتہ ۱۲۷ مبنی کی دو قسمیں ہیں ، (۱) جس میں حرکت ظاہر ہو جیسے؛ اَیْنَ مبنی بر فتحہ ہے ، اَمْسِ مبنی بر کسرہ ہے، حَیْثُ مبنی بر ضم ہے،

(۲) جس میں حرکت بنا ظاہر نہ ہو بلکہ مقدر ہو جیسے منادیٰ مفرد مبنی قبل الندا ، جیسے یَا سِیْبَوَیْہ ، یَا حَذَامِ ان میں ضمہ مقدر ہے۔ (تنقیح الازہریہ ص۱۴)

منصرف و غیر منصرف کے متعلق

غیر منصرف کی تعریف غیر منصرف وہ اسم معرب ہے جس کے اندر نو علتوں میں سے بیک وقت دو علت یا ایک ایسی علت موجود ہو جو دو علتوں کے قائم مقام ہو۔

غیر منصرف کا حکم غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتی البتہ ضرورت شعری، قافیہ بندی اور تناسب کی وجہ سے نیز زحاف (یعنی فن عروض[۱] کی بحروں کے ارکان کے تغیر) سے بچنے کے لیے غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین داخل ہوجاتی ہے: (مبادی العربیہ)

غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین داخل نہ ہونے کی وجہ غیر منصرف کو فعل کے ساتھ فرع ہونے میں مشابہت ہے یعنی جس طرح غیر منصرف میں دو علتیں فرع ہیں اسی طرح فعل کے اندر بھی دو فرع ہیں، (۱) فاعل کا محتاج ہونا (۲) مصدر سے مشتق ہونا: لہٰذا جب فعل سے مشابہت ہوگئی تو چونکہ فعل پر کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوتی تو غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین داخل نہیں ہوگی۔

اسبابِ منع صرف نو ہیں:-

اضداد	اصول	معدول عنہ	موصوف	تذکیر	نکرہ	عربی	واحد	افراد	وزن اسم	مزید علیہ
اسباب	فروع	عدل	وصف	تانیث	معرفہ	عجمہ	جمع	ترکیب	وزن فعل	الف نون زائدتان

۱؎ دیکھیے بحور و تقطیع کا بیان ۱۲

قائم مقام دو سبب: ایسے اسباب جو دو سبب کے قائم مقام ہیں وہ یہ ہیں
(۱) جمع منتہی الجموع (۲) الف مقصورہ (۳) الف ممدودہ

عدل: اسم کا اپنے صیغۂ اصلیہ سے خارج کیا جانا خواہ حقیقتاً ہو جیسے ثُلٰثُ وَمَثْلَثُ یا تقدیرًا جیسے عُمَرُ وَزُفَرُ۔

علت کی تعریف اصطلاح نحاۃ میں: علت وہ چیز ہے کہ جب وہ کلام میں پائی جائے تو مخاطب پر ضروری ہے کہ اس کے مناسب معاملہ کرے۔ (حاشیہ شرح جامی)

قاعدہ: غیر منصرف مضاف نہیں بنتا۔ نہ ہی اس پر الف لام داخل ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کو مضاف بنا دیا جائے یا اس پر الف لام داخل کر دیا جائے تو اب وہ منصرف کے حکم میں ہو جائے گا اور اس پر کسرہ داخل کرنا جائز ہوگا۔ (جبکہ عامل کسرہ کا مقتضی ہو) (شرح جامی)

عدل کی دو قسمیں ہیں: (۱) عدلِ تحقیقی (۲) عدلِ تقدیری،

عدلِ تحقیقی: اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ معدول عنہ پر کوئی دلیل ہو جیسے: ثُلٰثُ وَمَثْلَثُ کے معدول عنہ پر دلیل یہ ہے کہ ان کے معنی ہیں تین تین (یعنی ثَلٰثَۃٌ ثَلٰثَۃٌ) اور تکرارِ معنی تکرارِ لفظ پر دلالت کرتا ہے حالانکہ ثُلٰثُ مکرر نہیں۔ لہٰذا پتہ چلا کہ یہ ثَلٰثَۃٌ ثَلٰثَۃٌ سے معدول ہے اور ثُلٰثُ وَمَثْلَثُ کے اندر دوسرا سبب وصف ہے،

عدلِ تقدیری: اسم کو غیر منصرف پڑھنے کے علاوہ معدول عنہ پر کوئی دلیل موجود نہ ہو جیسے عُمَرُ وَزُفَرُ کو اہلِ عرب غیر منصرف پڑھتے ہیں اور اس میں علمیت (معرفہ) کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہیں تھا تو دوسرا سبب عدل فرض کر لیا گیا کہ یہ عَامِرٌ اور زَافِرٌ سے نکل کر آئے ہیں۔

عدل: وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا کیونکہ عدل کے اوزان متعین ہیں البتہ علمیت اور وصفیت کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے ۔

اوزانِ عدل

(۱) فُعَالُ جیسے ثُلٰثُ (۲) مَفْعَلُ جیسے مَثْلَثُ (۳) فُعَلُ جیسے عُمَرُ (۴) فَعِلِ جیسے اَمْسِ (۵) فَعَلُ جیسے سَحَرُ (۶) فَعَالِ جیسے قَطَامِ

وصف:۔ وہ کلمہ ہے جو ایسی ذاتِ مبہمہ پر دلالت کرے جس میں بعض صفات کا لحاظ کیا گیا ہو جیسے اَسْوَدُ۔ وصف کی شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصلی ہو، نہ کہ عارضی، یعنی بوقتِ وضع ہی اس کلمہ میں وصفیت کا معنی موجود ہو جیسے اَسْوَدُ باعتبار وضع کے ہر سیاہ چیز کو کہتے ہیں اگرچہ بعد میں اس میں اسمیت غالب آگئی کہ کالے سانپ کو کہنے لگے ۔

وصف علمیت کے ساتھ جمع نہیں ہوتا، کیونکہ علَم ذاتِ معینہ پر دلالت کرتا ہے اور وصف ذاتِ مبہمہ پر ــــــ

تانیث:۔ تانیث بالتاء کے لیے علمیت شرط ہے جیسے فَاطِمَۃُ اور تانیثِ معنوی (جس میں تاء لفظًا نہ ہو) میں علمیت صرف جائز ہے ۔ یعنی اس کلمہ کا غیرمنصرف پڑھنا صرف جائز ہے جیسے ھِنْدٌ اور اگر علمیت کے ساتھ ساتھ مندرجہ تین چیزوں میں سے ایک بھی پائی گئی تو اب اس کلمہ کا غیرمنصرف پڑھنا واجب ہے ۔ (۱) یا تو کلمہ کے حروف تین سے زائد ہوں جیسے زَیْنَبُ (۲) یا درمیانی حرف متحرک ہو جیسے سَقَرُ (جہنم میں ایک طبقے کا علَم ہے) (۳) یا عجمہ ہو جیسے مَاہُ وَجُوْرُ (دو شہر ہیں) اور تانیث بالالف (الف ممدودہ ہو یا مقصورہ) کے لیے کوئی شرط نہیں ہے ۔

معرفہ:۔ غیر منصرف کا سبب اس وقت ہوگا جب کہ عَلَم ہو جیسے اَحْمَدُ اور عَلَم وصف کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔

عجمہ:۔ (یعنی غیر عربی زبان کا لفظ ہونا) عجمہ کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے دو شرطیں ہیں (۱) زبان عجم میں کسی کا نام ہو۔ (۲) ذیل کی دو چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو۔ (۱) کلمہ میں تین سے زائد حرف ہوں جیسے اِبْرَاهِيْمُ (۲) یا پھر درمیانی حرف متحرک ہو جیسے شَتَرُ (دیار بکر کے قلعہ کا نام) لہذا نُوْحٌ اور لُوْطٌ منصرف ہیں کیونکہ متحرک الاوسط نہیں ہے، اور لِجَامٌ (لگام کی عربی) بھی منصرف ہے کیونکہ علم نہیں ہے۔

جمع:۔ اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو اور اس کے آخر میں تاء نہ ہو جیسے فَرَازِنَة (جمع فَرْزِيْن بمعنی وزیر شطرنج) و صیاقلة۔

جمع منتہی الجموع کا وزن
اس جمع کا وزن یہ ہے کہ پہلا حرف مفتوح ہو اور تیسرا حرف الف ہو اور الف کے بعد اگر ایک حرف ہو تو اس کا مشدد ہونا ضروری ہے جیسے دَوَابٌّ اور اگر دو حرف ہوں تو پہلا مکسور ہوگا۔ جیسے مَسَاجِدُ اور اگر تین حرف ہوں تو درمیانی حرف ساکن ہوگا جیسے مَصَابِيْحُ۔

ترکیب:۔ دو یا دو سے زائد کلموں کو جمع کر دینا۔ اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے تین شرطیں ہیں (۱) عَلَم ہو (۲) ترکیب اضافی نہ ہو (۳) ترکیب اسنادی نہ ہو۔ مثال بَعْلَبَكَّ (شہر کا نام ہے) بَعْلُ وہ صنم جس کو حضرت الیاسؑ کی قوم پوجتی تھی اور بَكٌّ شہر کے بادشاہ کا نام ہے)

(نوٹ) نیز شَابَ قَرْنَاهَا اور تَأَبَّطَ شَرًّا دونوں مبنی ہیں، اور مرکب صوتی اور مرکب بنائی بھی مبنی ہیں:۔

وزنِ فعل:۔ اسم کا ایسے وزن پر ہونا جو اوزان فعل میں سے شمار کیا جاتا ہو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ وزن فعل ہی کے ساتھ خاص ہو۔ اسم کے اندر اگر پایا جائے تو منقول ہوکر جیسے شَمَّرَ (گھوڑے کا نام ہے) کہ شَمَّرَ یُشَمِّرُ تَشْمِیْرًا سے منقول ہے اور اگر وہ وزن، فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو پھر اس کے شروع میں حروفِ اَتَیْنَ میں سے کوئی ایک حرف ہونا چاہیے اور وہ آخر میں تاء کو بھی قبول نہ کرتا ہو جیسے اَحْمَدُ پس یَعْمَلٌ منصرف ہے کیونکہ اس کا مؤنث یَعْمَلَۃٌ ہے۔ (غایۃ التحقیق صـ۵)

الف نون زائدتان:۔ اگر اسم کے اندر ہو تو اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے علیّت شرط ہے جیسے عُثْمَانُ، عِمْرَانُ اور اگر صفت کے اندر ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلَانَۃٌ کے وزن پر نہ ہو جیسے سَکْرَان (مؤنث سَکْرٰی ہے) اور بعض کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر ہو جیسے سکران کا مؤنث سَکْرٰی آتا ہے لہٰذا سَکْرَانُ بالاتفاق غیر منصرف ہے اور ندمان (بمعنی ہم نشین جس کا مؤنث نَدْمَانَۃٌ ہے) بالاتفاق منصرف ہے۔

نکتہ ۱۲۸ غیر منصرف پر تنوین نہیں آتی حالانکہ "مُسْلِمَاتٌ" اگر کسی کا نام رکھ دیں تو یہ تانیث اور علمیّت کی بناء پر غیر منصرف ہوگا لہٰذا غیر منصرف پر تنوین پائی گئی؟

الجواب:۔ (۱) مُسْلِمَاتٌ کے اندر تنوین، تنوینِ مقابلہ ہے اور غیر منصرف پر جس تنوین کا داخل ہونا منع ہے وہ تو تنوینِ تمکن ہے (مصباح المعانی صـ۱۰) (تنوین کی قسمیں ملاحظہ ہو صـ۲۵ پر)

نکتہ ۱۲۹ ضَرَبَتْ کے اندر دو سبب موجود ہیں ۱ وزن فعل ۲

تانیث، حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں ہے؟

الجواب :- ضَرَبَتْ فعل ہے اور غیر منصرف اسم کے اقسام میں سے ہے لہٰذا ضَرَبَتْ کو غیر منصرف نہیں کہہ سکتے۔ (مصباح المعانی ص۸۴)

نکتہ ۱۳۰ مندرجہ ذیل اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چھ پیغمبروں ہی کے نام منصرف ہیں اور باقی تمام غیر منصرف ہیں۔ ع

شعر:- گر ہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے ؛ تا کدام است اے برادر نزد نحوی منصرف
صالح و ہود و محمد با شعیب و نوح و لوط ؛ منصرف داں و دیگر باقی ہمہ لا ینصرف

حالانکہ ان چھ پیغمبروں کے علاوہ اور بھی پیغمبروں کے نام منصرف ہیں جیسے، عُزَیْر، شِیْث ؑ؟

الجواب :- مذکورہ چھ ناموں سے مراد تحدید و تعیین نہیں ہے بلکہ جو ان کے ہم وزن ہوگا وہ بھی منصرف ہی ہوگا جیسے سوال بالا میں عُزَیْر بروزن شُعَیْب ہے اور شِیْث بروزن نُوْح یعنی شِیْث ساکن الاوسط ہونے میں نُوْح کے وزن پر ہے اور مُحَمَّد، صَالِح، شُعَیْب، ھُوْد کے معرفہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسماء عربی ہیں اور نُوْح اور لُوْط منصرف ہیں بوجہ خفت اگرچہ یہ عجمی ہیں، (شرح جامی ص۱۵ مصباح المعانی ص۱۱۲)

نکتہ ۱۳۱ چند وجوہات کی بنا پر غیر منصرف کو منصرف بنایا جاتا ہے مثلاً ضرورتِ شعری یعنی وزن باقی رکھنے کی غرض سے حضرت فاطمۃ الزہراء کا یہ شعر ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا ؛ صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ :- (حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے) مجھ پر اتنی بڑی مصیبتیں آن پڑیں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر آن پڑتیں تو دن (شدت مصیبت کی وجہ سے) رات ہو جاتے،

مذکورہ شعر کے اندر مُتَفَاعِلُنْ مُتَفَاعِلُنْ چھ مرتبہ ہے لہٰذا اگر مَصَائِبُ پر

تنوین داخل نہ کرتے تو وزن مُتَفَاعِلُنْ باقی نہ رہتا۔ (لہٰذا اس کو تنوین داخل کرکے منصرف پڑھنا ہی واجب ہے) کبھی قافیہ بندی کی بنا پر غیر منصرف کو منصرف پڑھتے ہیں جیسے سَلَامٌ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَسَیِّدٍ ÷ حَبِیْبِ اِلٰہِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ

بَشِیْرٍ نَذِیْرٍ ھَاشِمِیٍّ، مُکَرَّمٍ ÷ عَطُوْفٍ، رَؤُفٍ، مَنْ تُسَمّٰی بِاَحْمَدٍ

ترجمہ: سلام مخلوقات میں سب سے بہتر اور ان کے سردار، رب العالمین کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو بشارت دینے والے، ڈرانے والے، ہاشمی النسل اور باعزت ہیں، اور جو مہربان، مشفق ہیں جن کا نام احمد ہے،

کہ اس شعر میں بھی اگر احمد کے دال پر غیر منصرف مان کر فتحہ ہی پڑھتے تو وزن میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، مگر قافیہ باقی نہ رہتا کہ حرف آخر دال مکسورہ ہے،

اور کبھی زحاف (وزن کے تغیر) سے بچنے کے لیے غیر منصرف کو منصرف پڑھتے ہیں، جیسے امام شافعی رح کا یہ قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کی شان اقدس میں ؎

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اَنَّ ذِکْرَہٗ ÷ ھُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

کہ اگر نعمانٍ کے نون کو فتحہ ہی دیتے اور غیر منصرف ہی پڑھتے تو وزن تو باقی رہتا مگر کلام میں سلاست و عمدگی نہ آتی، جس کو ذوق سلیم رکھنے والا ہی سمجھ سکتا ہے۔

کبھی تناسب کی وجہ سے بھی غیر منصرف کو منصرف بنایا جاتا ہے۔ جیسے سَلَاسِلًا وَاَغْلَالًا۔ سَلَاسِلًا غیر منصرف ہے، مگر اَغْلَالًا (منصرف) سے قربت و مناسبت کی وجہ سے سَلَاسِلًا کو بھی منصرف کر دیا کیونکہ اسم میں اصل انصراف ہے۔ (شرح جامی ص۲۵)

نکتہ ۱۳۲ جس کلمہ کے آخر میں تانیث کا الف مقصورہ ہو تو اس کلمہ کو وزن شعری کی بنا پر منصرف نہیں بنایا جائے گا، کیونکہ منصرف بنانے کے وقت تنوین داخل کریں گے اور تنوین داخل کرتے وقت الف مقصورہ کو حذف کرنا پڑے گا، تو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ الف کے بجائے تو

تنوین آگئی، لہذا وزن توجوں کا توں باقی رہا۔ (الاشباہ ص۳۵)

نکتہ ۱۲۳ ہم تو قرآن شریف میں "سَلَاسِلَ" کو (بغیر تنوین کے) غیر منصرف ہی پڑھتے ہیں حالانکہ آپ نے اس کو مذکورہ بالا سے پیوستہ نکتہ میں منصرف کہا ہے؟

الجواب:۔ منصرف بنانا فقط رسم الخط تک محدود ہے یعنی محض لکھنے کے اعتبار سے۔ باعتبار قرارت کے غیر منصرف ہی پڑھا جاتا ہے۔ (مصباح المعانی ص۹۲)

نکتہ ۱۲۴ ضَارِبٌ کے اندر عدل اور وصف موجود ہے مگر پھر بھی غیر منصرف نہیں؟

الجواب:۔ عدل کے اندر شرط یہ ہے کہ معدول اور معدول عنہ کے معنی ایک ہوں۔ تغیر محض صورتاً ہو یہاں چونکہ ضَارِبٌ کے معنی دوسرے ہیں اور مصدر (الضربُ) کے معنی دوسرے، لہذا یہ غیر منصرف نہ ہوگا (شرح جامی ص۳۶)

نکتہ ۱۲۵ لفظ سیبویہ کے اندر علمیت اور ترکیب موجود ہے حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں ہے؟

الجواب:۔ غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے ترکیب صوتی مؤثر نہیں لہذا یہ منصرف ہی رہے گا کیونکہ سیبویہ مرکب صوتی ہے کہ دوسرا جزء ویہ ہے۔

نکتہ ۱۲۶ حَضَاجِر (یعنی بجو) جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے۔ حالانکہ یہ جنس کا علم ہے۔ واحد تثنیہ۔ جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا اس میں جمعیت نہ رہی تو یہ غیر منصرف نہ ہونا چاہیے؟

الجواب:۔ حَضَاجِر میں جمعیت اصلیہ موجود ہے کیونکہ یہ حضجر (بمعنی بڑے پیٹ والا) کی جمع ہے، پس بجو کے زیادہ کھانے کی وجہ سے مبالغۃً نام رکھ دیا گویا اس کا ہر فرد بڑے پیٹ والوں کی ایک جماعت ہے۔ گو حَضَاجِر

کے اندر فی الحال جمعیت نہ سہی، کیونکہ وہ علم ہے اور علم وجمعیت میں منافات ہے، (شرح جامی ص۴۷)

نکتہ ۱۳۷ لفظ "ندمان" کبھی منصرف ہوتا ہے اور کبھی غیر منصرف، تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر ندمان بمعنی ندیم وہم نشین ہو تو اس کا مؤنث ندمانۃ ہے لہٰذا بالاتفاق منصرف ہے، اور اگر "ندمان" سے نادم کے معنی لیے جائیں مشتق مِنَ النَّدَم (بمعنی پشیمان) تو بالاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس کا مؤنث نَدْمیٰ آتا ہے۔ (شرح جامی ص۵۵)

(دیکھیے الف ونون زائدتان کا بیان)

تذکیر وتانیث کا بیان

اسم کی دو قسمیں ہیں، (۱) مذکر (۲) مؤنث

مذکر: وہ اسم ہے جس میں علامتِ تانیث نہ ہو، جیسے زید، خالد،

مؤنث: وہ اسم ہے جس میں علامتِ تانیث ہو لفظًا یا تقدیرًا، لفظًا چاہے حقیقتًا ہو جیسے اِمْرَءَۃٌ، طَلْحَۃُ یا حکمًا جیسے عَقْرَبٌ کہ حرفِ رابع تار تانیث کے حکم میں ہے۔ اور تقدیرًا جیسے اَرْضٌ کہ دراصل اَرْضَۃٌ ہے، کیونکہ اس کی تصغیر اُرَیْضَۃٌ ہے۔

علامتِ تانیث تین ہیں (۱) الفِ مقصورہ جیسے حُبْلٰی (۲) الفِ ممدودہ جیسے حَمْرَآءُ (۳) تار جیسے طَلْحَۃُ

مؤنث کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤنث حقیقی، (۲) مؤنث لفظی۔

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں کوئی جاندار مذکر ہو جیسے اِمْرَءَۃٌ و نَاقَۃٌ،

مؤنث لفظی: وہ مؤنث ہے جو حقیقی کے برخلاف ہو جیسے ظُلْمَۃٌ و عَیْنٌ، عَیْنٌ کہ تصغیر عُیَیْنَۃٌ ہے (کافیہ)

مؤنث معنوی: وہ ہے جس میں علامت تانیث ظاہر نہ ہو مگر وہ مؤنث پر دلالت کرے اور یہ چار طرح کے ہیں (۱) عورتوں کے نام جیسے: مَرْیَمُ، زَیْنَبُ، وغیرہ (۲) عورتوں کے وہ نام جو عورتوں کے لیے ہی خاص ہیں، جیسے: اَلْاُمُّ، اَلْاُخْتُ، اَلْبِنْتُ، وغیرہ (۳) ملکوں، شہروں، قبیلوں اور جماعتوں کے نام

جیسے : مصر، الهند ، دھلی ، قریش وغیرہ ۔ (۴) جسم کے وہ اعضاء جو جوڑے جوڑے ہوں جیسے : يَدٌ (ہاتھ) رِجْلٌ (پیر) عَيْنٌ (آنکھ) مگر یہ قاعدہ اکثریہ ہے کیونکہ مِرْفَقٌ (کہنی) خَدٌّ (رخسار) اَلْحَاجِبُ (ابرو) صُدْغٌ (کنپٹی) اللحی (جبڑا) جیسے الفاظ مذکر ہی استعمال ہوتے ہیں ۔

مونث سماعی حروف تہجّی کی ترتیب سے :

(الالف)

اَلْاِبِلُ (اونٹ) ، اَلْاِبْهَام (انگوٹھا) (مذکر بھی لایا جاتا ہے)

اَلْاُذُنُ (کان) اَلْاَرْضُ ، اَلْاَرْنَبُ ، اَلْاِزَارُ ، (مذکر بھی لایا جاتا ہے)

اَلْاِسْتُ (دبر) اَلْاِصْبع ، (مذکر بھی لایا جاتا ہے ،)

الافعٰی ، الاَمَام ضدالوراء (مذکر بھی لایا جاتا ہے) الازیب ، پست قد ..

الال (ریت) (مذکر بھی لایا جاتا ہے) أجا جبل طی ویذکر

(الباء)

اَلبِئر . البئر ، ــــــــــــ (مذکر بھی آتا ہے) البنصر

(التاء)

التراك (چھری) ــــــــــــ

(الثاء)

الثذی (مذکر بھی لایا جاتا ہے) الثعبان و الثعلب ـــ والاکثر فیھما التأنیث

(الجیم)

الجحیم ، الجراد (مذکر بھی آتا ہے) الجعاد وہ رسی جسکو اپنے وسط میں باندھکر انسان

کنویں میں اترتا ہے، الجناح بازو، جھنم، الجام چاندی کا برتن (مذکر بھی آتا ہے) جیأل بجو کا نام ——— (مذکر بھی آتا ہے)

(الحاء)

الحرب لڑائی (وقد تذکر) الحرور (رات کی سخت ہوا) حضاجر (بجو) حضارِ جیسے قطامِ (ستارہ) الحال (حالت انسان) (مذکر بھی لایا جاتا ہے) الحوت ——— وتذکر

(الخاء)

الخرنق جوان خرگوش (وییذکر) الخمر ایسے ہی شراب کے تمام نام اور اس کی صفات جیسے الراح الریاح، السلاف المدام وغیرہ وغیرہ

(الدال)

الدرع دفع سلاح کے لیے جو پہنایا جاتا ہے (وقد تذکر) واما الدرع الذی هو قمیص المرأة فمذکرٌ الدلو (وقد تذکر) الدار (وقد تذکر)

(الذال)

الذراع (وقد تذکر) ذکاء (سورج کا نام) الذنوب (بڑا ڈول) الذود وھی ثلثة الی عشرة من النوق، الذھب (وتذکر)

(الراء)

الرِجل، الرحم، الرحی، الرکیّ (کنواں) الروح (وقد تذکر) الریح، اسی طرح اس کے تمام نام جیسے جنوب، شمال، القبول، الصباء

(الزاء)

الزند۔ (ہاتھ کا گٹا) ———

(السین)

السّباط (بخار) السّابط (چھت پاٹنے کا پتھر) (ویذکر) السبیل (وقد تذکر)
السّتہ وهی الاست (سرین) السراویل (وقد تذکر)
السُّری (رات کا سفر) السعیر، السافور (لوہا جس کو گرم کر کے حمار کو داغا جائے)
(ویذکر) السّکین (وتذکر) السماء (ویذکر) السّلم (صلح) (ویذکر)
السّلم (سیڑھی) (وقد تذکر) السلاح (ویذکر) السن (دانت)
السوق (و تذکر) الساق (گھٹنہ اور ٹخنے کے درمیان ہوتی ہے)

(الشین)

شعوب (موت) ــــــ الشمس (سورج)

(الصاد)

الصراط (راستہ) (ویذکر) الصاع (آلۂ کیل) (ویذکر) الصلیف
(گردن کا پہلو) (ویذکر) الصلح (ویذکر)

(الضاد)

الضبع، الضحیٰ، الضرب (سفید شہد) ــــــ (ویذکر)

(الطاء)

الطباع، الطبق (وقد تذکر) الطریق (ویذکر) الطست
وبالشین ایضًا الطاغوت (لات وعزیٰ) الطاؤس (ویذکر)
الطوی (کنواں)

الظاء

الظہر ــــــ

(العین)

العاتق (عنق و منکب کے درمیان کا حصہ) (ویذکر) العجز (ویذکر) ....

العرب (خلاف العجم) العرس (ولیمہ کا کھانا) العروض (بیت کا جزء اخیر)
العسل (ویذکر) العقب (مؤخر القدم) (ویذکر) العقاب (ایک پرندہ)
(ویذکر) العقرب (ویذکر) العصاء، العضد، العنق، (ویذکر)
العنکبوت (وقد تذکر) العیر (قافلہ) العین، (آنکھ)

(الغین)

الغنم (بکری) الغول، مصیبت، ————

(الفاء)

الفأس، الفانور (تشتری یا دسترخوان رخام یا سونے یا چاندی کا) (ویذکر)
الفخذ (ران) الفردوس (باغ) (ویذکر) الفرس (وقد تذکر)
الفلك (کشتی) (ویذکر) الفهر (وہ پتھر جس سے دوائی کوٹی جاتی ہے) (ویذکر)

(القاف)

القتب (آنت) القدر (ویذکر) القدم (پیر) القدوم (کلہاڑا) القدام
(ضد الوراء) (وقد تذکر) القفا (گدی) (ویذکر) القوس (وقد تذکر)

(الکاف)

الکأس (پیالہ) الکبد (وقد تذکر) الکتف، الکرش (حیوان کیلئے بمنزلہ معدہ کے ہے
انسان کے لیے) الکراع (پنڈلی) (ویذکر) الکف (ہاتھ)

(اللام)

اللبوس (زرہ) اللسان (ویذکر) اللظی (آگ) اللیل (ویذکر)

(المیم)

المسك (ویذکر) المعی (آنت) (ویذکر) الملح (وقد تذکر)
المنجنیق (وہ آلہ جس سے پتھر پھینکے جائیں) (وقد تذکر) المنجنون (رہٹ چرخ)

المنون وھی الموت (ویذکر) الموسیٰ استرہ

(النون)

النحل (شہد کی مکھی) (ویذکر) النعل (جوتا) النفس (روح و جان) النون (مچھلی) (ویذکر) النار (وقد تذکر) النوی (دوری) (ویذکر)

(الواؤ)

الورِک ھی مافوق الفخذ الوراء (پیچھے) (وقد تذکر) الوَقد (آگ) (ویذکر)

(الھاء)

الھبوط (اوپر سے نیچے اترنے کا راستہ) (ویذکر)

(الیاء)

الید (ہاتھ) الیسارُ ضد الیمین (بائیں جانب) الیمین (قسم)

تمام جموع اہلِ عرب کے محاورے میں مؤنث ہیں مگر جمع سالم جو مذکر عاقل کی ہو، (حل الشواھد ص۱ آخر کتاب)

الف مقصورہ و الف ممدودہ میں فرق

(۱) الفِ مقصورہ کھینچ کر نہیں پڑھا جاتا ہے جب کہ الف ممدودہ کھینچ کر پڑھا جاتا ہے، (۲) الفِ مقصورہ کے آخر میں ہمزہ نہیں ہوتا اور الف ممدودہ کے آخر میں ہمزہ ہوتا ہے (۳) الف مقصورہ حرکت کو قبول نہیں کرتا اور الفِ ممدودہ حرکت کو قبول کرتا ہے، (نحو میر ص۲ حاشیہ)

نکتہ ۱۳۸

الفِ مقصورہ برائے تانیث تین حرف کے بعد آتا ہے اور الحاق کے لیے نہیں ہوتا اور نہ ہی زیادہ جیسے، فتیٰ، ارطیٰ، قبعثریٰ، تو یہ برائے تانیث نہیں ہوگا، نیز الف مقصورہ علامتِ

تانیث اس وقت شمار ہوگا جب کہ کلمہ کا جزء نہ ہو، لہٰذا لفظِ موسیٰ کے اندر الفِ مقصورہ چونکہ کلمہ کا جزء ہے اس لیے یہ مذکر ہے نہ کہ مؤنث۔ (شرح ابن عقیل، ہدایۃ النحو حاشیہ)

نکتہ ۱۳۹ کسی مؤنث لفظ کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھدیں تو اس پر مذکر کے احکام جاری ہونگے، جیسے: جَاءَ طَلْحَۃُ، فعل مذکر استعمال ہوگا، اور اگر کسی مذکر لفظ کے ساتھ کسی مؤنث کا نام رکھدیں تو اس پر مؤنث کے احکام جاری ہونگے، جیسے: جَاءَتْ نَسِیْمُ۔

اسمِ متمکن کا بیان

اسمِ متمکن کی اعراب کے اعتبار سے سولہ[۱۶] قسمیں ہیں

(۱) مفرد[۱] منصرف صحیح[۲] (۲) مفرد منصرف قائم مقام صحیح (۳) جمع مکسر منصرف، ان تینوں کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمّہ کے ساتھ اور حالتِ نصبی میں فتحہ کے ساتھ اور حالتِ جری میں کسرہ کے ساتھ ہوگا جیسے: ھٰذَا زَیْدٌ، دَلْوٌ، رِجَالٌ۔ رَأَیْتُ زَیْدًا، دَلْوًا، رِجَالًا، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ، بِدَلْوٍ، بِرِجَالٍ، (۴) جمع مؤنث سالم کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمّہ نصبی وجری میں کسرہ جیسے: ھُنَّ مُسْلِمَاتٌ، رَأَیْتُ مُسْلِمَاتٍ، مَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ۔

(۵) غیر منصرف کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمّہ حالتِ نصبی وجری میں فتحہ جیسے جَاءَنِیْ اَحْمَدُ، رَأَیْتُ اَحْمَدَ، مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ۔

---

[۱] مفرد یعنی تثنیہ وجمع نہ ہو [۲] صحیح نحویوں کے نزدیک وہ اسم ہے جس کے لام کلمہ میں حرفِ علت نہ ہو، جیسے: رَجُلٌ، زَیْدٌ۔ اور اگر لام کلمہ میں حرف علت ہو اور اس سے پہلے ساکن ہو تو وہ قائم مقام صحیح ہے جیسے، دَلْوٌ، ظَبْیٌ،

(۶) اسمار ستہ مکبرہ[1] اَبٌ. اَخٌ. حَمٌ. هَنٌ. فَمٌ. ذُومَالٍ، کا اعراب حالت رفعی میں واؤ حالت نصبی میں الف حالت جری میں یار جیسے جَاءَنِیْ اَبُوْكَ، رَاَیْتُ اَبَاكَ، مَرَرْتُ بِاَبِیْكَ. (۷) تثنیہ (۸) کِلَا و کِلْتَا[2] (۹) اِثْنَانِ واِثْنَتَانِ. ان تینوں کا اعراب حالت رفعی میں الف حالت نصبی وجری میں یار ماقبل مفتوح ہوگا، جیسے: جَاءَنِیْ رَجُلَانِ. اِثْنَانِ. کِلَاهُمَا. رَاَیْتُ رَجُلَیْنِ. اِثْنَیْنِ. کِلَیْهِمَا. مَرَرْتُ بِرَجُلَیْنِ. بِاِثْنَیْنِ. بِکِلَیْهِمَا. (۱۰) جمع مذکر سالم (۱۱) اُولُو (ذوکی جمع من غیر لفظہ) (۱۲) عِشْرُوْنَ تا تِسْعُوْنَ ان تینوں کا اعراب حالت رفعی میں واؤ حالت نصبی وجری میں یار ماقبل مکسور ہوگا جیسے: جَاءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ، اُولُوْمَالٍ. عِشْرُوْنَ رَجُلًا، رَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ. اُولِیْ مَالٍ. عِشْرِیْنَ رَجُلًا. مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ. بِاُولِیْ مَالٍ، بِعِشْرِیْنَ رَجُلًا. (۱۳) وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو، (۱۴) غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یار متکلم کی طرف، ان دونوں کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری حالت نصبی میں فتحہ تقدیری، حالت جری میں کسرہ تقدیری ہوگا، جیسے. جَاءَنِیْ مُوْسٰی غُلَامِیْ، رَاَیْتُ مُوْسٰی. غُلَامِیْ. مَرَرْتُ بِمُوْسٰی. بِغُلَامِیْ. (۱۵) اسم منقوص اس کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ تقدیری، حالت نصبی میں فتحہ لفظی، حالت جری میں کسرہ تقدیری ہوگا. جیسے: جَاءَنِیْ الْقَاضِیْ. رَاَیْتُ الْقَاضِیَ، مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ. (۱۶) جمع مذکر سالم مضاف ہو یار متکلم کی طرف. اس کا اعراب حالت رفعی

---

[1] اسمار ستہ مکبرہ کا اعراب چار شرطوں پر موقوف ہے (۱) موحد ہوں تثنیہ و جمع نہ ہو ورنہ اعراب بھی تثنیہ و جمع کا ہوگا (۲) مکبر ہوں لہٰذا اگر مصغر ہونگے تو اعراب مفرد منصرف صحیح والا ہوگا (۳) اضافت کے ساتھ استعمال ہوں اگر بلا اضافت استعمال ہونگے تو اعراب مفرد منصرف صحیح جیسا ہوگا (۴) اضافت یار متکلم کے علاوہ کی طرف ہو اگر اضافت یار متکلم کی طرف ہوگی تو اعراب تقدیری ہوگا، الہندی ص۱۵

[2] جب کہ انکی اضافت ضمیر کی طرف ہو ورنہ اعراب تقدیری ہوگا، ۱۲

میں واوٗ تقدیری اور حالتِ نصبی وجری میں یار ماقبل مکسور ہوگا جیسے جَاءَنِیْ مُسْلِمِیَّ، رَأَیْتُ مُسْلِمِیَّ، مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ ۔

نکتہ ۱۴۰ اعرابِ محلی مبنی اور جملہ کا ہونا ہے اور اعرابِ لفظی وتقدیری معرب کا ۔

نکتہ ۱۴۱ اسمارِ ستہ مکبرہ کا اعراب تو حالتِ نصبی میں الف اور حالت جری میں یار کے ساتھ ہوتا ہے حالانکہ جَاءَنِیْ ذُوْضَرَبَكَ، رَأَیْتُ ذُوْضَرَبَكَ، مَرَرْتُ بِذُوْضَرَبَكَ کے اندر تینوں حالتوں میں اعراب یکساں ہے ؟

الجواب :- مثال مذکورہ میں ذُو اسمارِ ستہ مکبرہ میں سے نہیں ہے بلکہ اسم موصول ہے جو بنی طے کی لغت میں الذی کے معنی میں ہے لہٰذا مبنی ہونے کی بنار پر تینوں حالتوں میں اعراب یکساں رہا ۔ مبنی آں باشد کہ ماند برقرار ۔

نکتہ ۱۴۲ ذُو کی اضافت اسم جنس کی طرف ہوتی ہے جیسے :- جَاءَنِیْ رَجُلٌ ذُوْمَالٍ ۔ اور ضمیر کی طرف شاذ ہے جیسے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَذَوِیْهِ اَیْ اَصْحَابِهِ اور الشاذ کالمعدوم ۔

نکتہ ۱۴۳ هَلْ تَضِیْعُ اَوْقَاتَكَ ۔ اوقات کے آخر میں الف اور لمبی تار ہے حالانکہ اس پر جمع مؤنث سالم کا اعراب نہیں آیا یعنی حالتِ نصبی میں کسرہ ۔

الجواب :- اوقات ۔ وقت کی جمع ہے ۔ جمع تکسیر ہے ۔ جمع مؤنث سالم ہے ہی نہیں کیونکہ وزن باقی نہیں رہا

نکتہ ۱۴۴ غیر جمع مذکر سالم مضاف بیائے متکلم کا اعراب تقدیری ہوتا ہے حالانکہ جَاءَنِیْ غُلَامَایَ (میرے پاس میرے دو غلام آئے)

میں غلامای غیر جمع مذکر سالم مضاف بیا متکلم ہے مگر اعراب تقدیری نہیں بلکہ تثنیہ کا اعراب ہے یعنی حالتِ رفعی میں الف اعراب بالحرف اور حالتِ نصبی وجری میں یاء۔

الجواب:- غیر جمع مذکر سالم مضاف بیا متکلم کے اندر اعراب تقدیری آنے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ تثنیہ نہ ہو لہٰذا تثنیہ مضاف بیا متکلم اگرچہ غیر جمع مذکر سالم ہے مگر شرط مفقود ہوگی یعنی تثنیہ نہ ہونا۔ (شرح شذور الذہب)

اسی طرح غیر جمع مذکر سالم مضاف بیا متکلم میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ اسم منقوص مضاف بیا متکلم نہ ہو اور نہ اسم مقصورہ مضاف بیا متکلم ہو اور نہ جمع مذکر سالم مضاف بیا متکلم ہو۔ (شرح شذور الذہب)

نکتہ ۱۴۵ ہارون رشید نے امام ابو یوسف رح سے شاعر کے شعر کے ایک کلمہ کے اعراب کے متعلق دریافت فرمایا ؎

فَاَنْتِ طَلَاقٌ وَالطَّلَاقُ عَزِيْمَةٌ ۔ ثَلَاثٌ وَمَنْ يَخْرِقْ اَعَقُّ وَاَظْلَمُ

ترجمہ:- (اے ہندہ) تو طلاق ہے اور طلاق عزیمہ تین ہیں اور جو کوئی سختی کرے وہ بڑا نافرمان اور ظالم ہوتا ہے

ثلاث کو رفع پڑھیں تو کتنی طلاق اور نصب پڑھیں تو کتنی طلاق واقع ہوگی؟...

امام ابو یوسف نے بغرض شرکت رائے نحو کے امام کسائی سے گفتگو کی تو انہوں نے جواب دیا کہ رفع پڑھیں تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اَلطَّلَاقُ عَزِيْمَةٌ ثَلَاثٌ نفس خبر ہے اور نصب پڑھیں تو تین طلاق، کیونکہ عبارت اَنْتِ طَلَاقٌ ثَلَاثًا ہوگی۔ (کتاب بحث الف لام ص۱۰)

نکتہ ۱۴۶ جمع مذکر سالم کے نون پر بجائے فتحہ کے کبھی کبھی بطریق شذوذ کسرہ بھی داخل کر دیا جاتا ہے، اور تثنیہ کے نون پر کسرہ کی طرح فتحہ داخل کرنا بھی ایک لغت ہے شرح ابن عقیل ص۲۶۔

فعل مضارع کے اعراب و اقسام

فعل مضارع کے تین اعراب ہیں، رفع ۔نصب ۔جزم۔

فعل مضارع کی اعراب کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں۔

قسم اول:۔ فعل مضارع صحیح ہو۔ ناقص نہ ہو، اور ضمیر بارز سے خالی ہو تو اعراب حالت رفعی میں ضمہ ۔حالت نصبی میں فتحہ، اور حالت جزمی میں سکون کے ساتھ ہوگا۔ جیسے هو يضربُ ۔ لن يضربَ ۔ لَمْ يضربْ۔

قسم دوئم:۔ فعل مضارع مفرد معتل واوی یا یائی ہو تو اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری، حالتِ نصبی میں فتحہ لفظی اور حالتِ جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ ہوگا جیسے هو يَغزُوْ ويَرْمِيْ ۔ لَنْ يغزوَ ولن يَرْمِيَ ۔ لَمْ يَغْزُ ولَمْ يَرْمِ۔

قسم سوئم:۔ مضارع مفرد معتل الفی ہو تو اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری حالتِ نصبی میں فتحہ تقدیری اور حالتِ جزمی میں لام کلمہ کے حذف کے ساتھ جیسے هو يرضى لَنْ يرضى ۔ لَمْ يَرْضَ۔

قسم چہارم:۔ مضارع صحیح ہو یا معتل، واوی ہو یا یائی یا الفی ۔ اور تثنیہ اور جمع مذکر غائب حاضر و واحد مؤنث حاضر کے صیغے ہوں تو اعراب حالتِ رفعی میں نون کے باقی رہنے اور حالتِ نصبی و جزمی میں حذف نون کے ساتھ ہوگا جیسے هما يضربان ۔ يغزوان ۔ يرميان ۔ يرضيانِ ۔ لن يضربا ۔ يغزوا ۔ يَرْمِيا ۔ يرضيا ، لم يضرِبا ۔ يغزُوا ۔ يَرْمِيا ۔ يَرْضيا۔

جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مؤنث حاضر کی مثالیں از خود بنالی جائیں۔

فائدہ:۔ مہموز ۔ مضاعف ۔ مثال واجوف کے صیغے مضارع صحیح کے صیغوں کی طرح ہیں اور لفیف مفروق و مقرون کے صیغے مضارع ناقص واوی و یائی کے صیغوں کی طرح ہیں۔

جمع کا بیان

مجموع وہ اسم ہے جو مفرد میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ افرادِ مقصودہ پر دلالت کرے تغیر لفظاً ہو جیسے قلم کی جمع اقلام۔ رَجُلٌ کی جمع رِجَالٌ یا تغیر تقدیراً ہو۔ جیسے فُلْكٌ واحد بروزن قُفْلٌ کی جمع بھی فُلْكٌ ہے مگر بروزن اُسْدٌ کبھی تغیر نقط حرکت میں ہوتا ہے جیسے اَسَدٌ کی جمع اُسُدٌ۔ واُسْدٌ۔

جمع کی باعتبار لفظ کے دو قسمیں ہیں

(۱) جمع تکسیر (۲) جمع سالم۔

جمع تکسیر وہ جمع ہے کہ جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ۔

جمع سالم وہ جمع ہے کہ جس میں واحد کا وزن سلامت رہے اور جمع سالم کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع مذکر سالم (۲) جمع مؤنث سالم۔

جمع مذکر سالم وہ جمع ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں واؤ ماقبل مضموم یا یا ماقبل مکسور اور نون مفتوح لاحق ہو جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْن مسلمین۔

جمع مؤنث سالم وہ جمع ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف اور لمبی تا لاحق ہو جیسے مسلمۃٌ سے مُسْلِمَاتٌ نہ کہ امواتٌ وقضاۃٌ۔

جمع کی معنی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں

(۱) جمع قلت (۲) جمع کثرت۔

جمع قلت وہ جمع ہے جو دس یا دس سے کم پر بولی جائے اور اس کے چار اوزان ہیں اَفْعُلٌ جیسے اَکْلُبٌ۔ اَفْعَالٌ جیسے اقوالٌ اَفْعِلَةٌ جیسے اَعْوِنَۃٌ۔ فِعْلَۃٌ جیسے غِلْمَۃٌ اور دو جمع تصحیح بے الف ولام جیسے مسلمون ومسلمات۔

جمع کثرت وہ جمع ہے جو دس سے اوپر بولی جائے اور اس کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں جن کا شمار مشکل ہے البتہ مشہور اوزان دس ہیں۔

اوزان جمع کثرت فِعَالٌ جیسے عِبَادٌ فُعَلَاءُ جیسے عُلَمَاءُ۔ اَفْعِلَاءُ جیسے انبیاء فُعُلٌ جیسے رُسُلٌ فُعُوْلٌ جیسے نُجُوْمٌ فُعَّالٌ جیسے خُدَّامٌ فَعْلیٰ جیسے مَرْضیٰ فَعَلَۃٌ جیسے طَلَبَۃٌ فِعَلٌ جیسے فِرَقٌ فِعْلَانٌ جیسے غِلْمَانٌ۔

نکتہ ۱۴۷ جمع قلت کی جگہ جمع کثرت اور جمع کثرت کی جگہ جمع قلت مجازاً استعمال ہو جاتی ہے جیسے والمطلقات یتربّصن بانفسھن ثلٰثۃ قروء میں قروء جمع کثرت تین کے لئے استعمال ہوئی ہے۔

نکتہ ۱۴۸ اسمار رباعی وخماسی کی جمع اکثر جمع منتہی الجموع کے وزن پر آتی ہے اس کے تین اوزان مشہور ہیں مفاعِلُ جیسے مَسَاجِدُ (۲) مفاعیلُ جیسے مصابیحُ (۳) فَعاعِل جیسے رسائل۔

نکتہ ۱۴۹ الف وتار کے ساتھ جمع کبھی مؤنث کے بجائے مذکر کی بھی آتی ہے جیسے حَمّام کی جمع حَمَّامات (غسل خانے) اسی طرح اسم مذکر لا یعقل کی صفت کی جمع الف تار کے ساتھ آتی ہے جیسے مرفوع کی جمع مرفوعات۔

نکتہ ۱۵۰ جمع سالم میں کبھی تغیر بھی ہو جاتا ہے جیسے سَجَدَات سَجْدَۃٌ کی جمع ہے یہ تغیر فقط حرکت میں ہے اسی طرح غرفات بضم الراء وفتحہا غُرْفَۃٌ کی جمع ہے (شرح شذور الذہب)

نکتہ ۱۵۱ صِنْوٌ کی جمع صنوانٌ آتی ہے اور یہاں واحد کا وزن باقی ہے حالانکہ یہ جمع تکسیر ہے۔

الجواب یہاں مفرد میں حروف کی زیادتی کر کے تغیر ہوا ہے گو مفرد کی شکل برقرار رہی اور اس کے آخر میں چونکہ نہ واؤ ماقبل مضموم ہے نہ ہی الف ونا اس لئے اس کا شمار جمع سالم میں نہ ہوگا بلکہ یہ جمع تکسیر ہی رہے گا اسی طرح اُسْدٌ وَفُلْكٌ بھی جمع تکسیر ہے (نحومیر)

نکتہ ۱۵۲ کبھی جمع بول کر مجازاً واحد مراد لیتے ہیں جیسے فَنَادَتْہُ الملائکۃُ کے اندر اَلْمَلٰئِکَۃ سے حضرت جبرئیلؑ مراد ہیں (اصول الشاشی حاشیہ)

نکتہ ۱۵۳ عیونٌ (جمع عینٍ) کے آخر میں اگرچہ واؤ ماقبل مضموم ہے مگر چونکہ نون اس میں مادہ کا ہے علامت کا نہیں ہے اس لئے یہ جمع مذکر سالم نہیں ہے نیز وزن بھی سلامت نہیں رہا۔

نکتہ ۱۵۴ جمع منتہی الجموع کے بعد جمع سالم آجاتی ہے البتہ جمع تکسیر نہیں آتی جیسے اَیَامِنُ کے بعد ایامنین جمع آئی اسی طرح صواحِب کے بعد صواحبات جمع آئی ہے۔ (الہندی ص۲۵)

نکتہ ۱۵۵ اسم جمع۔ شبہ جمع۔ جمع من غیر لفظہ۔ جمع اعتباری۔ جمع الجمع کی تعریفات قواعد الصرف میں ملاحظہ فرمائیں۔

(مؤلف حسین احمد اکبر کڑوی استاذ دار العلوم دیوبند)

نوٹ:۔ جمع سے متعلق چند نکات مبتدا اور خبر کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔

نکتہ ۱۵۶ چند کلمات ایسے ہیں جن کو جمع مذکر سالم کا اعراب دیا جاتا ہے حالانکہ یہ کلمات مذکر عاقل کی جمع سالم نہیں ہے مگر ان کو جمع مذکر سالم کے ساتھ لاحق کر دیا گیا ہے جیسے اُولو جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے اسکو اعراب جمع مذکر سالم کا ہی دیا جاتا ہے اسی طرح اَرَضُون کو واؤ نون اعراب دیا گیا جبکہ یہ اَرضٌ کی جمع تکسیر ہے کیونکہ مفرد کے اندر راء پر سکون ہے اور جمع کے اندر راء پر فتحہ ہے اگرچہ کبھی وزن شعری کی بنا پر جمع کے اندر بھی راء پر سکون آتا ہے جیسے لقد

ضجّتِ الاَرْضُون اذ قامَ من بنی۔ ھداد خطیب فوق اعواد منبرِ

ترجمہ۔ اہل زمین شور مچا رہے ہیں اس لئے کہ بنی ہداد کا ایک خطیب منبر کی لکڑیوں (سیڑھیوں) پر کھڑا ہو گیا = اسی طرح سِنُون سَنَۃٌ کی جمع تکسیر ہے کیونکہ مفرد میں سین پر زبر ہے اور جمع میں سین پر زیر وزن ٹوٹ گیا۔ یہی حال سنون جیسے دیگر کلمات کا ہے یعنی ہر وہ جمع جس کے مفرد میں تین شرائط پائی جائیں اس کی جمع واؤ۔ نون کے ساتھ آئے گی (۱) مفرد ثلاثی ہو لہٰذا جعفر رباعی جیسے کی جمع واؤ نون کے ساتھ نہیں آئے گی (۲) لام کلمہ حذف کر دیا گیا ہو لہٰذا عِدَۃٌ زِنَۃٌ صِفَۃٌ نکل گئے کیونکہ ان سب میں فاء کلمہ حذف ہے نہ کہ لام۔ (۳) لام محذوف کے عوض تاء تانیث لائی گئی ہو لہٰذا یَدٌ دمٌ اسمٌ وغیرہ نکل گئے نیز اس کی جمع تکسیر بھی نہ آتی ہو تب واؤ نون اعراب دیا جائے گا۔ مذکورہ شرائط نہ پائے جانے کے باوجود بھی اگر کسی کلمہ کی جمع واؤ نون کے ساتھ آئے تو وہ شاذ ہے جیسے اَضَاۃٌ کی جمع اَضُون، حِرَۃٌ کی جمع حِرُون کہ اس میں کچھ بھی حذف نہیں ہوا اسی طرح لِدَۃٌ کی جمع لِدُون، رِقَۃٌ کی جمع رِقُون، حِشَۃٌ کی جمع حِشُون کہ ان میں فا کلمہ محذوف ہے نہ کہ لام کلمہ اور اَبٌ اَخٌ کی جمع ابون و اخون کہ ان میں حذف لام کا کوئی عوض ہی نہیں

اور ظُبَةٌ کی جمع ظُبُوْن بھی شاذ ہے کہ اس کی جمع تکسیر ظبی آتی ہے۔

(شرح شذور الذہب و منتہی الارب) مجیب الندا ص۱۳

نکتہ ۱۵۷ بعض الفاظ کی جمع خلاف قیاس آتی ہے جیسے اُمٌّ سے امہات فمٌ سے افواہ۔ ماءٌ سے میاہ۔ انسانٌ سے اُناس۔ شاۃٌ سے شیاہ۔

نکتہ ۱۵۸ کبھی جمع اور واحد کا ذکر کرتے ہیں پھر تثنیہ کے ذریعہ ان کے متعلق خبر دی جاتی ہے، جیسے ان السّمٰوٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما۔

نکتہ ۱۵۹ کبھی مخاطب واحد ہوتا ہے مگر تعظیم و احترام کے پیش نظر اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے کما فی قولہ تعالیٰ قال رب ارجعون پ۱۸ ع۶۔

نکتہ ۱۶۰ کبھی جمع کی جگہ تثنیہ کو استعمال کرتے ہیں جیسے ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم پ۱۷ ع۹۔

نکتہ ۱۶۱ لا ء نفی جنس کا اسم جمع مؤنث سالم ہو تو وہ مبنی علی الکسر یا مبنی علی الفتح کا مستحق ہے جیسے۔ شعر

ان الشباب الذی مجدٌ عواقبہ ÷ فیہ نَلَذُّ ولا لذاتَ للشیّب

ترجمہ ÷ بلاشبہ وہ جوانی جس کے انجام اچھے ہوتے ہیں۔ اس میں ہم لوگ لذت لے رہے ہیں اور بوڑھوں کے لئے کوئی لذت نہیں ہے۔

محل استشہاد لفظ لذات ہے بفتح التاء وکسرہا۔

(شرح شذور الذہب ص۲۸)

حروف مشبہ بالفعل سے متعلق

حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں (۱) إِنَّ (۲) أَنَّ (۳) کَأَنَّ (۴) لٰکِنَّ (۵) لَیْتَ (۶) لَعَلَّ

حروف مشبہ بالفعل کی فعل متعدی سے مشابہت

ان حروف کو فعل متعدی سے تین چیزوں میں مشابہت ہے۔

(۱) وزن میں (۲) عمل میں (۳) معنیٰ میں۔

وضاحت وزن میں مشابہت یہ ہیکہ جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور مدغم ہوتا ہے اسی طرح حروف مشبہ بالفعل بھی ثلاثی، رباعی اور مدغم ہوتے ہیں۔ عمل میں مشابہت یہ ہیکہ جس طرح فعل متعدی کیلئے فاعل و مفعول بہ ہوتے ہیں اسی طرح حروف مشبہ بالفعل کیلئے بھی اسم و خبر ہوتے ہیں اور معنیٰ میں مشابہت یہ ہے کہ إِنَّ و أَنَّ حَقَّقْتُ کے معنیٰ میں ہے' اور کَأَنَّ شَبَّہْتُ کے اور لٰکِنَّ اِسْتَدْرَکْتُ کے، اور لَیْتَ تَمَنَّیْتُ کے' اور لَعَلَّ تَرَجَّیْتُ کے معنیٰ میں ہے اور جس طرح فعل ماضی مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اسی طرح یہ حروف بھی مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں۔

حروف مشبہ بالفعل کا عمل ان حروف کو ایک اسم منصوب چاہئے اور خبر مرفوع اور یہ حروف علاوہ أَنَّ و لٰکِنَّ کے صدر کلام کو چاہتے ہیں۔ (لب الاعراب ص۴۱)

نکتہ ۱۶۲ إنَّ و أنَّ میں فرق: دونوں تحقیق کیلئے آتے ہیں، مگر فرق یہ ہے کہ أنَّ مع اسم و خبر کے مفرد کے درجے میں ہوتا ہے اور ما قبل کا جزء بنتا ہے جبکہ إنَّ مع اپنے اسم و خبر کے مستقل جملہ ہوتا ہے اور کسی دوسرے کا جزء نہیں بنتا۔

نکتہ ۱۶۳ لَیتَ و لَعَلَّ میں فرق: لیتَ کے ذریعہ ممکن و محال دونوں کی آرزو کی جا سکتی ہے، مگر لعلّ سے صرف ممکنات کی امید کی جا سکتی ہے۔ نہ کہ ممتنعات کی۔ لعلّ کبھی تعلیل کیلئے بھی آتا ہے جیسے فقُولا له قولاً لیّناً لعلّه یتذکّر أو یخشی الآیة

اور کبھی یہ استفہام کیلئے بھی آتا ہے جیسے لَعَلَّ زیداً قادمٌ ای هل هو کذالك اور لَعَلَّ کبھی خوف کے موقع پر بھی بولا جاتا ہے جیسے لَعَلَّ الشدّةَ نازلةٌ۔ دوسرا فرق۔ لیت امر محبوب اور لَعَلَّ امر محبوب و مکروہ دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

نکتہ ۱۶۴ جب لَعَلَّ کا استعمال ممکنات میں ہوتا ہے تو قولِ فرعون کیسے صحیح ہوگا؟ یعنی وقالَ فرعونُ إلی قوله لَعَلّی أبلُغُ الاسبابَ اسبابَ السمٰوٰتِ فأطّلعَ إلی الٰهِ موسیٰ الآیة

(ترجمہ۔ فرعون نے ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بلند عمارت بنواؤ۔ شاید میں آسمان تک جانیکی راہوں تک پہونچ جاؤں پھر وہاں جا کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں) بلند عمارت پر چڑھ کر آسمان پر جانا اور خدا تعالیٰ کو جھانکنا، دیکھنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تو لَعَلَّ کا استعمال کیونکر درست ہوگا۔؟

الجواب:۔ قولِ فرعون نادانی پر محمول ہے (الفوائد الصمدیہ صفحہ ۱۷)

(۲) نیز ترجی تمنی پر محمول ہے (۳) فرعون درباریوں کو دھوکہ میں ڈالنا چاہتا تھا

نکتہ ۱۶۵ حروف مشبہ بالفعل کی خبر اسم پر مقدم نہیں ہوتی؛ لیکن خبر اگر ظرف یا جار مجرور ہو اور اسم معرفہ ہو تو اس وقت خبر کا اسم پر مقدم ہونا جائز ہے۔ جیسے: إنّ فی الدار زیداً۔ اور اگر خبر ظرف یا جار مجرور ہو اور اسم بجائے معرفہ کے نکرہ ہو تو اب خبر کا اسم پر مقدم کرنا واجب ہے۔ جیسے إنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا اور إنّ مع العسر یسرًا۔ لیکن خبر کا حرف مشبہ بالفعل پر مقدم کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں لہٰذا فِی الدَّارِ إنَّ زیدًا نہیں کہہ سکتے۔ شرح شذور الذہب

نکتہ ۱۶۶ اگر کوئی لفظ استفہام کے معنی کو متضمن ہو، تو وہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر نہیں بن سکتا البتہ مبتدا کی خبر بن سکتا ہے۔ جیسے أَیْنَ زَیْدٌ کہنا تو درست ہے مگر إنَّ أَیْنَ زَیْدًا نہیں کہہ سکتے۔
شرح جامی

نکتہ ۱۶۷ إنّ[علہ] هٰذانِ لَسَاحِرَانِ۔ حروف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب ہوتا ہے اور خبر مرفوع حالانکہ آیتِ مذکورہ میں اسم و خبر دونوں مرفوع ہیں، ایسا کیوں؟

الجواب:۔ قاعدہ کے لحاظ سے تو اسم واقعی منصوب ہونا چاہیے تھا یعنی هٰذَیْنِ لیکن چونکہ بعض لُغاتِ عرب مثلاً خثعم کنانہ اور بلحارث کی زبان میں تثنیہ کا استعمال ہمیشہ الف کے ساتھ ہوتا ہے بنا بریں

علہ إنّ بھی ایک لغت ہے اور حفص کی قرأت میں إنْ ہے جو بقول بعض مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے یا إنْ نافیہ ہے اور لساحران کا لام بمعنی إلّا ہے۔
(جلالین قال الم اقل لك صـ ۲۶۱)

بعض لغاتِ عرب کا اعتبار کرتے ہوئے اسم کو الف کے ساتھ استعمال کیا گیا اور ابو عمرو کے نزدیک هٰذَیْنِ (حالت نصبی میں) ہے۔ (جلالین ۲۶۴)

اسی طرح إنّ أباهَا وأبا أباها۔ قد بلغا فی المجد غایتاها۔ بولتے ہیں جبکہ قاعدہ کے اعتبار سے إنَّ أبَاهَا وأبا أبِیهَا اور غایتیها ہونا چاہئے تھا۔ شرح شذور الذہب ۱۷

نکتہ ۱۶۸ لام ابتداء مبتدا پر بھی آتا ہے جیسے لَأنتم أشَدُّ رَهْبَةً فی صدورهم من الله، الآیة اور إنَّ حرف مشبہ بالفعل کے اسم وخبر پر بھی جیسے إنّ ربّكَ لَیحكمُ بینهم یوم القیٰمة الآیة۔ اور جیسے إنَّ من البیان لسحرًا کہ یہاں اسم پر ہے، اور خبر پر خواہ اسم ہو جیسے إنّ ربّی لَسمیعُ الدعاءِ الآیة یا فعل مضارع ہو جیسے اوپر والی مثال "إنّ ربّكَ لَیحكمُ" الآیة خواہ ظرف ہو جیسے "إنّكَ لَعلیٰ خُلُقٍ عظیمٍ" الآیة اور اسم کے علاوہ درمیانی کلمہ پر بھی لام ابتدا آجاتا ہے جیسے إنّ زیدًا لَطعامَكَ آكلٌ۔ مغنی اللبیب ۲۲۸

إنَّ وأنَّ کے مواضعِ استعمال

(۱) إنَّ ابتدارِ کلام میں آتا ہے جیسے "إنَّ اللهَ غفورٌ رحیم" کیونکہ ابتدارِ کلام موضعِ جملہ سے ہے اس لئے کہ ابتدا بالمفرد جبکہ اس سے جملہ نہ بنایا

لہ یہ شعر اسلامی شاعر ابو النجم فضل بن قدام العجلی کے قصیدہ کا ہے ترجمہ: بے شک ریا نامی عورت کے باپ دادا بزرگی کی انتہا کو پہونچ گئے ہیں، شاعر نے ابیہا کے بجائے ابا ہا کہا کیونکہ بعض قبائلِ عرب اسما ستہ میں الف ضرور لاتے ہیں شاعر نے انہیں کی تقلید کی ہے۔

جائے عدم افادہ کی بنا پر باطل ہے لہٰذا اگر أنَّ بالفتح سے شروع کریں تو ابتدار بالمفرد لازم آتا ہے (الدرایہ ص۲۵ شرح جامی ص۲۴۷ حاشیہ)

(۲) صلہ کے شروع میں آتا ہے۔ جیسے "وآتیناہُ مِنَ الکنوز ما إنَّ مفاتحَهُ" کیونکہ صلہ جملہ ہوتا ہے اور إنَّ بالکسر اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ ہی بنتا ہے۔

(۳) جواب قسم میں آتا ہے جیسے: حٰمٓ والکتابِ المبین إنّا أنزلناہ

(۴) قول اور اس کے مشتقات کے بعد جس سے حکایت مقصود ہو اور وہ بمعنیٰ اعتقاد نہ ہو کیونکہ وہ علم وظن کے حکم میں ہے (اور علم وظن کے بعد أنَّ بالفتح آتا ہے) جیسے قال إنی عبد اللہ. یقولُ إنها بقرۃ کیونکہ قول کا مقولہ جملہ ہوتا ہے۔

(۵) جملہ حالیہ کے شروع میں جیسے ما أخرجك ربُّكَ من بیتك بالحق وَإنَّ فریقًا مِّن المومنین لکٰرھون ہ

(۶) حروف افتتاح اَلَا وغیرہ کے بعد جیسے اَلَا إنَّ اولیآءَ اللہ الآیة

(۷) صفت کے شروع میں جیسے مررتُ برجلٍ إنَّه فاضلٌ۔

(۸) حروف تصدیق یعنی حروف ایجاب کے بعد جیسے بَلٰی إنَّ ربَّهُ کانَ بہ بصیرًا۔ حروف ایجاب چھ ہیں (۱) نَعَمْ (۲) بَلٰی (۳) أجَلْ (۴) إی (۵) جَیْرِ (۶) إنَّ ۔

(۹) ندا کے بعد جیسے یآیہا الانسانُ إنّكَ کادِحٌ ۔

(۱۰) جب قائم بالذات اسم کی خبر نے جیسے زیدٌ إنَّهُ فاضِلٌ

(۱۱) جب خبر پر لام ابتدائیہ داخل ہو جیسے وَاللہُ یعلَمُ إنّكَ لرسولُهُ۔

(۱۲) اس جملے کے شروع میں جس کی طرف ایسے کلمات کی اضافت ہو

جو جملہ کے ساتھ خاص ہوتے ہیں مثلاً حَیثُ . إِذْ . إِذا . جیسے جلستُ حیث إنَّ زیدًا جالسٌ . رضی ج دوم ص۳۵

أَنَّ کے مواضع استعمال

(۱) جبکہ " أَنَّ " ترکیب میں فاعل بنے جیسے " أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا الخ یا نائب فاعل بنے تب بھی " أَنَّ " بالفتح ہی ہوگا جیسے " وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ الخ

(۲) ترکیب میں قول اور اسکے مشتقات کے علاوہ کا مفعول بہ بنے جیسے لَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ ۔

(۳) مضاف الیہ واقع ہو ۔ جیسے عَجِبْتُ مِنْ طُوْلِ أَنَّ بَكْرًا قَائِمٌ ۔

(۴) مع اسم وخبر کے مبتدا بنے ۔ جیسے " وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً

(۵) ترکیب میں مجرور واقع ہو ۔ جیسے " بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا " . بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ " اور جیسے أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللّٰهَ يَرَىٰ ۔

(۶) قائم بالغیر اسم کی خبر بنے ۔ جیسے إِعْتِقَادِيْ أَنَّكَ فَاضِلٌ اعتقادایک عرضی شے ہے (۷) لَوْلَا (امتناعیہ وتحضیضیہ) کے بعد واقع ہو جیسے لَوْلَا أَنَّكَ مُنْطَلِقٌ إِنْطَلَقْتُ اور جیسے وَلَوْلَا أَنَّ مَعَاذًا [علہ] لَكَ زَعَمْتَ ۔ لَوْلَا أَنَّكَ ضَيْ بُنَيِّ صَدَرَ مِنْكَ ۔

علہ یہ لَوْلَا امتناعیہ کی مثال ہے لَوْلَا امتناعیہ کے بعد مبتدا ہوتا ہے اور مبتدا کا مفرد ہونا ضروری ہے لہٰذا لَوْلَا کے بعد " أَنَّ " بالفتح آتا ہے ۔ ترجمہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تو چلنے والا ہے تو میں چلتا ۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۸) لَوْ شرطیہ کے بعد جیسے لَوْ أَنَّكَ قَائِمٌ (لَوْ وَقَعَ قِيَامُكَ کے بمنزلہ ہے) [1]

(۹) مبتدا، فاعل اور مفعول وغیرہ کے تابع میں (أَنَّ بالفتح آئیگا) جیسے اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ ؕ الآیۃ "أَنِّيْ"، کا عطف مفعول بہ یعنی نِعْمَتِيَ پر ہے۔

(۱۰) حَتّٰى عاطفہ و جارہ کے بعد عَجِبْتُ مِنْ أَحْوَالِكَ حَتّٰى أَنَّكَ تَفَاخَرُ [2]

(۱۱) مذ و منذ کے بعد مَا فَرِحْتُ مُذْ أَنَّكَ ذَاهِبٌ [3]

(۱۲) عِلْم اور اس کے مشتقات کے بعد جبکہ خبر پر لام ابتدا داخل نہ ہو جیسے وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ۔

(۱۳) جب "إِنَّ" بالکسر کے اسم پر عطف ہو جیسے إِنَّ لَكَ أَنْ لَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى۔

(۱۴) اسم سے بدل ہو جیسے وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ الآیۃ۔ أَنَّهَا احدیٰ سے بدل ہے۔ شرح شذور الذہب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ [4] یہ لَوْلَا تحضیضیہ کی مثال ہے کہ اس کا دخول فعل پر ضروری ہے لہٰذا أَنَّ مع اپنے اسم و خبر کے فعل محذوف (یعنی جس پر فعل مذکور "زَعَمْتَ" دلالت کر رہا ہے) کا مفعول بہ بن رہا ہے یعنی لَوْلَا زَعَمْتَ أَنِّيْ مَعَاذٌ لَكَ (کیوں گمان نہ کیا تو نے کہ میں تیرے لئے جائے پناہ ہوں) اور آخری مثال کے اندر "أَنَّ" مع اسم و خبر کے فاعل بن رہا ہے تقدیری عبارت "لَوْلَا صَدَرَ مِنْكَ ضَرْبُ إِيَّايَ ہے اور فاعل و مفعول دونوں مفرد ہوتے ہیں۔

(نوٹ) لَوْلَا تحضیضیہ بمعنی هَلَّا ہوتا ہے

[1] اس لئے کہ لو کا مابعد فعل محذوف کا فاعل بنتا ہے اور فاعل مفرد ہوتا ہے ۱۲

[2] رضی ج ۲ ص ۳۵۱ [3] غایۃ التحقیق ص ۲۱۰

تین شکلوں میں إِنَّ اور أَنَّ کا استعمال برابر ہے

(۱) إِذَا مفاجاتیہ کے بعد، جیسے إِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ

(۲) فاء جزائیہ کے بعد۔ جیسے۔ مَنْ يُكْرِمْنِي فَأَنِّي أُكْرِمُهُ۔

(۳) قول سے خبر واقع ہو اور خبر بھی قول ہو اور دونوں قولوں کا فاعل ایک ہو جیسے: أَوَّلُ قَوْلِي إِنِّي أَحْمَدُ اللهَ۔ "أَنَّ" بالفتح کی شکل میں عبارت بمنزلہ أَوَّلُ قَوْلِي حَمْدُ اللهِ کے ہوگی اور بالکسر کی شکل میں! أَوَّلُ قَوْلِي مبتدا اور إِنِّي أَحْمَدُ اللهَ خبر بنے گا۔ اور خبر عائد سے بے نیاز ہے، کیونکہ خبر معنیً کے اعتبار سے عین مبتدا ہے۔ الاشباہ ۲۵ الفوائد الصمدیہ

نکتہ ۱۶۹ وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ الآيَة عِلْم اور اس کے مشتقات کے بعد "أَنَّ" بالفتح آتا ہے حالانکہ آیت میں "إِنَّ" بالکسر ہے۔

ـــه اگر یہ لحاظ کیا جائے کہ "إِنَّ" مع اسم وخبر کے جملہ بن رہا ہے تو إِنَّ بالکسر ہوگا۔ اور اگر اس کو مبتدا محذوف الخبر مانا جائے تو أَنَّ بالفتح ہوگا جیسے إِذَا عُبُودِيَّةُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ ثَابِتَةٌ پورا شعر اس طرح ہے ع وَكُنْتُ أَرَى زَيْدًا كَمَا قِيلَ سَيِّدًا۔ إِذَا أَنَّهُ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ ترجمہ: میں زید کو جیسا کہ کہا جاتا ہے شریف سمجھتا تھا۔ حالانکہ وہ (کمینہ اور ذلیل ہے کہ) گدی اور جبڑوں کا بندہ ہے یعنی وہ اپنے آپ کو فربہ کرنے کی فکر میں ہے شریف نہیں ہے۔

ـــه إِنَّ بالکسر کی صورت میں مکمل جملہ کی حیثیت ہوگی مثلاً مَنْ يُكْرِمْنِي فَأَنَا أُكْرِمُهُ۔ اور اگر تقدیر یہ ہو کہ مَنْ يُكْرِمْنِي فَجَزَاءُهُ أَنِّي أُكْرِمُهُ تو اس صورت میں "أَنَّ" بالفتح ہوگا۔ ۱۲

ـــه قول کے قریب المعنی لفظ ہو۔

الجواب :۔ جب خبر پر لام مفتوحہ داخل ہو تو "إِنَّ" مکسورۃ الہمزہ آتا ہے۔ کیونکہ لام ابتدا جملہ کے معنیٰ کی تاکید کرتا ہے اور یہ تاکید "إِنَّ" بالکسر کی صورت میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ "أَنَّ" بالفتح تو مفرد کی تاکید کرتا ہے۔ شرح شذور الذہب

نکتہ ۱۷۰ لَعَلَّ زَيْدٍ قَائِمٌ لَعَلَّ حرفِ مشبہ بالفعل کا اسم بجائے منصوب کے مجرور کیوں ہے؟

الجواب :۔ لَعَلَّ کے اسم کا مجرور ہونا شاذ ہے۔ نیز ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ لَعَلَّ زَيْدٍ مبتدا ہے اور قَائِمٌ خبر ہے۔ (ہدایۃ النحو) اور بعض حضرات نے لَعَلَّ کو حروف جارّہ میں سے کہا ہے۔

نکتہ ۱۷۱ کبھی کبھی "لَيْتَ" "وَجَدْتُ" کے درجہ میں اتار لیا جاتا ہے۔ جیسے "لَيْتَ زَيْدًا شَاخِصًا" ای وَجَدْتُ زَيْدًا شَاخِصًا شَخَصَ (ف) شُخُوصًا فربہ ہونا، موٹا ہونا۔

نکتہ ۱۷۲ إِنَّ وَرَاكِبَهَا حرف مشبہ بالفعل اسم و خبر کو چاہتا ہے۔ حالانکہ یہاں اسم و خبر میں سے کوئی بھی نہیں ہے؟

الجواب :۔ محترم! اس جملہ کے اندر إِنَّ حرف ایجاب ہے بمعنیٰ نَعَمْ نہ کہ حرف مشبہ بالفعل، إِنَّ وَرَاكِبَهَا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا مقولہ ہے، ان سے کسی سائل نے کچھ مانگا تو سائل کو انہوں نے کچھ نہ دیا تو اس نے غصہ میں کہا "لَعَنَ اللّٰهُ نَاقَةً حَمَلَتْنِيْ إِلَيْكَ" یعنی اللہ اس اونٹنی پر لعنت کرے جو مجھکو تیرے پاس سوار کرکے لائی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: إِنَّ وَرَاكِبَهَا یعنی ہاں اور اس کے سوار (تم پر بھی) (اللہ کی لعنت ہو) رَاكِبَهَا لَعَنَ کی تقدیر پر

مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے ۔ شرح شذور الذہب

نکتہ ۱۷۳ کَأَنَّ تشبیہ کے لئے آتا ہے حالانکہ کَأَنَّ زَیْدًا قَائِمٌ کے اندر کوئی تشبیہ نہیں ہے ؟

الجواب :۔ کَأَنَّ تشبیہ کیلئے اسوقت آئے گا جبکہ اس کی خبر اسم جامد ہو ۔ اور جس وقت خبر ، فعل ، یا اسم مشتق ، یا ظرف ، یا جار مجرور ہو تو اس وقت کَأَنَّ برائے شک و گمان ہوتا ہے ، نہ کہ برائے تشبیہ ۔ تو چونکہ مثال مذکور میں خبر اسم مشتق ہے ؛ اسلئے اس جملہ میں کَأَنَّ تشبیہ کیلئے نہیں ہے (نوٹ) مصدر ، مشتق اور جامد کا تفصیلی بیان قواعد الصرف میں ملاحظہ ہو ! ۔ حسین احمد

نکتہ ۱۷۴ إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ٥ إِنَّ کے اسم و خبر میں مطابقت ضروری ہے ۔ حالانکہ آیت مذکورہ میں مطابقت نہیں ؟

الجواب :۔ کبھی ایک لفظ بولکر دوسرا ہم معنیٰ لفظ مراد لیتے ہیں ۔ جیسے یہاں رحمت بولکر احسان مراد ہے فلا حرج فیہ ! بیان القرآن ۔

نکتہ ۱۷۵ إِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الخ حرف مشبہ بالفعل کا اسم اَلْمُسْلِمَاتِ مجرور کیوں ہے ؟

الجواب :۔ المسلماتِ جمع مؤنث سالم ہے اور جمع مؤنث کی حالتِ نصبی حالتِ جری کے تابع ہوتی ہے ۔

نکتہ ۱۷۶ کَلَّا کے بعد أَنَّ بالفتح آتا ہے جیسا کہ شرح شذور الذہب میں ہے مگر کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَیَطْغٰی کے اندر تو إِنَّ بالکسر ہے ؟

الجواب: یہاں کَلاَّ بمعنیٰ اَلاَ ہے اور اَلاَ کے بعد اِنَّ بالکسر ہی آتا ہے چونکہ یہ ابتدائیہ ہوا کرتا ہے جیسے اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ اور کَلاَّ جو حقاً کے معنی میں ہوتا ہے اس کے بعد أَنَّ آتا ہے مغنی اللبیب ص۱۹۰

نکتہ ۱۷۷ بعض جملوں میں تو حرف مشبہ بالفعل کا اسم نظر ہی نہیں آتا جیسے اِنَّ مَنْ یَدْخُلِ الْکَنِیْسَۃَ یَوْمًا ۔ یَلْقَ فِیْہَا جَآذِرًا وَظِبَاءً (بے شک شان یہ ہے کہ جو شخص کنیسا میں داخل ہوگا۔ کسی دن تو وہاں وہ نیل گاؤں کے بچے اور ہرن کو پائے گا)

الجواب: محترم! اِنَّ کے بعد ضمیر شان محذوف ہے جو اس کا اسم ہے دراصل اِنَّہٗ تھا ضمیر شان وقصہ عام ہے، چاہے متصل ہو یا منفصل، مستتر ہو یا بارز۔ مغنی اللبیب ص۳۱

(نوٹ) ضمیر شان وقصہ کی تعریف ضمیر کے بیان میں ملاحظہ ہو۔

نکتہ ۱۷۸ اِنَّ بجائے ابتدائے کلام کے وسط کلام میں کیوں آیا؟ جیسے اُکْرِمْ زَیْدًا اِنَّہٗ فَاضِلٌ ۔

الجواب: عالی جناب! عبارتِ مذکورہ میں اِنَّ ابتدائے کلام میں ہی ہے نہ کہ وسط کلام میں کیونکہ ابتداء عام ہے کہ کلام اسی سے شروع ہو رہا ہو، یا پھر دوسری شکل یہ ہے کہ بظاہر تو وہ وسط کلام میں ہو، مگر دوسرے جملہ کے ابتداء میں ہو۔ عبارتِ مذکورہ کا تعلق اسی ثانی شکل سے ہے کیونکہ اِنَّہٗ فَاضِلٌ ۔ ایک مستقل جملہ ہے۔ کما فی التنزیل العزیز: لَا یَحْزُنْکَ قَوْلُہُمْ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ۔

(کافیہ ص۱۱۶ حاشیہ) (درایۃ النحو ص۲۵۱)

نکتہ ۱۷۹ جَاءَنِي الَّذِي عِنْدِي أَنَّهُ فَاضِلٌ صلہ میں بجائے إِنَّ مکسورہ کے أَنَّ مفتوحہ کیوں آگیا؟

الجواب:۔ واقعی آپ نے قاعدہ خوب یاد رکھا۔ مگر محترم! بات یہ ہے کہ إِنَّ مکسورہ اول صلہ میں آتا ہے، نہ کہ درمیان صلہ میں۔ اور عبارت مذکورہ میں أَنَّ اول صلہ میں نہیں ہے خُذْ هٰذا! شرح شذور الذہب

نکتہ ۱۸۰ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ عِنْدِي أَنَّهُ قَائِمٌ۔ صفت میں إِنَّ مکسورہ کے بجائے أَنَّ مفتوحہ کیوں؟

الجواب:۔ إِنَّ مکسورہ اول صفت میں آتا ہے نہ کہ درمیان میں اور یہاں درمیانِ صفت میں ہے اس لئے إِنَّ بالکسر نہیں آیا فافہم۔ شرح شذور الذہب۔

نکتہ ۱۸۱ أَقْبَلَ زَيْدٌ وَعِنْدِي أَنَّهُ ظَافِرٌ۔ جملہ حالیہ میں بجائے إِنَّ کے أَنَّ کیوں؟

الجواب:۔ إِنَّ مکسورہ اولِ جملہ حالیہ میں آتا ہے نہ کہ درمیان میں لہٰذا مثال مذکورہ میں چونکہ ابتداء میں نہیں بلکہ وسط میں ہے اس لئے أَنَّ بالفتح آیا نہ کہ إِنَّ بالکسر ۱۲ شرح شذور الذہب

نکتہ ۱۸۲ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا۔ حرف مشبہ بالفعل کے اسم وخبر دونوں منصوب کیوں ہے؟

الجواب:۔ فراءؒ نحوی نے لَيْتَ کو أَتَمَنّٰی فعل کے معنی میں لیا ہے لہٰذا بربنائے مفعولیت دونوں جزوں کو نصب دے دیا گیا اور اس کو افعال قلوب میں سے مانا ہے۔

تحریر سنبط ۱۲۷۳ رضی ج ۲ ص ۳۵۹

نکتہ ۱۸۳ قول کے بعد "إنّ" بالکسر آتا ہے حالانکہ أُخُصُّكَ بالقولِ أَنَّكَ فَاضِلٌ کے اندر أنّ بالفتح ہے؟

الجواب:۔ قول کے بعد إنّ بالکسر اس وقت آتا ہے جبکہ وہ مقولہ بنے عبارت مذکورہ میں أَنَّ مقولہ نہیں ہے بلکہ برائے تعلیل ہے یعنی أَخُصُّكَ بالقولِ لِأَنَّكَ فاضلٌ۔
(شرح جامی حاشیہ ص۲۴۷)

نکتہ ۱۸۴ کَأَنَّ کی خبر اسم جامد ہو تو کَأَنَّ تشبیہ کے لئے ہوگا جیسے کَأَنَّ زَیدًا اسدٌ۔ (زید گویا کہ شیر ہے) اور جب خبر فعل، اسم مشتق، ظرف یا جار مجرور ہو تو کَأَنَّ شک وگمان کے لئے ہوگا۔ جیسے کَأَنَّ زَیدًا یقومُ۔ (گویا زید کھڑا ہے)۔

نکتہ ۱۸۵ أَنَّ زیدٌ کریمٍ، حرف مشبہ بالفعل کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے حالانکہ جملہ مذکورہ میں ایسا نہیں ہے۔

الجواب:۔ أَنَّ فعل ماضی کا واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے بمعنیٰ رونا اور زیدٌ اس کا فاعل ہے اور کریم میں ک حرف جار ہے ترجمہ زید بکری کے بچہ کی طرح رویا۔

نکتہ ۱۸۶ عرض اور تمنی میں فرق۔ دو فرق تو وہی ہیں جو ترجی اور تمنی میں ہیں گویا عرض بمنزلہ ترجی کے ہے اور تیسرا فرق یہ ہیکہ عرض کا استعمال عموماً قریب الحصول شیئ کے لئے ہوگا اور تمنی کا استعمال بعید الحصول شیئ کے لئے۔

اِنْ واَنْ مخففہ من المثقلہ سے متعلق

اِنْ مخففہ کے احکام، کبھی اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کو مخفف بنادیا جاتا ہے خواہ اس صورت میں عمل کرے۔ جیسے واِنْ کُلاً لَمّا لَیُوَفِّیَنَّھُم (نافع ابن کثیر کی قرأت کے مطابق) یا عمل نہ کرے جیسے واِنْ کُلٌّ لَمّا جمیعٌ لدینا محضرون مگر مخفف ہونیکی شکل میں اس کیلئے لام لازم ہے تاکہ اِنْ نافیہ کے ساتھ التباس لازم نہ آئے لہٰذا اِنْ زیدٌ قائمٌ کے اندر چونکہ لام نہیں ہے تو یہ بمعنیٰ ما زیدٌ بقائمٍ ہے۔ اِنْ مخففہ نہیں ہے۔

اِنْ مخففہ کیلئے لزومِ لام کی شرط

لزومِ لام کی شرط اس شکل میں ہے جبکہ مدخولِ اِنْ مخففہ فعل دعا نہ ہو کیونکہ فعلِ دعا پر اِنْ نافیہ داخل ہی نہیں ہوتا کہ التباس لازم آئے۔ (کافیہ ص ۱۱۸ حاشیہ)

فائدہ:۔ بعض حضرات کے نزدیک لزومِ لام کی شرط، اِنْ مخففہ کے عمل نہ کرنیکی شکل میں ہے۔

اِنْ مخففہ کا افعال پر دخول

اِنْ مخففہ کا ان افعال پر دخول جائز ہے جو مبتدا و خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ مثلاً افعال ناقصہ، افعال مقاربہ، اور افعال قلوب۔ جیسے واِنْ

کانَتْ لکبیرۃً۔ وإنْ وجدْنا اکثرھم لفاسقین۔

أَنْ مخففہ کے احکام اور اسکی پہچان

کبھی اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کو بھی مخفف بنا دیا جاتا ہے۔ اور یہ اَنْ جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے وآخِرُ دعوانا أَنِ الحمدللہ رب العٰلمین۔ اور جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے، لیکن اس وقت اَنْ اور فعل کے درمیان سین یا سوف یا قَدْ یا حرف نفی۔ (لَنْ لَم. لا) یا لَوْ یا شرط کے ذریعہ سے فصل کرنا ضروری ہے۔ جیسے عَلِمَ اَن سیکونُ منکم مرضٰی۔ لیَعْلَمَ أَن قَدْ اَبْلَغوا۔ افلا یَرَوْنَ اَلّا یرجعُ أیحسبُ اَنْ لن نجمعَ عِظامه الآیۃ۔ سوف کی مثال جیسے شعر

واعْلَمْ فَعِلْمُ الْمَرْءِ یَنْفَعُه۔ أَنْ سوف یاتی کلُّ ماقُدِرا

لَم کا فصل ہو جیسے ایحسبُ اَنْ لم یَرَہٗ احدٌ الآیۃ۔ لَوْ کا فصل ہو۔ جیسے نحنُ اَنْ لو نشاء اَصَبْنا ھم، خبر جملہ فعلیہ ہونیکے ساتھ ساتھ جملہ دعائیہ ہو۔ جیسے: أَنْ بورِکَ مَنْ فی الارض۔ یا جملہ فعلیہ جامد ہو۔ جیسے: اَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسانِ إلّا ما سعیٰ اور اَنْ مخففہ ضمیر شان میں عمل کرتا ہے۔ اور مابعد والا جملہ اس کی خبر کے درجہ میں ہوتا ہے۔ جو ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے، گویا عَلِمَ اَنْ سَیَکونُ کی اصل عَلِمَ أنه سیکون ہے اور افلا یرون الا یرجعُ کی اصل افلا یرون انه لا یرجع ہے۔ کبھی اَنْ مخففہ کا اسم ظاہر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے ع

فلو أنكِ فی یوم الرخاءِ سألتنی۔ فراقكِ لم أبْخَلْ وأنتِ صدیقی

(رضی ص ۳۵۹ ج ۲)

نکتہ ۱۸۷

اَنْ مخففہ اس فعل کے بعد ہوتا ہے جو علم، یقین، رویت، وجدان اور تحقیق کی قبیل سے ہو اور رجاء، طمع، خشیت خوف اور شک والے افعال کے بعد اَن ناصبہ ہوتا ہے اور جو اَنْ فعل ظن کے بعد ہو اس میں دونوں صورتیں (اَنْ مخففہ و اَنْ ناصبہ) درست ہیں[1] جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ۔ کَاَنَّ و لٰکِنَّ کو بھی کبھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے مگر بوقت تخفیف اصح قول کے مطابق یہ عمل نہیں کرتے۔

حسین احمد

---

[1] جو حضرات فعل ظن کے بعد اَنْ مخففہ کے قائل ہیں وہ ظن کو بمنزلہ علم کے قرار دیتے ہیں اور اس مسلک کی تائید بھی قرآن شریف سے ہے۔ جیسے أَیحسَبُ اَنْ لن نجمع عظامہٗ ایحسبُ اَنْ لَنْ یَقْدِرَ علیہ احدٌ۔ ایحسبُ اَنْ لَمْ یَرَہٗ احدٌ کیونکہ ایک ناصب دوسرے ناصب اور جازم پر داخل نہیں ہوتا اور حسبان بمعنی ظن ہے اور جو حضرات ظن کو علم کے درجہ میں نہیں اتارتے بلکہ اس کی اصل پر رکھتے ہیں وہ اس کے بعد اَن ناصبہ کے قائل ہیں جیسے تَظُنُّ اَنْ یُفْعَلَ بِھَا فَاقِرَۃٌ۔ اَمْ حسبتم اَنْ تُتْرَکُوا۔ (شرح شذور الذہب ص۱۴۰)

لیس سے مشابہت رکھنے والے حروف کا بیان

مَا، لَا، لَاتَ، اِنْ۔ یہ چاروں حروف لیس کی طرح عمل کرتے ہیں یعنی اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ جیسے ما زیدٌ قائمًا (زید کھڑا نہیں ہے) لا رجلٌ افضلَ منك۔ (آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں ہے)

ما اور لا کو لیس سے مشابہت

یہ مشابہت دو طرح سے ہے (۱) نفی میں (۲) مبتدا ء و خبر پر داخل ہونے میں۔

ما و لا وغیرہ کا عمل چار شرطوں پر موقوف ہے

(۱) خبر اسم پر مقدم نہ ہو جیسے ما قائم زیدٌ۔ (۲) مَا کے بعد اِنْ زائدہ داخل نہ ہو جیسے ما اِنْ زیدٌ قائمٌ (۳) خبر، لفظ اِلّا کے ساتھ مقترن نہ ہو جیسے ما زیدٌ الا قائمٌ (۴) ان حروف کے ساتھ خبر کا معمول متصل نہ ہو جیسے ما عمرًا زیدٌ ضاربٌ (اور وہ معمول ظرف اور جار مجرور نہ ہو) برخلاف اس شکل کے جبکہ معمول ظرف ہو جیسے فما منکم من احدٍ عنہ حاجزین۔ درایۃ ص۱۳۶ شرح جامی

نکتہ ۱۸۸

لا کے اسم پر اِنْ زائدہ داخل نہیں ہوتا، اور بنو تمیم لا کو غیر عامل مانتے ہیں اور تکرار لا کو لازم کہتے ہیں۔ اور کلمہ اِن کے اسم پر بھی دخولِ اِنْ زائدہ درست نہیں اور حرفِ اِنْ کو عمل دلانا اہل عالیہ کی لغت ہے لات کا اسم اکثر محذوف ہوتا ہے اور خبر بھی کبھی محذوف ہوتی ہے گویا لات کے اسم و خبر

دونوں مذکور ہو کر جمع نہیں ہوتے۔ اور لاتَ تین کلمات میں عمل کرتا ہے الحین۔ الساعة۔ الاوان البتہ الحین میں کثرت کے ساتھ عمل کرتا ہے جیسے فنادَ و ولاتَ حینَ مناص یعنی لاتَ الحینُ حینَ مناص۔ یعنی لا پر جب تاء لاحق ہو تو پھر یہ اَحیان کے ساتھ خاص ہوگا۔ (الفوائد الصمدیہ صفحہ ۱۸)

نکتہ ۱۸۹ ما اور لا میں فرق۔ (۱) لا فقط نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور وہ بھی کم اور ما معرفہ ونکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے (۲) لا مطلق نفی کیلئے آتا ہے اور ما نفی حال کیلئے (۳) لا کی خبر پر باء داخل نہیں ہوتا اور ما کی خبر پر داخل ہو جاتا ہے جیسے وما ربُّك بظلام للعبيد۔

(قواعد اللغۃ العربیہ صفحہ ۱۶)

نکتہ ۱۹۰ ما اور لا کے اسم کا مرفوع اور خبر کا منصوب ہونا اہل حجاز کا مذہب ہے اور بنی تمیم اسم وخبر دونوں کو رفع دیتے ہیں۔ مبتدا وخبر کی بنا پر، شرح جامی صفحہ ۱۷۱ جیسے شعر

ومُهفهفٍ كالغصنِ قلتُ له انتسب۔ فاجابَ ما قتلُ المحبِّ حرامُ

قتلُ المحبِّ اور حرامُ دونوں مرفوع ہیں۔ (ہدایۃ النحو)

نکتہ ۱۹۱ کبھی لا کی خبر حذف کر دی جاتی ہے جیسے۔

مَن صدَّ عن نيرانها۔ فانا ابنُ قيسٍ لا براحُ۔

ترجمہ:۔ کوئی ہوگا جو جنگ کی آگ سے پھر جائے ہیں تو قیس کا بیٹا ہوں میرے لئے فرار نہیں ہے۔ دراصل لا براحَ لی ہے۔ شرح جامی صفحہ ۸۸

نکتہ ۱۹۲ اوپر بیان کیا تھا کہ لا کا اسم معرفہ نہیں ہوتا مگر کبھی ہو بھی جاتا ہے سماعت فرمائیے شعر۔

اَنكرتُها بعد اَعوامٍ مضينَ لها ۔ لا الدارُ دارًا ولا الجيرانُ جيرانًا

ترجمہ:۔ میں اس (گھر) کو ان سالوں کے بعد جو اس پر گزرے پہچان نہیں سکا۔ (کیونکہ) نہ وہ گھر، گھر تھا اور نہ وہ پڑوسی، پڑوسی تھے۔ شرح شذور الذہب

لائے نفی جنس کا بیان

لاء نفی صفت کی نفی کے لئے آتا ہے اور اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے اور اسکا اسم اکثر محذوف ہوتا ہے جیسے لاعلیك یعنی لابأس علیك ۔ شرح جامی ۔

لائے نفی جنس کے اسم کی چند حالتیں ہیں

(۱) لاء نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہو اور لاء نفی اور اسکے اسم کے درمیان فصل نہ ہو تو مبنی بر فتحہ ہوگا جیسے لَا رَجُلَ فی الدار، لا غلامَینِ لك ۔ لا مُسلِمِینَ لك ۔ (ہدایۃ النحو حاشیہ ۳ ص)

(۲) لاء نفی جنس کا اسم مضاف یا شبہ مضاف ہو تو منصوب ہوگا ۔ جیسے لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ لا عشرین کتابًا عندی ۔

شبہ مضاف

وہ ہیکہ جو بلا کسی دوسرے کلمہ کے تام نہ ہو جس طرح مضاف بغیر مضاف الیہ کے تام نہیں ہوتا جیسے یا طالِعًا جبلاً ۔

(۳) لا کا اسم معرفہ ہو تو اسوقت لاء کا تکرار دوسرے معرفہ کے ساتھ ضروری ہے جیسے لا زیدٌ فی الدار ولا عمرٌو ۔ اس وقت لا لیس کے مشابہ ہوگا ۔ اور اسم کو رفع دیگا ۔

(۴) لاء کا اسم نکرہ مفردہ ہو بشرطیکہ لاء کا تکرار دوسرے نکرہ کے ساتھ ہو رہا ہو جیسے لاحولَ ولا قوۃَ الّا باللّٰہ تو اسکو پانچ[۱] طرح سے پڑھا گیا ہے

---

۱ دونوں مبنی بر فتحہ جیسے ۔ لاحولَ ولا قوۃَ الا باللہ ۔ باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

تین شکلوں میں لا نفی جنس کا عمل باطل ہو جاتا ہے

(۱) لاء نفی جنس پر باء جارہ داخل ہو جائے جیسے جئتُ بلا زاد۔ (میں بغیر توشہ کے آیا۔

(۲) لاء نفی جنس اور اسکے اسم کے درمیان فصل واقع ہو۔ جیسے لا فیھا غول الخ

(۳) لاء کا اسم معرفہ ہو جیسے لا زیدٌ فی الدار ولا عمرو۔

(نوٹ) لاء نفی جنس کی خبر اگر جار ومجرور ہو تو خبر کو اسم پر مقدم کر سکتے ہیں۔ مگر دریں صورت لاء نفی جنس عمل نہیں کریگا۔

نکتہ ۱۹۳ لاء نفی جنس کا اسم مفرد ہو اور موصوف ہو اور صفت بھی مفرد ہو اور موصوف وصفت میں فصل نہ ہو تو صفت پر تین اعراب یعنی رفع، فتحہ، نصب پڑھنا جائز ہے۔ جیسے لا رجلَ ظریفًا ظریفٌ۔ ظریفَ فی الدار۔ شرح شذور الذہب ص۲۸

نکتہ ۱۹۴ اسم کے مفرد ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف وشبہ مضاف نہ ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ دونوں لا برائے نفی جنس ہے اور خبر محذوف ہے ۱۲ شرح یوسفیہ (۲) دونوں مرفوع جیسے لا حولٌ ولا قوۃٌ الا باللہ۔ لا ملغی ہوگا اور مبتدا وخبر کی ترکیب ہوگی (۳) پہلا مرفوع اور دوسرا مبنی بر فتحہ جیسے لا حولٌ ولا قوۃَ الا باللہ پہلا لا مشابہ بلیس اور دوسرا لاء نفی جنس۔ (۴) پہلا مبنی بر فتحہ اور دوسرا مرفوع پہلا لا نفی جنس کا اور دوسرا لا زائدہ اور قوۃ کا عطف حول کے محل پر۔ (۵) پہلا مبنی بر فتحہ اور دوسرا منصوب پہلا لا نفی جنس کا اور دوسرا زائدہ۔

حروف ناصبہ

(فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف) پانچ ہیں

اَنْ . لَنْ . کَیْ . اِذَنْ . اَنْ مقدرہ (ہدایت النحو)

حروف ناصبہ کا لفظی و معنوی عمل یہ حروف تثنیہ و جمع مذکر غائب و حاضر اور واحد مونث حاضر کے صیغوں سے نون اعرابی کو گراتے ہیں اور دو صیغوں میں کچھ عمل نہیں کرتے یعنی جمع مونث غائب و حاضر اور بقیہ صیغوں میں نصب دیتے ہیں اور معنوی عمل ہر ایک کا جداگانہ ہے یعنی اَنْ فعل مضارع کو مصدر کے معنیٰ میں کر دیتا ہے اور لَنْ فعل مضارع کو نفی تاکید مستقبل کے معنیٰ میں کر دیتا ہے اور کَیْ علت و سبب بیان کرنے کیلئے آتا ہے یعنی اسکا ماقبل سبب ہوتا ہے مابعد کیلئے اور اِذَنْ فعل مضارع کو مستقبل کے معنیٰ کیلئے خاص کر دیتا ہے اور جواب و جزا کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

قاعدہ اَنْ سات چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے ۱ حتّٰی کے بعد ۲ فا کے بعد ۳ واوالصرف کے بعد ۴ اَوْ کے بعد ۵ لامِ جحد کے بعد ۶ لامِ کَیْ کے بعد ۷ اور اس واو عطف کے بعد جس کا معطوف علیہ اسم صریح ہو۔

اظہار اَنْ جائز و واجب لامِ کَیْ کے بعد اگر لائے نفی آ جائے تو اَنْ کا ظاہر ہونا ضروری ہے جیسے لِاَنْ لَّا یَعْلَمَ

(لئلاّ) اور لام کی کے بعد اظہار اَنْ جائز ہے جیسے حضرت لِاَنْ اُحَدِّثَك

لام جحد وہ لام ہے جو کانَ منفیہ کی خبر پر زائد واقع ہو جیسے ماکانَ اللہ لیطلعکم علی الغیب، وما کان اللہ لیعذبہم، لم یکن لیغفر لہم۔

واو الصرف وہ واو ہے جو اپنے معطوف کو معطوف علیہ کے حکم میں داخل نہ ہونے دے جیسے

لاتَنْہَ عَنْ خُلُقٍ وَتَأْتِيَ مِثْلَهُ ۔ عَارٌ عَلَيْكَ إِذَا فَعَلْتَ عَظِيمٌ

ترجمہ:۔ دوسروں کو بداخلاقی سے مت روک جبکہ تو خود اس جیسے کام کو کرتا ہے۔ تیرے اوپر بڑی شرم کی بات ہے جب تو ایسا کرے۔

یہاں معطوف علیہ پر لانفی داخل ہے جو معطوف پر داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ خلاف مقصود شاعر لازم آئیگا۔ (شفاء الصدر صـ۲۲)

الخُلُقُ حالٌ للنفس راسخةٌ تصدرُ عنها الافعال۔ من خیرٍ او شرٍ من غیرِ حاجةٍ الی فکرٍ ورُوِیَةٍ المعجم۔

واو الصرف اور فا کے بعد اَنْ مقدر ہونے کی دو شرطیں ہیں

(۱) معطوف ومعطوف علیہ کا زمانہ ایک ہو (۲) واؤ وفا سے قبل مذکورہ چھ چیزوں میں سے کوئی ایک ہو، امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض، امثلہ امر جیسے زُرْنی واکرمك نہی جیسے لا تأکل السمك وتاکلَ اللحمَ نفی جیسے ما تاتینا وتحدثنا استفہام جیسے اَیْنَ ابُوكَ وأزورہ تمنی جیسے لَیْتَ لی مالاً وانفقَ منہ عرض جیسے الا تنزلُ بنا وتصیبَ خیراً۔ انہیں مثالوں پر فا کی مثالوں کو قیاس کی جیئے۔

حروف ناصبہ در اسم سات ہیں (۱) واؤ بمعنیٰ مع (۲) اِلَّا استثنائیہ باقی پانچ۵ حروفِ ندا بشرطیکہ منادی مضاف یا شبہ مضاف یا نکرہ غیر معینہ ہو۔

اسمار ناصبہ در اسم اَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَۃَ عَشَرَ تک، کہ تمیز کو نصب دیتے ہیں اسی طرح عشرون و ثلاثون بھی تمیز کو نصب دیتے ہیں۔ کم استفہامیہ کاین کذا۔

اِذن کے نصب دینے کی چند شرطیں ہیں (۱) مدخولِ اِذَن ماقبل کا معمول نہ ہو مثلاً خبر، جواب قسم وغیرہ نہ ہو جیسے اَنا اِذَنْ اُکرِمُکَ. اکرمک ماقبل انا کی خبر ہے تو گویا خبر اِذَنْ پر مقدم ہے اور اِذَنْ بوجہ ضعف اپنے ماقبل پر عمل نہ کرسکے گا۔ الاشباہ ص۱۱۶

(۲) اِذَنْ جس فعل پر داخل ہو وہ مستقبل کے معنی میں ہو۔

(۳) اِذَنْ اور فعل کے درمیان لا نافیہ اور قسم کے علاوہ کسی دوسری چیز کا فصل نہ ہو۔ (۴) اِذَنْ جواب کیلئے ہو (۵) اِذَنْ کے بعد حرف عطف نہ ہو۔

نکتہ ۱۹۵ فا کے بعد اَنْ مقدر ہونیکی ایک شرط یہ بیان کی ہے کہ فا سے پہلے امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی، عرض، میں سے کوئی ایک ہو حالانکہ اللّٰھم اغفرلی فافوزَ، ولا تواخذنی فاھلكَ کے اندر فا سے پہلے دعا ہے تو جواب یہ ہیکہ دعا امر و نہی میں داخل ہے اور لولا اُنزل علیہ ملكٌ فیکونَ معہ نذیرًا کے اندر فا سے قبل تحضیض ہے تو جواب یہ ہیکہ

تخصیص، نفی کے اندر داخل ہے اور لَعَلِّیۡ اَبلُغُ الاسبابَ اسبابَ السموات فاطَّلِعَ الخ کے اندر فاء سے قبل ترجی ہے تو جواب یہ ہے کہ ترجی تمنی کے اندر داخل ہے نیز دروس البلاغہ میں تحریر ہے کہ تمنی کیلئے لَیۡتَ کی طرح لَعَلَّ، لَوۡ، عسٰی بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے شعر
اَسِرۡبَ القَطَا ھل من یُّعیر جناحہٗ ۔ لَعَلِّی اِلٰی مَنۡ قَدۡ ھَوِیۡتُ اَطِیۡرُ
کے اندر لعلّ برائے تمنّی ہے ۔ (ترجمہ) اے قطا پرندوں کے ڈار۔ کیا کوئی ہے جو اپنے پروں کو عاریت پر دیدے تا کہ میں اپنے محبوب کی طرف اُڑ کر چلا جاؤں)۔ اور کبھی بلا وجود شرط بھی محض ضرورت شعری کی بنا پر فا کے بعد اَن مقدر مانتے ہیں جیسے
سَاَتۡرُکُ منزلی لبنی تمیمٍ ۔ والحق بالحجاز فاستریحا
محل استدلال فاستریحا ہے۔ (تحریر سنبط ص۲۴۵)

نکتہ ۱۹۶ علم اَنۡ سَیَکُوۡنُ کے اندر دخول اَن کے با وجود فعل مضارع مرفوع کیوں ہے۔

الجواب:۔ یہ اَنۡ ناصبہ نہیں بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے، دیکھئے اَنۡ مخففہ کا بیان،،

نکتہ ۱۹۷ وَاِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَرَبِّکُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنَ پ۲۵ ع ۱۴۔ اَنۡ ناصبہ نون اعرابی کو گرا دیتا ہے حالانکہ آیت میں نون باقی ہے۔

الجواب:۔ بوجہ دخول اَنۡ نون اعرابی تو ساقط ہو گیا اور جو نون نظر آ رہا ہے وہ نون وقایہ ہے نہ کہ اعرابی۔

نکتہ ۱۹۸ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ پ۱۶ ع ۱۳ اَنْ ناصبہ نصب دیتا ہے حالانکہ یہاں فعل مضارع مرفوع ہے۔

الجواب:۔ آیت مذکورہ میں اَنْ ناصبہ نہیں، بلکہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے۔

نکتہ ۱۹۹ اِلَّا اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِی پ۲ ع ۱۵ اَنْ ناصبہ نون اعرابی کو گرا دیتا ہے حالانکہ آیت مذکورہ میں نون نہیں گرا۔

الجواب:۔ یَعْفُوْنَ بروزن یَخْرُجْنَ جمع مونث غائب کا صیغہ ہے اور یہ مبنی ہے اَنْ ناصبہ اس میں کوئی اثر نہیں کرتا شرح شذور الذہب

نکتہ ۲۰۰ کبھی اَنْ ناصبہ ما مصدریہ پر محمول ہونے کی وجہ سے مہمل ہو جاتا ہے یعنی نصب نہیں دیتا جیسے شعر۔

اذا کانَ امْرُ النّاسِ عند عجوزهم۔ فلا بُدَّ اَنْ یَلْقَوْنَ کلَّ ثبورٍ کے اندر اَنْ یلقون

نکتہ ۲۰۱ اِذَنْ اگر واو عاطفہ یا فا عاطفہ کے بعد واقع ہو تو وہاں رفع و نصب دونوں درست ہیں، رفع تو اس معنیٰ کر کہ مدخول اِذَنْ (معطوف) کا ماقبل پر اعتماد ہے یعنی ما قبل کا معمول ہے لہٰذا شرطِ اوّل مفقود ہو گئی مثال وَاِذَنْ لَّا یَلْبَثُوْنَ۔ نون باقی ہے اور نصب اس معنیٰ کر کہ مدخول اِذَنْ (معطوف) مستقل فعل ہے۔ کافیہ ص۹۸

نکتہ ۲۰۲ ضرورت شعری کی بنا پر لَنْ ناصبہ کے بعد کبھی جزم بھی آجاتا ہے جیسے ایک شاعر نے اپنے شعر میں لن یَخِبْ استعمال کیا ہے۔ (حاشیہ ہدایۃ النحو) ص۸۴

نکتہ ۲۰۳ حتیٰ کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے حالانکہ ھی حتیٰ مطلعِ الفجر کے اندر نہیں ہے۔

الجواب: حتیٰ کے بعد اَنْ مقدر اس وقت ہوگا جبکہ حتیٰ کا دخول فعل پر ہو اور حتیٰ سببیہ ہو جیسے اَسْلَمْتُ حتیٰ اَدْخُلَ الجنَّۃَ (ہدایۃ النحو حاشیہ ص۸۴)

نکتہ ۲۰۴ فَاَرَدْنَا اَنْ یبدِلَہما. پ۱۶ ع ۱. اَنْ ناصبہ داخل ہونے کے باوجود فعل مضارع کی دال پر کسرہ کیوں۔ **الجواب:** آیت مذکورہ میں فعل مضارع منصوب ہی ہے اَنْ یبدِلَ آخری حرف لام ہے نہ کہ دال۔

نکتہ ۲۰۵ ویزدادَ الذین آمنوا پ۲۹ یہاں فعل مضارع پر جب حرف ناصب داخل نہیں تو منصوب کیوں۔

الجواب: اس فعل مضارع کا معطوف علیہ لیستیقن. بوجہ اَنْ مقدرہ منصوب ہے۔ لہٰذا معطوف بھی منصوب ہوگا۔ کیونکہ معطوف ومعطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے۔

حروف جازمہ سے متعلق

حروف جازمہ وہ حروف ہیں جو فعل مضارع پر داخل ہو کر چار تثنیہ، دو جمع مذکر غائب و حاضر اور ایک واحد مؤنث حاضر کے صیغے سے نون اعرابی کو گراتے ہیں اور پانچ صیغوں میں جزم کرتے ہیں، یعنی واحد مذکر غائب و حاضر، واحد مؤنث غائب واحد متکلم جمع متکلم، اور دو صیغوں میں کوئی عمل نہیں کرتے، یعنی جمع مؤنث غائب و حاضر میں۔

حروف جازمہ پانچ ہیں | لَمْ۔ لَمَّا۔ لامِ امر۔ لاءِ نہی۔ اِنْ شرطیہ یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں۔

حرف اِنْ پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے | (۱) امر کے بعد جیسے تعلَّمْ تنجُ (۲) نہی کے بعد جیسے لَا تَکْذِبْ یَکُنْ خَیْرًا۔ (۳) استفہام کے بعد جیسے ھل تَزُوْرُنَا نُکْرِمْكَ (۴) تمنی کے بعد جیسے لَیْتَكَ عِنْدِیْ اَخْدِمْكَ (۵) عرض کے بعد جیسے اَلَا تَنْزِلُ بِنَا تُصِبْ خَیْرًا (۶) نفی کے بعد بعض جگہوں میں جیسے لَا تفعلُ شرًّا یَکُنْ خَیْرًا لَكَ۔

لَمْ و لَمَّا میں فرق | یہ دونوں مضارع پر داخل ہو کر اسکو ماضی منفی کے معنیٰ میں کر دیتے ہیں، مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ لَمْ مطلق نفی کے لئے آتا ہے۔ جیسے لَمْ یَضْرِبْ زَیْدٌ (زید نے نہیں مارا)

---

[1] یعنی لم کے ذریعہ حاصل شدہ نفی کا اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور لَمَّا تکلم کے وقت تک کی نفی کرتا ہے۔ جیسے لَمَّا یضرب زیدٌ (زید نے اب تک نہیں مارا) اگر لَمْ کے اندر بھی یہی معنیٰ پیدا کرنے ہوں تو لَمْ کے بعد بعدُ یا اِلی الآن، بڑھا دو، جیسے لَمْ یضربْ زیدٌ بعدُ یا اِلی الآن (زید نے اب تک نہیں مارا) نیز لَمْ کے اوپر حرف شرط داخل ہو جاتا ہے جیسے لَوْ لَمْ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ۔ اور لَمْ کے اوپر ہمزہ استفہام بھی داخل ہو جاتا ہے، جیسے اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ۔ اس وقت نفی، ایجاب بن جائے گی اور کبھی ہمزہ اور لَمْ کے درمیان واؤ، فاء، کا فصل بھی ہو جاتا ہے جیسے اَفَلَمْ اَقُلْ لَّكَ۔ لَمَّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اسکے وقوع کی توقع ہوتی ہے جبکہ لَمْ میں ایسا نہیں ہوتا، اور لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہوتا ہے، نہ کہ لَمْ کا۔

نکتہ ۲۰۶ وزن شعری کی وجہ سے فعل مضارع پر دخولِ جازم کے باوجود بجائے جزم کے دوسری حرکت مثلاً کسرہ وغیرہ بھی دیدیا جاتا ہے۔ جیسے، شعر، ومَنْ یغترِرْ یحسبْ عدُوًّا صدیقہ ومن لَمْ یُکَرِّمْ نفسَہ لَمْ یُکَرَّمِ کے اندر لم یُکَرَّمِ۔ اِغتَرَّ (باب افتعال) دھوکہ کھانا

نکتہ ۲۰۷ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ پ ۱۶ ع ۱۲ تَلْقَفْ فعل مضارع مجزوم ہے حالانکہ اس پر کوئی حرف جازم داخل نہیں۔

الجواب: تَلْقَفْ جواب امر ہے اور جواب امر مجزوم ہوتا ہے، دیکھئے امر و جواب امر کی بحث۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ ولم اَکُنْ بِدُعَاءِكَ رَبِّ شَقِیًّا (اے میرے رب ابھی تک میں تجھے پکار کر نامراد نہیں رہا) اور کبھی زمانہ حال سے پہلے ہی اس نفی کا انقطاع ہو جاتا ہے جیسے لم یَکُنْ شَیْئًا مذکورا (پہلے وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا) یعنی معدوم تھا اب موجود ہو گیا۔

نکتہ ۲۰۸

لَمَّا (۱) نفی کیلئے بھی آتا ہے جیسے وَلَمَّا یَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا (ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی) (۲) اور شرط کیلئے بھی جیسے فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ. پ۱۰ (پھر جب دونوں جماعتیں (کفار و مسلمان) ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو شیطان الٹے پاؤں بھاگا) (۳) برائے استثناء یعنی اِلَّا کے ہم معنیٰ جیسے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْهَا حَافِظٌ. پ۳۰ (نہیں ہے کوئی نفس مگر ان پر محافظ مقرر ہے) اور یہ نفی کے بعد اور قسم کے بعد آتا ہے، نفی کی مثال اوپر مذکور ہوئی اور قسم کے بعد کی مثال یہ ہے، نشدتُكَ باللہِ لَمَّا تَذْهَبُ" لَمَّا ظرف کیلئے بھی آتا ہے بمعنیٰ حِیْنَ اور یہ ماضی کے ساتھ خاص ہے۔ کما فی قولہٖ تعالیٰ. فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ الخ. ای فی وقتِ مجیئتہٖ اسکا جواب فعل ماضی ہوگا جیساکہ آیت مذکورہ میں ہے اور فعل مضارع بھی ہوتا ہے، جیسے فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى یُجَادِلُنَا، غالباً لَمَّا شرطیہ اور ظرفیہ ایک ہی جیسے ہیں۔

المعجم المفصل ص۳۹۲ جلد نمبر ۳

نکتہ ۲۰۹

اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ (قنبل کی قراءت کے مطابق) یتقی پر مَنْ جازمہ داخل ہے مگر یتقی کے آخر سے حرف علت نہیں گرا جبکہ یَصْبِرْ کی راء پر سکون آگیا۔

الجواب:۔ مَنْ موصولہ ہے نہ کہ شرطیہ رہی بات یَصْبِرْ کی تو راء پر سکون یا تو وقف کی نیت کرنیکی وجہ سے ہے (۲) یا وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللہَ الخ راء کا سکون۔ باراء۔ فاء۔ ہمزہ کی متواتر حرکتوں کی وجہ سے تخفیف کی بناء پر ہے (۳) یَتَّقِیْ پر عطف علی التوہم ہے یعنی یَصْبِرْ کا عطف یَتَّقِیْ پر اس معنیٰ کر کے کہ مَنْ شرط کو متضمن ہے لہٰذا یتقی معنیٰ مجزوم ہے

شرح شذور الذہب ص۲۳

حروفِ غیر عاملہ

حروف عاطفہ: دس ہیں واو۔ فا۔ ثُمَّ۔ حتیٰ۔ اِمَّا۔ اَوْ۔ اَمْ۔ لَا۔ بَل۔ لکن۔

حروف ایجاب:۔ چھ ہیں نَعَمْ۔ بَلٰی۔ اَجَلْ۔ اِیْ۔ جَیْرِ۔ اِنَّ

حروف تفسیر: دو ہیں اَیْ۔ اَنْ۔

حروف مصدریہ: تین ہیں ما۔ اَنْ۔ اَنَّ۔

حروف زیادت: آٹھ ہیں اِنْ۔ اَنْ۔ ما۔ لا۔ مِنْ۔ ک۔ ب۔ ل۔

حروف تاکید:۔ نون تاکید۔ لام مفتوحہ

حروف تحضیض:۔ چار ہیں اَلَّا۔ ھَلَّا۔ لَوْلَا۔ لوما۔

حرف توقع:۔ قد۔

حروف تنبیہ:۔ تین ہیں اَلَا۔ اَمَا۔ ھَا۔

حروف استفہام:۔ تین ہیں مَا۔ اَ۔ ھَلْ۔

حروف شرط: تین ہیں اَمَّا۔ لَوْ۔ اِنْ۔

تنوین:۔ تمکن۔ تنکیر۔ عوض۔ مقابلہ۔ ترنم۔

حرف ردع:۔ کَلَّا ہے۔

حروفِ جارّہ

حروف جارّہ سترہ ہیں:۔

با و تا و کاف و لام و واو منذ و مذ خلا
رُبَّ حاشا مِنْ عدا فی عَنْ علیٰ حتیٰ الیٰ

حروف جارّہ اسم کو جر دیتے ہیں جیسے الحمدُ للّٰہ۔

عدد و معدود کا بیان

اسماء عدد کی تعریف

اسماء عدد وہ اسماء ہیں جو چیزوں کے افراد کی مقدار کو بیان کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں (یعنی معدودات کی مقدار کو بیان کرنے کے لئے) غایۃ التحقیق ۲۲۵

ایک شبہ اور اسکا جواب

رَجُلٌ ، رَجُلَانِ ، مَنٌّ ، مَنَّانِ ، ذِرَاعٌ ، ذِرَاعَانِ بھی تو کمیت و مقدار پر دلالت کرتے ہیں تو ان کو بھی عدد کہنا چاہئے جبکہ ایسا نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ جنسیت کے اعتبار سے مقدار پر دلالت کرتے ہیں۔ (تحریر سنبٹ ۲۱۵)

اصول عدد

اصول عدد بارہ ہیں۔ یعنی واحدٌ سے لیکر عشرۃٌ تک اور مائۃٌ اور اَلْفٌ ، پہلے جزء کو عدد اور ممیز کہتے ہیں۔ اور دوسرے جزء کو معدود تمیز اور ممیَّز کہتے ہیں۔

عدد و معدود کا قاعدہ

واحد و تثنیہ کیلئے عدد لانے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً جاءنی رجلٌ جاءنی رجلان۔ کہنا کافی ہے۔ اگر جاءنی رجلٌ واحدٌ کہا جائے تو واحدٌ محض تاکید پر محمول ہوگا۔

(۱) تینؔ سے دسؔ تک کی تمیز جمع مجرور ہوگی۔ اور ممیّز تمیز کے خلاف ہوگا یعنی اگر معدود مذکر ہے، تو عدد مونث ہوگا (بالعکس جیسے سَبْعَ لَیَالٍ وثمانیۃَ أیامٍ۔

(۲) گیارہ[۱۱] بارہ[۱۲] کی تمیز مفرد منصوب ہوگی۔ اور دونوں جز تمیز کے مطابق ہوں گے۔ جیسے أحَدَ عَشَرَ کوکبًا. وإثنتا عشرۃَ عینًا۔

(۳) تیرہ[۱۳] سے انیس[۱۹] تک کی تمیز بھی مفرد منصوب ہوگی! مگر پہلا جز تمیز کے خلاف ہوگا۔ اور دوسرا جز تمیز کے مطابق ہوگا جیسے خمسۃَ عَشَرَ رجلًا و خمسَ عشرۃَ امرءۃً۔

(۴) عشرون اور ثلثون سے لے کر تسعون تک دہائیوں کی تمیز مفرد منصوب ہوگی۔ مذکر ہو یا مونث اور عدد میں کوئی تغیر نہیں ہوگا۔ جیسے عندی عشرون درھمًا, قلنسوۃً البتہ عامل کے بدلنے سے اعراب میں تغیر ہوگا۔ جیسے رئیتُ عشرینَ درھمًا۔

(۵) ہر دہائی کے بعد دو عدد جیسے ۲۱، ۲۲، ۳۱، ۳۲، ۴۱، ۴۲، علیٰ ھٰذا القیاس ۹۱، ۹۲ تک کی تمیز مفرد منصوب ہوگی، مگر پہلا جز تمیز کے مطابق ہوگا اور دوسرا جز اپنی حالت پر برقرار رہیگا۔ جیسے عندی أحدٌ و عشرون قلمًا وعندی احدیٰ وعشرون کراسۃً۔

(۶) تیئس[۲۳] سے لیکر انتیس[۲۹] تک اسی طرح تینتیس[۳۳] سے لیکر انتالیس[۳۹] تک علیٰ ہٰذا القیاس۔ ترانوے[۹۳] سے لیکر ننانوے[۹۹] تک کی تمیز مفرد منصوب ہوگی۔ اور پہلا جز تمیز کے خلاف ہوگا۔ اور دوسرا جز اپنی حالت پر رہے گا جیسے عندی ثلثۃٌ وثلثون قلمًا۔

(۷) مأۃٌ والفٌ کی تمیز مفرد مجرور ہوگی۔ جیسے مأۃ قلمٍ، الف کتاب۔

فائدہ بِضعٌ ونیفٌ:۔ بِضعٌ کے ذریعہ تین سے نو تک کا کوئی غیر متعین عدد سمجھا جاتا ہے اسکے استعمال میں اور بھی مختلف اقوال ہیں مثلاً (۱) بضع ایک سے نو[۹] تک استعمال ہوگا۔ (۲) چار[۴] سے نو[۹] تک

(۳) تین سے دس تک (۴) ایک سے چار تک (۵) ایک سے پانچ تک جیسے بضع نساءٍ۔ مؤنث کیلئے بضعُ اور مذکر کیلئے بضعةُ استعمال کریں گے۔ کیونکہ تین سے دس تک کا ممیز تمیز کے خلاف ہوتا ہے نیز "بضع" کا لفظ عدد سے پہلے آتا ہے۔ جیسے بضع وسبعون شعبة۔ اور اگر اس کی تمیز علیحدہ ہو تو عدد کے بعد بھی آتا ہے۔ جیسے عندی عشرونَ درهمًا وبِضعٌ

نَیِّفٌ کسی دہائی یا سیکڑہ یا ہزار کے بعد استعمال ہوگا۔ جیسے عندی عشرونَ درهمًا ونَیِّفٌ۔ لہٰذا بیس اور تیس کے درمیان کا عدد مراد ہوگا۔

فائدہ مائةٌ اور الفٌ سے اوپر زیادتی مقصود ہو تو الفٌ کو مائةٌ پر اور مائةٌ کو آحاد پر اور آحاد کو عشرات پر مقدم کریں گے۔ جیسے عندی الفٌ وَمائةٌ وواحدٌ وَعشرونَ درهمًا۔

نکتہ ۲۱۰ مَن جاءَ بالحسنةِ فَلَهٗ عَشرُ امثالها الآیة امثال مذکر ہے تو عشر کو قیاس کے اعتبار سے مؤنث ہونا چاہیے تھا، کیونکہ تین سے دس تک کا ممیز تمیز کے خلاف ہوتا ہے؟

الجواب:- (۱) امثال سے مراد حسنات ہیں اور لفظ حسنات مؤنث ہے اسلئے عشر کو مذکر لایا گیا۔ (درایۃ النحو ص۱۸۵)

(۲) امثال کے اندر تانیث مضاف الیہ سے حاصل شدہ ہے۔ فلا اعتراض

نکتہ ۲۱۱ وکان فی المدینة تسعةُ رهطٍ۔ تسعة کی تمیز جمع نہیں ہے حالانکہ قاعدہ کے لحاظ سے جمع ہونا چاہئے کیونکہ تین سے لیکر دس تک کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے؟

الجواب:- جمع ہونا عام ہے۔ لفظاً ہو یا معنًی، لہٰذا اسم جنس واسم جمع بھی تمیز آسکتی ہیں۔ رَهطٌ اسم جمع ہے اور اسی طرح خمسة

نفر ہے۔ (درایۃ النحو ص۱۸۶)

نفر تین سے دس تک مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ جیسے ثلثۃ نفر ثلثۃ انفار تین شخص۔ (مصباح)

نکتہ ۲۱۲ تمیز کے مذکر و مونث ہونے میں واحد کا اعتبار ہوگا۔ جیسے: لی ثلث نساء کے اندر نساء بظاہر مذکر ہے مگر اس کا واحد مونث ہے، امرأۃ۔ اسی لئے ممیز یعنی ثلث کو مذکر استعمال کیا تاکہ قاعدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ (جامع الغموض)

کبھی تانیث لفظوں میں نہیں ہوتی بلکہ سماع کے اعتبار سے ہوتی ہے، جیسے سبع لیال کے اندر لیالی لیل کی جمع ہے: جو مونث سماعی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لیل واحد جمع کا معنی دیتا ہے اور مفرد کے لئے لیلۃ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ (مصباح)

نکتہ ۲۱۳ ثلثۃ سے عشرۃ کی تمیز اگر مِأۃٌ واقع ہو تو وہ بجائے جمع (مِآت و مئاین) کے واحد ہی استعمال ہوگا کیونکہ اسکا استعمال جمع کے ساتھ متروک ہے۔ (درایۃ النحو ص۱۸۶)

نکتہ ۲۱۴ ثلثۃ سے عشرۃ تک کا عدد معدود کے خلاف کیوں ہوتا ہے؟ یعنی مذکر کیلئے مؤنث اور مؤنث کیلئے مذکر؟

تو اس کا جواب یہ ہیکہ ثلثۃ جمع ہے اور یہ جماعت کی تاویل میں ہے اور جماعت مؤنث ہے اور چونکہ تخلیقاً مذکر مقدم ہے اس لئے یہ حکم مذکر کے ساتھ خاص کیا گیا ہے پھر فرق کرنے کی غرض سے مؤنث کیلئے عدد کو بغیر تا کے استعمال کیا گیا۔

(تحریر سنبط ص۲۱۵ درایۃ ص۱۸۵)

نکتہ ۲۱۵ اگر تمیز کو حذف کر دیا جائے تو ممیز یعنی عدد کو مذکر بھی لاسکتے ہیں اور مؤنث بھی جیسے صُمْتُ خمسۃَ ایام میں تمیز کو حذف کر کے صُمْتُ خمسًا اور صُمْتُ خمسۃً دونوں طرح درست ہے بمسلک مرد وارید ۲۱

نکتہ ۲۱۶ اسماء اعداد اگر صفت واقع ہوں تو تذکیر و تانیث میں موصوف کے مخالف ہونگے جس طرح عدد اپنے معدود کے خلاف ہوتا ہے یعنی تین ۳ سے لیکر دس ۱۰ تک کی تمیز میں جیسے المحصورات الاربع

نکتہ ۲۱۷ جب معدود مؤنث ہو اور وہ لفظ جس سے اس کو تعبیر کر رہے ہیں مذکر ہو جیسے لفظ شخص سے کسی مؤنث کو تعبیر کریں یا اس کا برعکس کہ معدود مذکر ہو اور لفظ مؤنث جیسے نفس تو عدد کو مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال کرنا درست ہے جیسے ثلثۃُ انفسٍ۔ ثلثُ انفسٍ اسی طرح ثلثۃ اشخص لفظوں کا اعتبار کرتے ہوئے جبکہ اشخص سے عورتیں مراد ہوں اور ثلثُ اشخصٍ معنیٰ کے اعتبار کرتے ہوئے جبکہ عورتیں مراد ہوں۔ (شرح جامی صـ۲۵۲)

نکتہ ۲۱۸ جس طرح مأۃٌ اور الفٌ کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے اسی طرح ان کے تثنیہ و جمع کی تمیز بھی مفرد مجرور ہوگی اور تمیز کے مذکر و مؤنث ہونے کے وقت مأۃ و الفٌ میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔

نکتہ ۲۱۹ اعداد میں فاعِلٌ کا وزن مرتبہ (درجہ) کے واسطے آتا ہے جیسے خامِسٌ پانچواں، عاشِرٌ دسواں، اور مرکبات میں صرف پہلے جز کو بروزن فاعِلٌ لاتے ہیں اور دوسرے جز کو اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں جیسے حادی عشر گیارہواں، اور عشرۃ کے بعد کے عقود مرتبہ کے لئے عدد ہی کے وزن پر آتے ہیں جیسے عشرون بیس بیسواں۔

توابع کا بیان

تابع ہر وہ دوسرا ہے جس کو اس کے ماقبل کا اعراب دے دیا گیا ہو، ایک ہی جہت سے، اول کو متبوع اور دوسرے کو تابع کہتے ہیں۔

تابع کی پانچ۵ قسمیں ہیں (۱) صفت (۲) تاکید (۳) بدل (۴) عطف بیان (۵) عطف بحرف۔

(۱) صفت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع یا متبوع کے متعلق میں ہو۔

صفت کی دو قسمیں ہیں (۱) صفت بحالِ موصوف۔ (اس کو صفتِ حقیقی بھی کہتے ہیں) (۲) صفت بحالِ متعلقِ موصوف۔ (اس کو صفتِ سببی بھی کہتے ہیں)

صفت بحالِ موصوف وہ صفت ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہو، اور یہ صفت دس۱۰ چیزوں میں سے بیک وقت چار چیزوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی۔

۱ رفع، نصب اور جر میں سے ایک ۲ واحد، تثنیہ اور جمع میں سے ایک ۳ معرفہ اور نکرہ میں سے ایک ۴ تذکیر و تانیث میں سے ایک۔

جیسے: جاءنی زیدٌ العالمُ۔ جاءنی رجلٌ عالمٌ وغیرہ۔

صفت بحالِ متعلقِ موصوف وہ صفت ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اسکے متبوع کے متعلق میں ہو۔

جیسے: جاءنی رجلٌ عالمٌ ابوہٗ (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ

عالم ہے) عالمٌ ایسے معنی پر دلالت کر رہا ہے جو رجل (متبوع) کے متعلق (ابوہ) میں ہے۔

اور یہ تعلق نسبت کا ہو۔ جیسے مثالِ مذکور میں، یا ملکیت کا ہو۔ جیسے جاءنی رجلٌ عالمٌ غلامُہ میں، کہ رجل کا تعلق غلام سے ملکیت کا ہے۔ یہ صفت پانچ چیزوں میں سے بیک وقت دو چیزوں میں اپنے موصوف کے مطابق ہوگی۔ یعنی (۱) رفع، نصب، جر میں سے ایک (۲) معرفہ اور نکرہ میں سے ایک۔ اور بقیہ پانچ چیزوں میں، یعنی واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر، مونث ہونے میں۔ صفت بنسبت اپنے فاعل کے وہ حکم رکھے گی جو فعل اپنے فاعل کے ساتھ رکھتا ہے یعنی جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ مفرد لایا جاتا ہے لہذا صفت بھی مفرد لائی جائیگی۔ چاہے اس کا فاعل واحد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ اور جس طرح فعل مذکر و مؤنث ہونے میں فاعل کے تابع ہوتا ہے، بشرائط متعینہ۔ تو یہی حال صفت کا بھی ہوگا۔ جیسے:۔ مررتُ برجُلٍ عالمۃٍ جارِیَتُہٗ (میں ایسے مرد کے پاس سے گذرا کہ جسکی باندی عالمہ ہے)۔

فوائدِ صفت صفت تخصیص، توضیح، مدح وذم، کشف، تاکید، تعمیم ترحم وغیرہ کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

صفت برائے تخصیص[1] جبکہ موصوف نکرہ ہو۔ جیسے: رجلٌ عالمٌ (کوئی عالم مرد)

صفت برائے توضیح[2] جبکہ موصوف معرفہ ہو۔ جیسے: زیدٌ التاجرُ (تاجر زید)

---

[1] تخصیص قلتِ اشتراک وابہام کا نام ہے۔
[2] توضیح سے مراد رفع احتمال ہے۔

صفت برائے مدح و ذم جبکہ موصوف اس صفت کے ساتھ معروف و مشہور ہو جیسے: بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرحیم میں الرحمٰن اور الرحیم برائے مدح ہیں اور اَعُوْذُ باللہ مِنَ الشیطانِ الرجیم میں الرجیم برائے ذم ہے۔

صفت برائے کشف یعنی موصوف جس معنی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے صفت فقط اس معنی کو کھولے جیسے: الجسمُ الطویلُ العریضُ العمیقُ۔ جسم تو کہتے ہی ہیں اسکو جو طول، عرض، عمق میں منقسم ہو۔ لہٰذا الطویل وغیرہ کی قید محض برائے کشف ہے۔

صفت برائے تعمیم وہ صفت ہے جو موصوف کے عام ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے: اِذْهَبْ الی البیت فی وقتٍ مِنَ الاوقات میں من الاوقات متعلق ہو کر صفت ہے۔ ترجمہ (گھر جا کسی بھی وقت)

صفت برائے تاکید جبکہ موصوف اس معنی کو متضمن ہو جس پر صفت دلالت کر رہی ہو۔ جیسے: نفخةٌ واحدةٌ نفخةٌ کی تا خود برائے وحدت ہے، لہٰذا واحدةٌ (صفت) محض تاکید کیلئے ہے

صفت برائے ترحّم وہ صفت ہے جو موصوف پر رحم کھانے کے لئے لائی جائے جیسے: زیدُن الفقیرُ (بے چارہ زید) کے اندر الفقیرُ۔ تحفۃ الخادمیہ ص۱۹۱

نکتہ ۲۲۰ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت، لہٰذا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ العَزِیزُ الحکیمُ کے اندر العزیز الحکیم ضمیر ھو سے بدل ہے نہ کہ صفت۔

نکتہ ۲۲۱ جاء نی رجلٌ اِضْرِبْهُ جملہ انشائیہ صفت[۱]، خبر[۲]، حال[۳]، صلہ[۴]

نہیں بنتا۔ حالانکہ مثالِ مذکور میں اِضْرِبْہ رجلٌ کی صفت بن رہا ہے؟

الجواب:۔ واقعی جملہ انشائیہ صفت نہیں بنتا مگر تاویلِ بعید کے ساتھ بن جاتا ہے لہٰذا مثالِ مذکور میں تاویل کی جائیگی یعنی جاء نی رجلٌ مقولٌ فی حقہٖ اِضْرِبْہ۔ ترجمہ: میرے پاس ایسا مرد آیا جس کے حق میں کہا گیا ہے اِضْرِبْہ یعنی وہ اس کا مستحق ہے کہ اسکو مارنے کا حکم کیا جائے۔

نکتہ ۲۲۲ صفت غیر مشتق نہیں ہوتی۔ کما قال النحاۃ۔ حالانکہ جاء نی رجلٌ ذو مالٍ کے اندر ذو مالٍ غیر مشتق ہے۔

الجواب: صفت کو مشتق ہونے کے ساتھ مقید کرنا محض ایک وہم ہے: جو نحویوں کو ہوا ہے لہٰذا صفت مشتق وغیر مشتق دونوں طرح کی ہوتی ہے

فائدہ:۔ صفت کے غیر مشتق ہونیکی شرط یہ ہے کہ وہ یا تو منسوب ہو یا اس سے قبل ذو یا اُولُو یا صاحب یا اخو یا ابو وغیرہ میں سے کوئی ایک لفظ ہو، منسوب کا مطلب یہ ہے کہ اس کلمہ کے آخر میں یا نسبتی لگی ہوئی ہو جیسے بغدادیٌّ (لبُّ الاعراب صفحہ ۴۴)

مگر اس قاعدہ سے اسم اشارہ کی صفت مستثنیٰ ہے۔ جیسے: ھذا الرجلُ قائمٌ کے اندر الرجل ھذا کی صفت ہے اور مشتق نہیں ہے۔ (لبُّ الاعراب صفحہ ۴۵)

الفوائد الصمدیہ کے صفحہ ۴۵ کے حاشیہ میں ہیکہ صفت میں اغلب یہی ہے کہ مشتق ہو مگر یہ ابنِ حاجب کا مسلک ہے برخلاف جمہور کے (لہٰذا وہ غیر مشتق کی تاویل مشتق کے ذریعہ کرینگے)

جوامد کو صفت بنانا

نکتہ ۲۲۳ (۱) قیاسی۔ جیسے صفت کا منسوب ہونا: شروع میں ذو (مضاف) وغیرہ کا ہونا۔ (۲) سماعی۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) غیر مشہور جیسے مررتُ برجلٍ اسدٍ مبرد نے کہا ہے کہ لفظ مثل محذوف ہے یعنی مررتُ برجلٍ مثلِ اَسَدٍ (۲) مشہور مثلاً صفت مصدر ہو جیسے: جاءَنی رجلٌ عدلٌ۔ نزدِ کوفیاں بتاویل عادلٌ ہے اور نزدِ بصریاں بتقدیر ذو عدلٍ ہے۔ (الفوائد الصمدیہ ص۲۵ حاشیہ)

نکتہ ۲۲۴ ع۔ ولقدْ اَمُرُّ علی اللئیمِ یَسُبُّنی
فَمَضَیتُ ثَمَّۃَ قُلتُ لا یَعنِینی

موصوف یعنی اللئیم معرف باللام ہے، حالانکہ صفت یعنی یَسُبُّنی فعل مضارع نکرہ ہے؟

الجواب:۔ "اللئیم" پر الف لام عہد ذہنی کا ہے جس کا مدخول نکرہ کے حکم میں رہتا ہے۔ لہٰذا مطابقت بدستور باقی ہے۔ یعنی دونوں نکرہ ہی ہیں ھکذا فی القرآن الکریم۔ کَمَثَلِ الحِمارِ یَحمِلُ اَسفاراً الآ الحمار موصوف اور یَحمِلُ صفت ہے۔ اس الف لام کو جنسی بھی کہہ سکتے ہیں اور اسکی صفت نکرہ آ سکتی ہے۔ کتاب بحث الف لام ص۱۴۔

نکتہ ۲۲۵ قالُوا اِنّا اُرسِلنا اِلٰی قومٍ مجرمِینَ۔ الآیۃ پ۲۷ ع۔ مرکب توصیفی میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے! حالانکہ قومٌ واحد ہے اور مجرمین جمع ہے، لہٰذا مطابقت نہیں، ایسا کیوں؟

الجواب:۔ قومٌ اگرچہ لفظاً واحد ہے مگر معنیً جمع ہے لہٰذا

مطابقت موجود ہے۔ یاد رہے کہ قومٌ کا لفظ مردوں کی جماعت کیلئے بولا جاتا ہے۔ جیسے لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَکُوْنُوْا خَیْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ الآیۃ۔

نکتہ ۲۲۶ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ منه عتق علیه (الحدیث، اخرجه النسائی فی سننه عن ابن عمر) موصوف وصفت میں مطابقت نہیں ہے۔ کیونکہ موصوف (ذا رحم) حالت نصبی میں ہے۔ اور صفت (مَحْرَمٍ) حالت جری میں؟۔

الجواب:۔ اعتراض تو واقعی سخت ہے؛ مگر اس کا جواب یہ ہیکہ کبھی کبھی اعراب جرِ جوار یعنی پڑوس کی وجہ سے دے دیا جاتا ہے۔ لہٰذا مَحْرَمٍ کو بجائے نصب کے رحمٍ پڑوسی کی وجہ سے کسرہ دیدیا گیا۔ (کذا فی حاشیۃ اصول الشاشی ص۵) اورشرح شذور الذہب میں ہے۔ علی حالة لو اَنَّ فی القومِ حاتما علی جوده لضَنَّ بالماء حاتمِ۔ حاتم فاعل ہے مگر کسرہ بوجہ ضرورۃ دیا گیا ہے یعنی اس سے پہلے اشعار میں آخر میں کسرہ ہی چلا آرہا ہے۔

نکتہ ۲۲۷ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا پ۱۸ ع۔ الطفل الذین مرکب توصیفی ہے اور ان میں مطابقت نہیں ہے، موصوف واحد ہے اور صفت الذین جمع، فما الوجه؟

الجواب:۔ الطفل اسم جنس ہے اور اسم جنس سے جمع بھی مراد لے سکتے ہیں، پس الطفل میں معنیٰ جمع کی رعایت سے الذین صفت جمع لے آئے

فائدہ بعض اہل عرب واحد کو جمع کی جگہ استعمال کر لیتے ہیں۔ جیسے وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ میں عَدُوٌّ (واحد) جمع کی جگہ مستعمل ہے۔

نکتہ ۲۲۸

مررتُ بامرأةٍ عالِمٍ ابُوھا۔ امرأۃ موصوف ہے اور عالمٍ صفت مگر تذکیر وتانیث میں مطابقت نہیں ہے؟

الجواب:۔ یہ صفت بحالِ متعلقِ موصوف ہے، جو تذکیر وتانیث میں موصوف کے مطابق نہیں ہوتی بلکہ اپنے فاعل کے مطابق ہوتی ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ: ربّنا اخرجنا من ھذہِ القریۃِ الظالمِ أھلُھا۔ اس آیت میں الظالم القریۃ کی صفت ہے۔

نکتہ ۲۲۹

الیٰ أجلٍ مُسمًّی الآیۃ۔ پ ۲۲ ع ۳ أجلٍ۔ مُسمًّی مرکب توصیفی ہے، حالانکہ موصوف اَجلٍ مجرور ہے اور صفت مُسمًّی بظاہر منصوب ہے؟

الجواب: مُسمًّی اسم مقصور ہے اس کے اندر جر کسرہ تقدیری ہے۔ (کذا فی شرح الوقایۃ فیحصُلُ معنًی شرعیٌّ۔

نکتہ ۲۳۰

مَرَرْتُ برجلٍ حَسَنِ الوجہِ۔ موصوف (رجلٌ) نکرہ ہے اور صفت (حسن الوجہ) اضافت کے ساتھ ہے اور اضافت معرفہ کے اقسام میں سے ہے۔ گویا مطابقت نہیں رہی؟

الجواب: حَسَنُ الوجہِ میں اضافتِ لفظی ہے جو تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ اس سے الفاظ میں تخفیف مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا موصوف وصفت دونوں نکرہ ہی رہے۔

نکتہ ۲۳۱

لَوکَانَ فیھما آلِھَۃٌ اِلَّا اللہُ لَفَسَدَتا الآیہ پ ۱۷ ع ۲۔ آیت مذکورہ میں آلِھَۃٌ موصوف جمع منکر ہے اور اِلَّا اللہ بمعنی غیرُ اللہِ۔ صفت واحد مع الاضافت ہے، پس مطابقت نہیں رہی

الجواب: غیرٌ واحد نہیں بلکہ اس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر

ہوتا ہے۔ نیز غیرُ کے اندر اتنی نکارت ہے کہ اضافت کے بعد بھی نکرہ ہی رہتا ہے، بشرطیکہ اس کے مضاف الیہ کی ضد متعین نہ ہو۔ اور غیرُ مذکر ہے اور آلِهَةٌ بھی مذکر ہے کیونکہ تاء برائے تذکیر ہے، جس طرح تین سے لیکر دس تک کے ممیّز میں تاء برائے تذکیر ہوتی ہے، نہ کہ برائے تانیث (شرح جامی) لہٰذا تینوں چیزوں میں مطابقت موجود ہے۔ فلا إشكال!

نکتہ ۲۳۲ کبھی موصوف کو ذکر کرتے ہیں اور صفت محذوف ہوتی ہے۔ جیسے: یاخذُ کل سفینةٍ غَصْبًا۔ کے اندر سفینة موصوف کی صفت محذوف ہے یعنی طیّبةٍ۔ اور کبھی صفت ذکر کرتے ہیں اور موصوف محذوف ہوتا ہے، جبکہ وصف کسی خاص جنس کے ساتھ مخصوص ہو۔ جیسے رأیتُ کاتبًا کہ رأیتُ رجلًا کاتبًا کہنا ضروری نہیں۔

نکتہ ۲۳۳ موصوف، صفت سے اخص ہوتا ہے یا مُساوی۔ اسی وجہ سے معرف باللام کی صفت یا تو معرف باللام ہی ہوگی یا معرف باللام کی طرف مضاف ہوگی۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ یا اسم موصول ہوگی، فقط۔ کیونکہ ان کے علاوہ بقیہ قسمیں معرف باللام سے اخص ہیں۔ جیسے جاءنی الرجلُ العالِمُ، جاءنی الرجلُ صاحبُ الغلامِ۔ جاءنی الرجلُ الذی یتعلّمُ۔

نکتہ ۲۳۴ مررتُ بهٰذا الرجلِ۔ الرجل هٰذا کی صفت بن رہا ہے حالانکہ الرجلِ تو خود ذات پر دلالت کرتا ہے تو یہ صفت کیسے بن سکتا ہے؟

الجواب:۔ اسم جنس مبہم کلمہ کی صفت بن جاتا ہے۔ (کافیہ)

نکتہ ۲۳۵ موصوف کی صفت اسم عدد ہو تو تذکیر و تانیث میں اس کا

حکم عدد کی تمیز کی طرح ہے یعنی موصوف مؤنث ہونیکی صورت میں صفت مذکر لائی جائیگی کما فی شرح التہذیب فی المحصورات الاربع۔ المحصورات مونث ہے اور الاربع مذکر۔

نکتہ ۲۳۶ جب صفت معطوف و معطوف علیہ کے بعد آئے؛ تو وہ صفت معطوف کی سمجھنی چاہیے۔ جیسے: رأیتُ رجُلاً و فرسًا کریمًا کے اندر کریمًا فرسًا کی صفت ہے نہ کہ رجلاً کی۔

نکتہ ۲۳۷ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِین۔ ربّ العٰلمین میں اضافت لفظی ہے۔ چونکہ ربُّ صفت مشبّہ ہے اور اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، تو پھر یہ معرفہ یعنی لفظ اللہ کی صفت کیسے بن گیا؟

الجواب:۔ رَبٌّ بمعنی مالک و مُربّی و مُعین ہے، رَبّ کا اطلاق چونکہ غیر خدا پر خصوصًا العٰلمین کی طرف اضافت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اسلئے اس تخصیص کی بناء پر "رب العلمین" لفظ اللہ کی صفت بن سکتا ہے۔

(ہدایۃ النحو حاشیہ صہ۲)

وقال البعض: لفظ رب میں اسمیت کا غلبہ ہوگیا ہے اس واسطے رب المال، رب البیت کا غیر اللہ کے لئے استعمال درست ہے۔

نکتہ ۲۳۸ صفت ذات نہیں ہوتی، بلکہ موصوف کی ایک حالت ہوتی ہے لیکن یا ایھا الرجل کے اندر الرجلُ صفت واقع ہے؟

الجواب:۔ الرجلُ صرف لفظوں کے اعتبار سے صفت ہے۔ درحقیقت صفت نہیں۔

نکتہ ۲۳۹ موصوف و صفت میں فصل بھی ہوجاتا ہے۔ جیسے یُسَبِّحُ

لِلّٰہِ ما فی السموات وما فی الارض الملکِ القدوسِ الآیۃ کے اندر اللہ موصوف ہے اور الملک القدوس صفت لیکن موصوف و صفت کے درمیان خبر کے ذریعے سے فصل نہیں کر سکتے، اِلّا یہ کہ صفت کاشفہ ہو۔ لہٰذا زیدٌ قائمٌ الفاضلُ نہیں کہہ سکتے۔ کہ اصل عبارت ــــ زید الفاضلُ قائمٌ ہے۔

نکتہ ۲۴۰ صفت موصوف کی ہوتی ہے، نہ کہ صفت کی حالانکہ ــــ یا ایُّھا الرجلُ ـــــــ الظریفُ کے اندر الرجلُ صفت ہے، جیسا کہ اوپر کے سوال میں پڑھا۔ اور پھر الرجلُ۔ (صفت) کی بھی صفت آگئی یعنی الظریف۔

الجواب: الرجل درحقیقت موصوف ہی ہے لہٰذا اسکی صفت آنے میں کوئی حرج نہیں۔

نکتہ ۲۴۱ اللّٰھم چونکہ مجمع الصفات ہے اس لئے اس کے بعد صفت نہیں آتی حالانکہ قل اللّٰھم فاطر السمٰوٰت والارض کے اندر تو بظاہر فاطر السمٰوٰت الخ اللّٰھم کی صفت ہے۔

الجواب:۔ فاطر السمٰوٰت صفت نہیں بلکہ اس سے قبل حرف ندا تخفیفاً محذوف ہے اور فاطر السمٰوٰت منادیٰ ہے نہ کہ صفت۔

نکتہ ۲۴۲ بعض مفعول بہ معنیً فاعل ہوتے ہیں جیسے ضاربَ زیدٌ عمرًا (زید نے عمر کی اور عمر نے زید کی پٹائی کی) لہٰذا بعض محققین نحو فرماتے ہیں کہ عمرًا کی صفت بجائے حالتِ نصبی میں ہونیکے حالتِ رفعی میں لانا جائز ہے۔ لہٰذا ضاربَ زیدٌ عمرًا الجاھلُ کہنا صحیح ہے اس ترکیب میں الجاھلُ، عمرًا کی صفت ہے۔ (شرح شذور الذہب)۔

دوسری قسم عطف بحرف وہ ایسا تابع ہے، جو حرفِ عطف کے بعد واقع ہو اور نسبت میں اپنے متبوع کے ساتھ مقصود ہو جیسے: جَاءَنِی زَیْدٌ وَعَمْرٌو۔

حروف عاطفہ دس ہیں (۱) واؤ، (۲) فاء (۳) ثُمَّ (۴) حتّٰی۔ (۵) إِمَّا (۶) أَوْ (۷) أَمْ (۸) لا (۹) بَلْ (۱۰) لکن۔ **قاعدہ**:- معطوف و معطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے، البتہ تذکیر و تانیث، افراد و تثنیہ و جمع، تعریف و تنکیر، اور معرب و مبنی، ہونیکے اعتبار سے مطابقت ضروری نہیں ہے، نیز معطوف علیہ میں اگر ضمیر ہو، تو معطوف کے اندر بھی ضمیر ہوگی۔

نکتہ ۲۴۳ ضمیر مرفوع متصل (بارز یا مستتر) پر اگر عطف کیا جائے تو پہلے اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ذریعہ لانا ضروری ہے جیسے ضَرَبْتُ أَنَا وَزَیْدٌ اور زَیْدٌ ضَرَبَ ھُوَ وَغُلَامُہٗ۔ یا پھر ضمیر مرفوع متصل اور اس کے معطوف کے درمیان فصل واقع ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ[1]۔ لہٰذا اگر بجائے ضمیر مرفوع متصل پر عطف حذف کرنیکے ضمیر منصوب متصل و منفصل یا مجرور متصل پر عطف ہو، تو تاکید لانیکی ضرورت نہیں (کافیہ ص۵۹ حاشیہ ۵)

نکتہ ۲۴۴ ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لانا مذہب بصریین میں اولیٰ ہے بغیر

---

[1] الیوم کا فصل ہے، کبھی کوئی اور فاصلہ لاتے ہیں۔ جیسے یدخلونھا ومن صلح۔ من صلح کا عطف یدخلون کی واؤ ضمیر متصل پر ہے۔ اور ھاء ضمیر فاصلہ ہے اور کبھی لا نافیہ سے فاصلہ کرتے ہیں جیسے وَمَا أَشْرَکْنَا وَلَا آبَاؤُنَا۔ واؤ عاطفہ ہے اور لا برائے فاصلہ تاکید نفی کیلئے لایا گیا ہے۔ (الفوائد الصمدیہ ص۴۲)

تاکید و فصل ان کے نزدیک عطف درست ہے البتہ مع القباحت، اور جہاں تاکید کو واجب کہا گیا ہے تو وہ حضرات اس سے وجوب استحسانی مراد لیتے ہیں۔ (شرح جامی ص۲۱۷)

نکتہ ۲۴۵ ضمیر مجرور متصل پر اگر عطف کیا جائے؛ تو معطوف کے اندر اعادۂ جار یا اعادۂ مضاف ضروری ہے۔ جیسے مررت بك وبزيدٍ۔ اور ضربت غلامي وغلام زيدٍ۔ حالانکہ صلّوا عليه وآله کے اندر آلہ کا ضمیر مجرور متصل پر بلا اعادۂ جار عطف ہے؟

الجواب: بلا اعادۂ جار عطف کرنا قلیل الوقوع ہے۔ لہٰذا یہ شاذ[1] پر محمول ہے۔ اور الشاذ کالمعدوم۔ عند البصریین اعادۂ جار کا ترک اضطراراً جائز ہے اور عند الکوفیین سعۃ کلام میں بھی جائز ہے۔ شرح جامی ص۲۱۵

نکتہ ۲۴۶ عطف بحرف کی مذکورہ تعریف سے معلوم ہوا کہ معطوف ومعطوف علیہ دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں۔ حالانکہ لا، بل، لکن، ام، اِمّا، اَوْ، کے ذریعہ جو عطف کیا جاتا ہے؛ اس میں مقصود بالنسبت فقط ایک ہوتا ہے۔ دونوں نہیں ہوتے؟

الجواب: مقصود بالنسبت دونوں ہی ہوتے ہیں، کیونکہ متبوع کے مقصود بالنسبت ہونیکا مطلب یہ ہیکہ وہ تابع کیلئے تمہید نہ بنایا گیا ہو، اور تابع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہیکہ وہ غیر مستقل طور پر متبوع کی فرع کے مانند نہ لایا گیا ہو۔ جیسے جاءنی زیدٌ وعمروٌ میں زید تمہید بھی نہیں ہے اور نہ ہی عمرو زید کی فرع ہے بلکہ خود مستقل طور پر لایا گیا ہے۔

---

[1] شاذ کی تفصیلی وضاحت مصنف کی دوسری کتاب قواعد الصرف میں ملاحظہ فرمائیں۔ حسین احمد اکرڑوی

نکتہ ۲۴۷ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ پ۱ ع۔ جملہ کا عطف جملہ پر ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہاں لَا تَعْقِلُوْن (جملہ) کا عطف ہمزہ استفہامیہ (مفرد) پر ہو رہا ہے؟

الجواب:۔ زمخشریؒ کے نزدیک ہمزہ استفہام کے بعد اور فاء وغیرہ سے پہلے معطوف جیسا ایک جملہ محذوف ہوتا ہے جو دراصل معطوف علیہ ہوتا ہے۔ مثلاً اتعملون کذا وکذا افلا تعقلون لہذا۔ افلا تعقلون کے اندر عطف الجملہ علی الجملہ ہی ہے۔ اور جمہورؒ فرماتے ہیں۔ کہ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کی اصل فَاَ لَا تَعْقِلُوْن تھی۔ ہمزہ کو صدارتِ کلام چاہنے کی وجہ سے مقدم کر دیا گیا ہے" افلا تعقلون کی طرح افنجعل المسلمین کالمجرمین بھی ہے کہ فاء سے پہلے معطوف علیہ محذوف ہے یعنی أَلا نفضّلُ المسلمین المطیعین علی المجرمین فنجعل الخ تفسیر مظہری

نکتہ ۲۴۸ یَا زَیْدُ وَاَخَا عَمْرٍو۔ معطوف و معطوف علیہ کا اعراب ایک ہوتا ہے۔ حالانکہ عبارت مذکورہ میں معطوف علیہ مرفوع ہے اور معطوف منصوب۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب:۔ منادیٰ مبنی مرفوع کا معطوف اگر مضاف ہو اور اس پر دخولِ یاء ممتنع نہ ہو تو اس کا حکم مستقل منادیٰ جیسا ہوتا ہے۔ لہذا حرف عطف حرف ندا کے قائم مقام ہوگا اور منادیٰ بوجہ مضاف ہونے کے منصوب ہوگا۔ کیونکہ منادیٰ مضاف منصوب ہوتا ہے۔ جیسے یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ۔

نکتہ ۲۴۹ اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ الآیۃ الصَّابِئُوْنَ معطوف حالت رفعی میں ہے جبکہ معطوف علیہ

حالت نصبی میں ہے۔

الجواب:۔ اس کی مختلف توجیہات ہیں من جملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ الذین ھادوا بر بنا ر مبتدا ر مرفوع ہے اور الصّابئون کا اس پر عطف ہے اور یہ پوری عبارت گویا مؤخر ہے اِنّ کے اسم و خبر سے اور مبتدار کی خبر محذوف ہے یعنی کذالك۔ گویا عبارت اس طرح ہوگی ان الذین آمنوا (بالسنتھم) مَنْ آمَنَ مِنْھُمْ (ای بقلبہ) باللّٰہ الخ پھر اس کے بعد والذین ھادوا والصّابئونَ والنصاریٰ کذالك) اور یہ بھی ممکن ہے کہ خبر مذکور یعنی مَنْ آمَنَ مبتدار کی خبر ہے اور اِنّ کی خبر محذوف ہے۔

شرح شذور الذہب ص۲۰

نکتہ ۲۵۰ ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کیلئے ضمیر منفصل کے ذریعہ اس کی تاکید لانا ضروری ہے، حالانکہ کُلُّ رجلٍ وَضِیعَتُہٗ کے اندر ضیعتہٗ کا عطف خبر محذوف یعنی مقرونٌ کی ضمیر متصل پر ہے حالانکہ ضمیر منفصل کے ذریعہ اس کی تاکید نہیں لائی گئی؟

الجواب:۔ ضمیر متصل پر عطف کرنے کیلئے ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لانا اس وقت ضروری ہے، جبکہ باعتبار مآل کے یہ عطف کسی دوسری چیز کی طرف راجع نہ ہو اور اگر یہ عطف باعتبار مآل کے کسی دوسری چیز کی طرف راجع ہو، جیسا کہ مثال مذکور میں عطف باعتبار صورت کے مبتدار پر ہے اور دراصل عطف خبر محذوف (مقرونٌ) کی ضمیر متصل پر ہے۔ تو ایسی صورت میں ضمیر منفصل کے ذریعہ بلا تاکید لائے بھی ضمیر متصل پر عطف کرسکتے ہیں۔

نکتہ ۲۵۱ معطوف معطوف علیہ کا مغائر ہوتا ہے، حالانکہ کَلَّا سَوْفَ

تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ الآیۃ کے اندر معطوف و معطوف علیہ دونوں ایک ہی ہیں؟

الجواب :۔ یہ دراصل تاکید لفظی ہے۔ کبھی تاکید لفظی کے درمیان حرف عطف ذکر کر دیتے ہیں۔ سعیدیہ ص ۱۰۹

نکتہ ۲۵۲ جب معطوف پر اَوْ داخل ہو تو معطوف علیہ پر اِمَّا لانا ضروری ہے، لفظاً ہو یا تقدیراً نیز معطوف پر اِمَّا داخل کرنیکی صورت میں معطوف علیہ پر بھی اِمَّا داخل کرنا ضروری ہے،

نکتہ ۲۵۳ کبھی کسی کلمہ کا عطف معطوف علیہ کے محل پر کر دیتے ہیں۔ جیسے۔ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَاءِ ۔ الیٰ قولہٖ تعالیٰ وَالْاَرْضَ مَدَدْنَاهَا ۔ اَلْاَرْضَ کا عطف اَلسَّمَاءِ کے محل پر ہے تفسیر حقانی۔

نکتہ ۲۵۴ لکن الراسخون فی العلم منھم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوٰۃ الآیۃ۔ المقیمین معطوف یاء کے ساتھ استعمال ہوا جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ واؤ کے ساتھ استعمال ہوتا، کیونکہ معطوف علیہ واؤ کے ساتھ مستعمل ہے اور حالت رفعی میں ہے اس لئے کہ جمع مذکر سالم کی حالت رفعی واؤ کے ساتھ آتی ہے۔

الجواب :۔ المقیمین سے قبل فعل محذوف ہے۔ اَمدح۔ لہٰذا یہ بر بناء مفعول بہ منصوب ہے یعنی حالت نصبی میں یاء کے ساتھ۔ یا پھر اس کا عطف بما انزل کے اندر ما پر ہے اور المقیمین حالت جری میں ہے یاء کے ساتھ۔ ترجمہ :۔ اور مومنین جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور نماز قائم کرنیوالوں پر۔ یعنی انبیاء

پڑھا اور مصحفِ عبداللہ میں والمقیمون ہے۔ شرح شذور الذہب ص۲۰

نکتہ ۲۵۵ تین شرطوں کے ساتھ معطوف کو معطوف علیہ پر مقدم کرنا جائز ہے (۱) ضرورت جیسے علیك ورحمۃ اللہ السلامُ۔
(۲) عدم التقدیم علی العامل (۳) حرف عطف واوٌ، فا، ثُمَّ، او، لا، ہوں۔
لا عاطفہ کا معطوف علیہ منفی صریح نہیں ہوتا جیسے امتنع زیدٌ لا عمرو۔
(مسلک مروارید ص۳)

تیسری قسم تاکید تاکید وہ ایسا تابع ہے، جو متبوع کے حال کو ثابت و محقق کرے، نسبت میں یا شمول میں۔

نسبت یعنی متبوع کی طرف نسبت واقعتاً ثابت ہو۔ جیسے ضربَ زیدٌ زیدٌ۔ یا متبوع کی نسبت دوسری چیز کیطرف ہو جیسے: زیدٌ قتیلٌ قتیلٌ

فائدہ:۔ اس کا فائدہ یہ ہیکہ سامع غفلت سے بچا رہے اور وہ یہ خیال نہ کرے کہ متکلم نے مجاز کا قصد کیا ہے۔ کیونکہ کبھی نسبت کسی کی طرف کرتے ہیں اور مراد مجازاً کوئی دوسرا ہوتا ہے۔ جیسے: قَطَعَ الامیرُ اللصَّ (امیر نے چور کا ہاتھ کاٹا) حالانکہ مراد یہ ہوتی ہے کہ چور کا ہاتھ امیر کے نوکر نے کاٹا (امیر کے حکم سے) اسی طرح کبھی قتل بولکر مجازاً ضربِ شدید۔ مراد لیتے ہیں لہذا کبھی تاکید لفظی لاتے ہیں اور کبھی نفسُ وعینُ۔ تاکہ مجاز کا شبہ ختم ہوجائے۔

شمول شمول کا مطلب یہ ہیکہ تاکید لاکر (مثلاً اجمع یا کُلّ سے) مجاز کا شبہ دفع کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں کہ متکلم نے نسبت تو تمام افراد کی طرف کی ہو اور مراد بعض افراد لئے ہوں۔ لہذا تاکید سے پتا چلتا ہیکہ متبوع کے کل افراد ہی مراد ہیں۔

اقسام تاکید تاکید کی دو قسمیں ہیں ۱ لفظی ۲ معنوی (۱) تاکید لفظی

وہ ہے جس میں لفظ مکرر استعمال ہو۔ مگر اس صورت میں تین سے زائد الفاظ کا تکرار مکروہ ہے اور یہ تاکید اسم فعل اور حرف، جملہ، مرکب تقییدی وغیر تقییدی۔ سب میں جاری ہوتی ہے تاکید لفظی کی مثال: دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا۔ (۲) تاکید معنوی کے آٹھ الفاظ ہیں۔ نفسٌ، عینٌ، کِلا وکلتا، کلُّ اُجمعُ، أکتعُ أبتعُ أبصعُ۔

تفصیلی وضاحت نفسٌ وعینٌ: واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، سب کی تاکید کیلئے استعمال ہوتا ہے البتہ واحد کیلئے نفسٌ وعینٌ۔ اور تثنیہ و جمع کیلئے أنفس و أعیُن استعمال ہوگا اور اسکے اندر مؤکد کے اعتبار سے ایک ضمیر ہوگی۔ یعنی واحد کیلئے واحد، تثنیہ کیلئے تثنیہ جمع کیلئے جمع مذکر کیلئے مذکر۔ مؤنث کیلئے مؤنث۔ جیسے: جاءنی زیدٌ نفسُہٗ۔ جاءنی الزیدان أنفسُھُمَا جاءنی الزیدونَ اُنفسُھُمْ۔ جاءتنی ھندٌ نفسُھا جاءتنی الھندانِ أنفسُھُمَا وجاءتنی الھنداتُ انفسُھنَّ۔ اسی طرح لفظ عینٌ کی مثالیں بنائی جائیں!۔

نوٹ: بعض نحوی تثنیہ کیلئے نَفسَاھُمَا وَعَیْنَاھما بھی استعمال کرتے ہیں۔

کِلا وکِلتا یہ دونوں اضافت کے ساتھ استعمال ہونگے۔ تثنیہ مذکر کیلئے کلا اور تثنیہ مؤنث کیلئے کلتا۔

کُلٌّ، اَجمعُ، اَکتعُ، اَبتعُ، اَبصعُ، کے ذریعہ واحد اور جمع کی تاکید لائی جاتی ہے اور کلٌّ اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور ضمیر مؤکد کے اعتبار سے ہوتی ہے اور کلٌّ کے اندر کوئی تغیر نہیں ہوگا۔

اور اَجمعُ، اَکتعُ، اَبتعُ، اَبصعُ، میں ضمیر نہیں ہوگی بلکہ خود انہیں کے اندر تغیر ہوگا واحد مذکر کیلئے مذکورہ شکل پر۔ اور واحد مؤنث کیلئے

جَمْعَاء، کَتْعَاء، بَصْعَاء، بَتْعَاء۔ اور جمع مذکر کیلئے أجمعونَ، أکْتَعونَ۔ أَبْتَعونَ، أَبْصَعُونَ۔ اور جمع مؤنث کیلئے۔ جُمَعُ۔ کُتَعُ۔ بُصَعُ۔ بُتَعُ۔

نکتہ ۲۵۶ موصول کی تاکید صلہ سے قبل لانا جائز نہیں ہے، لہٰذا جاءنی الذین وعدونی کلھم کہنا درست ہے؟ لیکن وَعَدُونِي (صلہ) سے قبل کلّھم لانا درست نہیں۔

فائدہ: کلّ اور اَجْمَعُ کو تاکید کیلئے استعمال کرنیکی شرط یہ ہیکہ اس کے مؤکد کے اجزاء میں تفریق ہوسکتی ہو۔

تفریق کی دو شکلیں ہیں (۱) تفریق حسّی۔ جیسے جاءنی القومُ کلّھم۔ (۲) تفریق حکمی۔ جیسے: اِشْتَرَيْتُ العبدَ کُلَّہ۔ خریدنے کی صورت میں غلام کے اندر تفریق ہوسکتی ہے کہ کل خریدا یا نصف۔ لہٰذا جاءنی زیدٌ کلُّہٗ یا جاءنی العبدُ کلُّہٗ کہنا درست نہیں۔

قاعدہ: أکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ تابع ہیں، اَجْمَعُ کے، لہٰذا اَجْمَعُ پر مقدم نہیں ہوتے۔ اور یہ سب اَجْمَعُ کے معنیٰ میں ہوتے ہیں۔ اور بلا اَجْمَعُ کے ان کا استعمال ضعیف ہے۔ (کافیہ)

نکتہ ۲۵۷ ضمیر مرفوع متصل کی جب نفسٌ وعینٌ کے ذریعہ تاکید لائی جائے، تو پہلے اس کی تاکید ضمیر منفصل کے ذریعے لاتے ہیں جیسے: ضربتَ أنت نفسكَ، زیدٌ اکرمنی ھو نفسُہ

نکتہ ۲۵۸ جِئْنَا کِلَانَا۔ کلا کے ذریعے تثنیہ کی تاکید لاتے ہیں حالانکہ اس مثال میں جِئْنَا جمع متکلم کا صیغہ ہے اور نا ضمیر مؤکد ہے۔؟

الجواب: جمع متکلم ما فوق الواحد کیلئے ہے اور اس کے اندر

تثنیہ کا ترجمہ بھی ملحوظ ہوتا ہے ۔

نکتہ ۲۵۹ تاکید معنوی کیلئے تو مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی آتے ہیں جیسے : إِنَّ ، لام ابتداء ، نون تاکید وغیرہ ۔ تو آٹھ الفاظ میں حصر کیسے درست ہوگا ؟

الجواب :۔ تاکید معنوی کے جو آٹھ الفاظ آتے ہیں ۔ ان سے مطلق تاکید مراد نہیں کہ مذکورہ اعتراض وارد ہو ۔ بلکہ توابع کی تاکید مراد ہے ۔ اور إِنَّ ولام ابتداء وغیرہ مطلق تاکید کیلئے آتے ہیں ۔

نکتہ ۲۶۰ قام زیدٌ وعمروٌ کلاھما ۔ کِلا تثنیہ کی تاکید کرتا ہے ۔ حالانکہ اس سے قبل تثنیہ نہیں ہے ؟

الجواب :۔ اس جگہ اصطلاحی تثنیہ نہ سہی مگر چونکہ دو مفردوں کے درمیان حرف عطف داخل کر دیا گیا ہے اسلئے وہ تثنیہ ہی کے حکم میں ہے ۔

نکتہ ۲۶۱ قامتِ النساءُ کلُّھن جمعاءُ کتعاءُ بتعاءُ بصعاءُ ۔ جمعاءُ کتعاءُ وغیرہ واحد مؤنث کی تاکید کیلئے آتے ہیں ۔ حالانکہ عبارت مذکورہ میں جمع مؤنث کی تاکید کر رہے ہیں ؟

الجواب :۔ جمع مؤنث یعنی النساء کو جماعۃ کی تاویل میں کر لیا گیا ہے ۔ اسی بناء پر تاکید کیلئے واحد مؤنث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے ۔

(ہدایۃ النحو صـ۵۲ حاشیہ بحوالہ شرح درایۃ)

چوتھی قسم بدل بدل کی تعریف :۔ بدل وہ ایسا تابع ہے جو نسبت میں خود ہی مقصود ہوتا ہے ، اس کا متبوع میں مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا ۔

بدل کی چار قسمیں ہیں (۱) بدل الکل (۲) بدل البعض

(۳) بدل الاشتمال (۴) بدل الغلط۔

بدل الکل:۔ وہ بدل ہے کہ وہ اور اسکے متبوع دونوں کا مصداق ومدلول ایک ہی ہو۔ جیسے:۔ جَاءَنِي زَيْدٌ أَخُوكَ۔ اخوک سے زید ہی مراد ہے (میرے پاس زید یعنی تیرا بھائی آیا)۔

بدل البعض:۔ وہ بدل ہے کہ جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جزء ہو جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًا ظَهْرَهُ (ظھر یعنی پیٹھ زید کا ایک جزء ہے) ترجمہ:۔ میں نے زید یعنی اسکی پیٹھ پر مارا۔

بدل الإشتمال:۔ وہ بدل ہے جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا متعلق ہو۔ جیسے: سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ (زید یعنی اس کا کپڑا چھینا گیا) ثوبِ زید زید کا متعلق ہے جس کی طرف اصل سالب کی نسبت ہے۔

بدل الغلط: وہ بدل ہے جسکو غلطی کے بعد اس کی تلافی کیلئے ذکر کیا جائے۔ جیسے: رَأَيْتُ زَيْدًا حِمَارًا۔ زید غلطی سے بولا گیا تھا۔ اس لئے اس کے بعد فوراً حمار کہدیا گیا (میں نے زید کو دیکھا۔ بلکہ حمار کو)

قاعدہ :۔ اگر مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو تو بدل کی صفت لانا ضروری ہے۔ جیسے: بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ الآية۔

نکتہ ۲۶۲ اسم ظاہر ضمیر غائب سے بدل بن سکتا ہے۔ صرف بدل کل جیسے:۔ ضَرَبْتُهُ زَيْدًا لیکن بعض محققین فرماتے ہیں کہ ضمیر نہ ضمیر سے بدل بنتی ہے اور نہ اسم ظاہر سے اور قُمْتَ أَنْتَ تاکید لفظی پر محمول ہے۔ (الفوائد الصمدیہ منہ ۵)

پانچویں قسم عطف بیان عطف بیان:۔ وہ ایسا تابع ہے جو صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے۔

متبوع کو مبیّن اور تابع کو عطف بیان کہتے ہیں۔ جیسے: أقسم باللہِ أبو حفصٍ عمرُ۔ ابو حفص عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھائی (ابو حفص حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے یہ آپ کی کنیت معروف نہیں ہے۔ (جیسا کہ ابو بکر معروف ہے) عمرُ عطف بیان ہے۔ قال نعمان أبو حنیفۃ رح۔ ابو حنیفۃ عطف بیان ہے۔ عطف بیان کا اپنے متبوع سے مشہور اور واضح ہونا ضروری نہیں۔ (کافیہ سعیدیہ) (ہاں بوقت اجتماع توضیح کا فائدہ دینا ضروری ہے)۔

بدل و عطف بیان میں فرق

بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور اس کا متبوع محض تمہید کیلئے ذکر کیا جاتا ہے۔ جبکہ عطف بیان خود مقصود بالنسبت نہیں ہوتا بلکہ محض توضیح کے لئے آتا ہے نیز بدل تکریر عامل کو چاہتا ہے۔"

نکتہ ۲۶۳ بدل الکل کا دوسرا نام بدل "مطابق" بھی ہے اور بدل الغلط کا دوسرا نام بدل "مباین" ہے۔

نکتہ ۲۶۴ بدل البعض اور بدل الاشتمال میں ضروری ہیکہ یہ دونوں ایسی ضمیر سے متصل ہوں جو مبدل منہ کی طرف لوٹے کما مَرَّ مثالُہ قواعد اللغۃ العربیہ

نکتہ ۲۶۵ فعل فعل سے بدل بن سکتا ہے جیسے ومن یفعل ذالک یلقَ اثاما یُضاعف لہ العذابُ۔ قواعد اللغۃ العربیہ۔

تنوین سے متعلق ضروری باتیں

تنوین کی لغوی و اصطلاحی تعریف تنوین کے معنیٰ لغت میں کسی لفظ پر نون داخل کرنے کے ہیں، اصطلاح کے اندر تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کی اخیر حرکت کا تابع ہو اور تاکید کیلئے نہ ہو" جیسے" زیدٌ۔ زیدًا، زیدٍ نیز مبادی العربیہ صـ۷ پر مذکور ہے کہ تنوین وہ نون ساکنہ ہے جو خطًا حذف ہو اور لفظًا ثابت رہے غیر وقف میں جیسے کتابٌ (کتابن)

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ، ترنم۔ شعر۔

تنوین پنج قسم شدائے یار من بگیر | اوّل تمکن است و عوض، ثالث تنکیر
دیگر مقابلہ است و ترنم برادرم | این پنج یاد کن کہ شوی شاہ بے نظیر

(تحریر سنبٹ صـ۲۲)

تنوین تمکن وہ تنوین ہے جس کی وجہ سے کلمہ کا اسم متمکن (اسم متصرف) ہونا معلوم ہو جیسے زیدٌ۔ قلمٌ۔ کتابٌ وغیرہ۔ اور یہ تنوین غیر منصرف پر داخل نہیں ہوتی۔

تنوین تنکیر وہ تنوین ہے جو معرفہ و نکرہ کے درمیان فرق کرے یعنی جس پر یہ تنوین داخل ہوگی وہ نکرہ ہوگا جیسے صهٍ خاموش ہو۔ کسی بھی غیر متعین وقت میں اور صهْ بغیر تنوین کے معرفہ ہے مبنی بر سکون بمعنیٰ " ابھی خاموش ہو۔

تنوین عوض وہ تنوین ہے جو اسم پر مضاف الیہ کے عوض میں لاحق ہوتی ہے جیسے یومئذٍ ۔ اصل میں یوم اذ کان کذا تھا۔ کان کذا مضاف الیہ محذوف ہے اور اس کے عوض ذال پر تنوین ہے اسی طرح جعلنا بعضھم فوق بعضٍ، یعنی فوق بعضھم ۔

تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم پر جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں آتی ہے جیسے مُسْلِمَاتٌ ۔

تنوین ترنم وہ تنوین ہے جو شعر یا مصرع کے اخیر میں ہو جیسے

؎ اَقِلِّی اللَّوْمَ عَاذِلَ والعتابن
وقُولی اِنْ اَصَبْتُ لقد اَصَابَنْ

العتاب اور لقد اصاب کے اخیر میں تنوین ترنم لاحق کی گئی ہے یعنی اولاً الف اشباع کا لاحق کیا پھر بوجہ تغنی الف کو نون (تنوین) سے بدل دیا۔

حل الشواہد صـ۱۱۵

ترجمہ: کم کر ملامت کو اے ملامت کرنیوالی (مخاطب اسکی محبوبہ ہے) اور غصہ کو اور کہہ تو اگر میں درست کام کروں کہ بے شک اس نے درست کام کیا۔

نکتہ ۲۶۶ موانع تنوین ۔ معرف باللام ہونا ۔ مضاف ہونا ، غیر منصرف ہونا ، مبنی ہونا فعل ہونا ، اور جب لفظ ابن دو عَلَمْ کے درمیان واقع ہو غیر ندا میں اور ابن مع مضاف الیہ کے ماقبل کا وصف ہو تو موصوف سے تنوین اور ابن سے الف (خطاً) حذف کر دیا جاتا ہے ، خطاً یعنی لکھنے میں (اور پڑھنے میں بھی) (لبُّ الاعراب صـ۳۸)

نکتہ ۲۶۷ تنوین اسم کا خاصہ ہے حالانکہ مذکورہ شعر میں تنوین فعل پر داخل ہوئی ہے یعنی اصابن پر۔

الجواب :۔ یہ تنوین ترنم ہے اور تنوینِ ترنم اسم ہی کا خاصہ نہیں ہے بلکہ یہ اسم وفعل وحرف سب پر داخل ہوتی ہے ۔

نکتہ ۲۶۸ تنوین نون ساکن کے حکم میں ہوتی ہے حالانکہ وَ اَنَّہٗ اَھْلَکَ عَادَنِ الْاُولٰی کے اندر عاد کی تنوین نون متحرک سے ظاہر کی گئی ہے ۔

الجواب :۔ مذکورہ نون کی حرکت عارضی ہے درحقیقت تنوین نون ساکن ہی کا نام ہے اور (اَلسَّاکِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْکَسْرِ)

نکتہ ۲۶۹ تنوین کبھی حرف کے عوض میں بھی آتی ہے جیسے جَوَارٍ وغواشٍ کی تنوین حالت رفعی وجری میں کہ یہ تنوین یاء کے عوض میں ہے ۔ شرح ابن عقیل صـ

نکتہ ۲۷۰ فعل کے اوپر تنوین اس لئے داخل نہیں ہوتی کہ تنوین اسم کے تام ہونے کی علامت ہے اور فعل بغیر فاعل کے تام نہیں ہوتا ۔ گویا تنوین اسم کا خاصہ ہے وخاصۃُ الشیئِ یوجدُ فیہ ولا یوجدُ فی غیرہٖ ۔

امر وجوابِ امر سے متعلق

نکتہ ۲۷۱ جوابِ امر مجزوم ہوتا ہے۔ جیسے: قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰہ الآیۃ میں يُعَذِّبْ مجزوم ہے۔ اسی طرح اُسْكُتْ تَسْلَمْ میں تَسْلَمْ، اصل عبارت اِنْ تَسْكُتْ تَسْلَمْ ہے۔

نکتہ ۲۷۲ جوابِ امر مجزوم ہوتا ہے لیکن اگر امر ونہی کے بعد مضارع پر فاء داخل ہو جائے؛ تو پھر مجزوم نہیں ہوگا۔ جیسے کُنْ فیکونُ کہ اصل عبارت کُنْ فھو یکون ہے اور مضارع مجزوم نہیں بلکہ مرفوع ہے۔

نکتہ ۲۷۳ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ الآیۃ۔ جوابِ امر مجزوم ہوتا ہے حالانکہ يَلْعَبُوْنَ مجزوم نہیں ہے؟

الجواب:۔ مجزوم ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اِنْ مقدر ہو اور تقدیرِ اِنْ کیلئے یہ شرط ہےکہ اوّل جملہ سے سببیت کا قصد کیا گیا ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے لہٰذا یلعبون ترکیب میں حال واقع ہوگا۔ اسی طرح فذرھم فی طغیانھم یَعْمَھُوْنَ الآیۃ کے اندر یَعْمَھُوْنَ حال ہے۔ (تحریر سنبٹ ص۲۴۵)

نکتہ ۲۷۴ فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ الآیۃ۔ هَبْ صیغۂ امر ہے لہٰذا يَرِثُنِيْ کو مجزوم ہونا چاہئے۔ کیونکہ جوابِ امر مجزوم ہوتا ہے، حالانکہ یہاں ایسا نہیں ہے؟

الجواب:۔ ماقبل میں جو شرط ذکر کی گئی ہے وہ شرط یہاں مفقود

ہے یعنی جملۂ اوّل سبب نہیں ہے لہٰذا یَرِثُنِیْ وَلِیًّا کی صفت بنیگا۔ یعنی وَلِیًّا وَارِثًا (تحریر سنبٹ ۲۴۸)

اور کبھی نہ صفت بنیگا اور نہ حال بلکہ جملہ مستانفہ ہوگا جیسے: قُمْ یَدْعُوكَ الْاَمِيْرُ (کھڑا ہو تجھکو امیر بلا رہا ہے) گویا مخاطب نے کھڑے ہونے کی وجہ معلوم کی تو بطریق استیناف جواب دیا گیا کہ تجھکو امیر بلا رہا ہے۔ (ایضاً)

خلاصۂ کلام:۔ یہ کہ جوابِ امر اگر مجزوم نہ ہو تو وہ ترکیب میں حال یا صفت یا جملہ مستانفہ ہوگا۔

نکتہ ۲۷۵ امر کے آخر میں اگر حرفِ علت ہو تو وہ گر جاتا ہے حالانکہ جِیءْ امر حاضر ہے جاء یجیئُ سے مگر آخر سے حرفِ علت نہیں گرا؟

الجواب:۔ امر کے آخر سے وہ حرفِ علت گرتا ہے جو اصلی ہو اور یہاں حرفِ علت ہمزہ سے بدلا ہوا ہے، مہموز کے قاعدہ ۱ کی بنا پر یعنی ہمزۂ منفردہ ساکنہ کو اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدلنا جائز ہوتا ہے اسی طرح شَا ہے آخر سے الف نہیں گرا ہمزہ سے بدلا ہوا ہونے کی وجہ سے۔ (علم الصیغہ)

فائدہ:۔ وہ حرفِ علت جو ہمزہ سے بدلا ہوا ہو اس کا جازم کے ساتھ باقی رکھنا اور حذف کرنا دونوں جائز ہے۔ (الاشباہ ص۱۵۵ ج ۲)

نکتہ ۲۷۶ اِضْرِبَ الرَّجُلَ (ضرور بالضرور مار تو، ایک مرد کو) امر کا آخر ساکن ہوتا ہے اور اگر کسی وجہ سے حرکت دیجائے تو حرکت کسرہ دیجاتی ہے۔ فَاِنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ حالانکہ مثالِ مذکور میں امر کے آخری حرف (ب) پر فتحہ ہے اور دوسری عجیب بات یہ ہیکہ ترجمہ میں لفظ ضرور بالضرور کیوں آرہا ہے؟

الجواب :۔ عبارت دراصل اِضْرِبَنْ الرجلَ تھی۔ قاعدہ ہے کہ نونِ خفیفہ[1] اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے گر جاتا ہے اور آخری حرف کو فتحہ دے دیتے ہیں، جو نونِ خفیفہ کے حذف پر دلالت کرتا ہے، اس مثال میں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ اور نونِ خفیفہ ہی کی وجہ سے ترجمہ میں ضرور بالضرور کا لفظ بڑھایا گیا ہے۔ (کافیہ)

نکتہ ۲۷۷ اِضْرِبَا (ضرور بالضرور مار تو ایک مرد) صیغہ بظاہر تثنیہ کا ہے حالانکہ ترجمہ سے تو واحد کا لگتا ہے۔؟

الجواب :۔ صیغہ واحد کا ہی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے، گو بظاہر تثنیہ ہے اسکی اصل اِضْرِبَنْ تھی۔ قاعدہ یہ ہیکہ جب نونِ خفیفہ پر وقف کرتے ہیں تو وہ نون الف سے بدل جاتا ہے جبکہ نون سے پہلے فتحہ ہو جیسا کہ مثالِ مذکور میں۔ اور اگر نون سے پہلے ضمہ ہو تو اس وقت نون کو واؤ سے بدلتے ہیں، جو حذف ہو گیا تھا۔ جیسے اِضْرِبُنْ سے اِضْرِبُوا۔ اور اگر نون سے ما قبل کسرہ ہو تو نون کو یاء سے بدلتے ہیں جیسے اِضْرِبِنْ سے اِضْرِبِی۔ (کافیہ)

نکتہ ۲۷۸ لولا أَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قریبٍ فَاَصَّدَّقَ واَكُنْ من الصالحین پ ۲۸ اَكُنْ مجزوم کیوں ہے۔

الجواب :۔ اس کا عطف فَاَصَّدَّقَ کے محل پر ہے اور وہ جواب لولا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے۔ اِنْ أَخَّرْتَنِی أَكُنْ مِنَ الصالحین۔ اور اگر اَكُنْ کا عطف فَاَصَّدَّقَ کے لفظ پر کریں تو اب یہ منصوب ہوگا۔

(تفسیر حقانی صفحہ ۹۹ پارہ قد سمع اللہ)

---

[1] نون بھی ساکن تھا اور الرجل کا لام بھی۔

شرط وجزار کا بیان

کلمات مجازاۃ چاہے اسم ہوں یا حرف، دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ یہ اس امر پر دلالت کرے کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کے لئے سبب ہے پہلے جملے کا نام شرط اور دوسرے کا جزار رکھا جاتا ہے،

نکتہ ۲۷۹ جزار شرط پر مقدم نہیں ہوتی لہٰذا اگر کہیں جزار مقدم معلوم ہو تو اسکو دال علی الجزار یا قرینۂ جزار کہتے ہیں۔ اور اصل جزار شرط کے بعد مقدر ہوتی ہے، اعراب القرآن

کلمات مجازاۃ جازمہ وغیر جازمہ إِنْ، مَنْ، مَا، أَيْنَ، مَتٰى، أَيُّ أَنّٰى، إِذْمَا، حَيْثُمَا، مَهْمَا، إِنْ مقدرہ، یہ کلمات جازمہ ہیں۔

کلمات غیر جازمہ لَوْ، لَوْلَا، لَوْمَا، لَمَّا، كُلَّمَا، اذا (اکثر وبیشتر) أَمَّا۔

قاعدہ:۔ مَنْ، ما، متٰی، أنّٰى، أيُّ، بجائے شرط کے استفہام کے لئے بھی آتے ہیں، اسوقت ان کے بعد فقط ایک جملہ ہوگا، جیسے مَنْ أَخْبَرَكَ (تجھکو کس نے خبر دی)،

شرط وجزار کا مجزوم ہونا (۱) اگر شرط وجزار دونوں فعل مضارع ہوں، تو دونوں پر جزم واجب ہے، جیسے إِنْ تَجْتَهِدْ تَفُزْ۔ (اگر تو محنت کریگا تو کامیاب ہو جائیگا)

(۲) شرط وجزار دونوں فعل ماضی ہوں تو حرف جازم لفظاً کوئی اثر نہ کریگا کیونکہ ماضی مبنی ہوتی ہے۔ جیسے: إِنْ اجتهدتَ نَجَحْتَ

(اگر تو محنت کریگا تو کامیاب ہو جائیگا)

(۳) شرط فعل مضارع ہو اور جزاء فعل ماضی تو شرط پر جزم لانا واجب ہے۔ جیسے: إن تعمل صالحًا صِرتَ من المحسنين (اگر تو اچھے عمل کریگا تو نیک لوگوں میں ہو جائے گا۔)

(۴) شرط فعل ماضی ہو اور جزاء فعل مضارع تو جزاء پر رفع و جزم دونوں درست ہیں۔ جیسے: إن آمنتَ باللّٰہ فتدخلُ الجنّة (اگر تو اللہ پر ایمان لائیگا تو تو جنت میں جائیگا) إن ضربتَ أضربْ یا أضربُ

مندرجہ ذیل شکلوں میں جزاء پر دخولِ فا ضروری ہے

(۱) شرط کی جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے: إن تعذّبهم فإنهم عبادُك

(۲) جزاء امر ہو۔ جیسے: قُل إن كنتم تُحبّون اللّٰہَ فاتّبِعُونى الآیۃ

(۳) جزاء نہی ہو۔ جیسے: فإن علمتموهُنّ مؤمناتٍ فلا ترجِعُوهُنّ إلى الكفار

(۴) جزاء جملہ دعائیہ ہو جیسے: إن تُطعمنى فجزاك اللّٰہ خيرًا۔

(۵) جزاء جملہ استفہامیہ ہو۔ جیسے: إن تركتنا فمَن يرحمنا۔

(۶) جزاء ایسی ماضی ہو جس پر قد لفظًا ہو۔ جیسے: إن يسرق فقد سرق أخٌ له۔ الآیۃ یا قد پوشیدہ ہو۔ جیسے: إن كان قميصُه قُدّ من قُبُلٍ فصدقت (یعنی فقد صدقت)

(۷) جزاء ایسی ماضی ہو جس پر ما، لا داخل ہو۔ جیسے: إن لقيتَني فما ضربتُك یا فلا ضربتُك۔

(۸) جزاء فعل مضارع ہو ما یا لن کے ساتھ۔ جیسے: ومن يبتغ غيرَ الاسلام دينًا فلن يُقبلَ منه الآیۃ إن جاء زيدٌ فما أُهِينُه۔

(۹) جزاء ایسا مضارع مثبت ہو جسکے شروع میں سین یا سوف ہو۔ جیسے: إنْ تَعَاسَرْتم فَسَتُرضِعُ له أُخرىٰ، إن خِفتُم عيلة فسوف يغنيكم الله

(۱۰) جزاء تمنی ہو (۱۱) جزاء عرض ہو (۱۲) جزاء افعال مقاربۃ ہو (۱۳) جزاء افعال مدح وذم ہو۔

مندرجہ ذیل شکلوں میں دخول فا کا اختیار ہے

(۱) جزاء فعل مضارع مثبت ہو بغیر سین وسوف کے جیسے: إن يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين الآية ومن عادَ فَيَنتَقِمُ الله۔

(۲) جزاء فعل مضارع منفی لا کے ساتھ ہو۔ جیسے: إنْ تَشتِمنی لا أَضرِبكَ یا فلا أَضرِبكَ۔

مندرجہ ذیل شکل میں دخول فا جائز نہیں

(۱) جزاء فعل ماضی بغیر قد کے ہو۔ جیسے: وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔

فا کی چند قسمیں ہیں

(۱) فا استینافیہ جیسے: فَلَمَّا آتَاهُما صالحًا الخ۔ اسی طرح كُن فيكون، (۲) فا تعلیلیہ یہ لِأَجلِ کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے: فإن مع العسر يسرًا۔ (۳) فا فصیحیہ جو شرطِ محذوف کی جزاء پر داخل ہو۔ جیسے: فقط۔

(۴) فا جزائیہ جس کے مدخول کا تعلق پہلے جملہ کے مدلول سے ہو۔ جیسے إنْ كانتِ الشمسُ طالعةً فالنهارُ موجودٌ (۵) فا زائدہ جیسے فحسبُ کی فا۔ اسی طرح وثيابك فطهر۔ اسی طرح خرجتُ فإذا السبُعُ في الدار (۶) فا ترتیبیہ۔ ترتیب معنی میں ہو کہ معطوف متصل

ولاحق بلا مہلت کے ہو معطوف علیہ کے ساتھ۔ جیسے خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ یا ترتیب ذکری ہو جیسے مفصل کا عطف مجمل پر جیسے ونادیٰ نوحٌ ربّہ فقال ربّ انّ ابنی من اھلی۔ (۷) فا تفریعیہ جسکے مابعد کا علم ماقبل کی وجہ سے ہو۔ جیسے: وَأَھدِیَكَ إِلیٰ رَبِّكَ فَتَخْشیٰ۔ (۸) فا سببیہ جیسے ضربتُ زیدًا فمات۔ (۹) فا تعقیبیہ جس کے مابعد کا تحقق ماقبل کے بعد متصلا ہو۔ جیسے تزوّجَ زیدٌ فوُلِدَلہ یہ فا کبھی ثُمّ کے معنیٰ میں ہوتی ہے۔ جیسے: ثم خلقنا النطفة علقةً فخلقنا العلقة مضغةً فخلقنا المضغة عظماً فکسونا العظم لحماً۔ (۱۰) فا تفصیلیہ جس کا مابعد ماقبل کے اجمال کی تفسیر ہو (فصول الحواشی عربی شرح اصول الشاشی) (۱۱) فا ناصبہ بتقدیر أنْ جیسے زرنی فأکرمَكَ

مابعد فا کا عمل فا کا مابعد اپنے ماقبل میں عمل نہیں کرتا بشرطیکہ فاء اپنے محل مثلاً جزاء میں استعمال ہو اور اگر فاء اپنے اصلی محل میں نہ رہے یا زائدہ ہو تو پھر مابعد فاء اپنے ماقبل میں عمل کرتا ہے جیسے وربَّكَ فَکَبِّرْ الآیۃ ربّك مفعول بہ مقدم ہے کَبِّرْ صیغہ امر کا

نکتہ ۲۸۰ وإن تُصِبْھُمْ سيئةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أيدِيْھِمْ إذا ھُمْ يَقْنَطُونَ الآیہ جزاء جب جملہ اسمیہ ہو تو دخولِ فا ضروری ہے، حالانکہ آیت مذکورہ میں فا داخل نہیں ہوئی؟۔

الجواب:۔ کبھی فا کی جگہ اذا مفاجاتیہ بھی آجاتا ہے، کیونکہ دونوں کے اندر قربتِ معنیٰ ہے یعنی دونوں کسی شئی کے بعد دوسری شئی کے حدوث وظہور کی خبر دیتے ہیں" اذا مفاجاتیہ اسم کے ساتھ خاص ہے (تحریر سنبط ص ۲۴۵)

نکتہ ۲۸۱ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِہٖ یہاں مذکورہ دخولِ فاء کی شکلوں میں سے کوئی شکل نہیں تو یہاں فاء کیونکر داخل ہے؟

الجواب :۔ اگر جزاء ماضی بغیر قد کے ہو اور مفعول اس پر مقدم ہو تو فاء مفعول پر داخل کرنا واجب ہے۔ جیسے مثالِ مذکور میں کیونکہ علامہ کشاف رحؒ نے اسکی تفسیر اس طرح کی ہے۔ فَمَنْ أَبْصَرَ الْحَقَّ وَامَنَ فَلِنَفْسِہٖ أبصر وإیاھا نفع وَمَنْ عَمِیَ فَعَلٰی نفسہٖ عَمِیَ وَاِیَّاہُ ضَرَّ بِالْعَمٰی۔ (ہدایۃ النحو ص۸۹ حاشیہ)

نکتہ ۲۸۲ جزا فعلِ مضارع مثبت بغیر سین وسوف کے ہو، تو جزاء پر دخولِ فاء وعدمِ دخولِ فاء کا اختیار ہے۔ حالانکہ اِنْ اَکْرَمْتَنَا فَیَرْحَمُكَ اللّٰہُ، إن تَرَکْتَنَا فَمَنْ یَرْحَمُنَا میں تو دخولِ فاء ضروری ہے؟۔

الجواب :۔ بات تو آپ کی بجا ہے، مگر جب جزاء دعاء یا استفہام ہو تو دخولِ فاء ضروری ہے گو جزاء فعل مضارع مثبت ہی سہی۔ (ہدایۃ النحو ص۸۹ حاشیہ)

نکتہ ۲۸۳ وَإِنْ اَطَعْتُمُوْھُمْ إِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ، جزاء جملہ اسمیہ ہے تو فاء داخل ہونا چاہیئے حالانکہ داخل نہیں ہے؟۔

الجواب :۔ إِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ جزاء ہے ہی نہیں۔ بلکہ جواب قسم ہے۔ اور قسم محذوف ہے یعنی واللہ گو معنیً جزاء بھی ہے۔

نکتہ ۲۸۴ إِنْ تَشْتِمْنِیْ اُکْرِمْكَ۔ شرط جزاء کا سبب ہوتی ہے حالانکہ یہاں گالی دینا اکرام کرنے کا سبب نہیں بن سکتا۔

الجواب:۔ واقعتاً وحقیقتاً سبب بننا ضروری نہیں ہے بلکہ متکلم کا اعتبار و قصد کر لینا بھی کافی ہے۔ لہٰذا یہاں پر ترجمہ ہوگا اگر تو مجھکو گالی بھی دے تو میں (بر بنائے اخلاق) تیرا اکرام ہی کروں گا جیساکہ ذیل کے شعر میں یہی تعبیر مستعمل ہے۔ شعر

لگتی ہیں گالیاں بھی تیرے منہ سے کیا بھلی۔ قربان تیرے جاؤں اک بار پھر سہی۔

اسی طرح شعر: اگر وہ کہدے مجھے اپنا غلام۔ سب سے اچھا نام ہو میرا یہی۔

نکتہ ۲۸۵ لَإِن أُخرِجُوا لا یخرجون ۔جب شرط فعل ماضی اور جزاء فعل مضارع ہو تو جزاء پر جزم اَولیٰ ہے حالانکہ یہاں جزاء مجزوم نہیں ہے۔

الجواب:۔ جب شرط پر قسم مقدم ہو (مذکور ہو یا مقدر) تو شرط فعل ماضی ہونا ضروری ہے اور اس کے بعد والا جملہ جواب قسم ہوگا، شرط کی جزاء نہ ہوگا۔ ورنہ ایک ہی صیغہ کا مجزوم وغیر مجزوم دونوں ہونا لازم آئے گا۔ گو وہ معنیً دونوں کا جواب ہے، لہٰذا آیتِ مذکورہ میں شروع کلام میں قسم مقدر ہے، یعنی واللہ اور " المقدر کالملفوظ" لہٰذا لا یخرجون جواب قسم ہے نہ کہ جزاء، اور جواب قسم اگر مثبت ہو تو إنّ یا لام ابتداء لانا ضروری ہے اور منفی ہو تو ما یا لا لانا ضروری ہے

نکتہ ۲۸۶ إن أتیتنی واللہ لأتینک یہاں تو قسم شروع کلام میں نہیں ہے بلکہ وسطِ کلام میں ہے تو پھر شرط کی جزاء مجزوم کیوں نہیں؟

الجواب:۔ جب قسم وسطِ کلام میں واقع ہو تو ما بعد والے جملہ کو جواب قسم اور جزاء دونوں بنایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا إن أتیتنی

واللہ لأتینّك (جواب قسم) اور إن أتیتني واللہ آتِك (جزاء) دونوں طرح پڑھنا درست ہے۔ ہدایۃ النحو ص۱۲۲۔

نکتہ ۲۸۷ إن مستقبل کیلئے آتا ہے اور لَو ماضی کیلئے (ہدایۃ النحو) حالانکہ لَو ذیل میں تو مستقبل کیلئے بھی آرہا ہے۔

جیسے:۔ قولِ نبیؐ: اُطلُبُوا العِلمَ ولو بالصِّین (الحدیث)؟

الجواب:۔ فراء کا مسلک یہ ہیکہ لَو اگر کانَ (مذکور یا مقدر) کے ساتھ مستعمل ہو تو مستقبل کیلئے استعمال ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ایسا کم ہی سہی۔ لہٰذا حدیث مذکور کی اصل "ولو کان بالصین" ہے

(ہدایۃ النحو حاشیہ ص۱۲۱)

نیز کبھی بغیر کان کے بھی مستقبل میں استعمال ہو جاتا ہے۔ جیسے ولأمةٌ مؤمنةٌ خیرٌ من مشرکةٍ ولو أعجبتکم الآیہ۔

منصوبات کا بیان

منصوبات بارہ۱۲ ہیں۔ مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہٗ، مفعول معہٗ، حال، تمیز، مستثنیٰ، حروف مشبہ بالفعل کا اسم، ما ولا المشبہتین بلیس کی خبر، لائے نفی جنس کا اسم۔ افعال ناقصہ کی خبر۔

مفعول مطلق کی تعریف (۱) مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اپنے فعل کے ہم لفظ یا ہم معنیٰ ہو جیسے ضربتُ ضربًا قعدتُ جلوسًا

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں (۱) کبھی تاکید کیلئے ہوتا ہے جبکہ اس کے معنیٰ سے کوئی زیادتی فعل کے معنیٰ پر نہ سمجھی جائے جیسے جَلَسْتُ جُلُوسًا۔ اور یہ تثنیہ وجمع استعمال نہ ہوگا برخلاف بعد کی دو قسموں کے۔ (۲) کبھی نوع کیلئے ہوتا ہے جبکہ وہ فعل کی کسی نوع وہیئت پر دلالت کرے جیسے۔ جَلَسْتُ جِلْسَةً (میں ایک خاص قسم کی نشست سے بیٹھا۔ (۳) کبھی عدد کو بیان کرنے کیلئے ہوتا ہے جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً (بفتح الجیم) میں ایک مرتبہ بیٹھا۔

مفعول مطلق کے عامل کا حذف مفعول مطلق کے عامل یعنی فعل کو حذف کرنا جائز ہے بوقت قرینہ (حالیہ ہو یا مقالیہ) جیسے کوئی سفر سے آئے اور تم اس سے کہو خیرَ مقدمٍ (خوش آمدید) یہاں قرینہ حالیہ ہے یعنی آثارِ سفر۔ اصل عبارت قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ ہے۔

وُجوبًا حذف کی دو قسمیں ہیں سماعًا وقیاسًا۔ سماعًا۔ جیسے شُكْرًا

حَمْدًا۔ رَعْيًا وغیرہ وغیرہ یعنی شَکَرْتُكَ شُكْرًا۔ حَمِدْتُكَ حَمْدًا۔ رَعَاكَ اللّٰہُ رَعْيًا۔ (۲) قیاسًا اور اسکی چند شکلیں ہیں۔

(۱) جبکہ مفعول مطلق نفی یا معنیٰ نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور نفی ایسے اسم پر داخل ہو کر مفعول مطلق اس سے خبر نہ ہو سکے جیسے ما انت الا سَيْرًا وَاِنَّمَا انت سَيْرًا یا مفعول مطلق خبر کی جگہ مکرر واقع ہو، گو اس کا خبر بننا صحیح نہ ہو جیسے زیدٌ سیرًا سیرًا یہاں تَسِيْرُ فعل محذوف ہے۔ ترکیب الکافیہ ۵۳

(۲) مفعول مطلق گذشتہ جملہ کے مضمون کی غرض کی تفصیل واقع ہو جیسے فَشُدُّوا الوثاقَ فَاِمَّا مَنًّا بعدُ وَاِمَّا فِدَاءً (پس مضبوط کرو بندش کو یا احسان کرو احسان کرنا یا فدیہ لو فدیہ لینا) اصل۔ فَاِمَّا تَمُنُّوْنَ مَنًّا بَعْدَ الشَدِّ وَاِمَّا تُفْدُوْنَ فِدَاءً ہے اسمیں جملہ گذشتہ فشُدُّوا الوثاقَ ہے جس کا مضمون شَدُّ الوثاقِ ہے اور اسکی غرض احسان کرنا یا فدیہ لینا ہے جسکو مفعول مطلق کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ مضمون جملہ کی تعریف جملوں کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں حسین احمد۔

(۳) مفعول مطلق تشبیہ کیلئے ہو اور افعال جوارح (اعضاء) میں سے ہو اور ایک ایسے جملہ کے بعد واقع ہو کہ وہ جملہ ایسے اسم کو شامل ہو جو مفعول مطلق اور اسکے صاحب کے معنی میں ہو جیسے مررتُ بہٖ فاذا لہٗ صَوْتٌ صَوْتَ حمارٍ[1] (میں اسکے پاس سے گذرا پس اس کے لئے ایک آواز تھی گدھے جیسی آواز) یہاں یُصَوِّتُ فعل محذوف ہے۔

---

[1] صوتَ حمارٍ مفعول مطلق ہے اور اس سے قبل ایک جملہ ہے یعنی لہٗ صَوْتٌ، صوتٌ مفعول مطلق کے ہم معنی ہے اور لہٗ کی ضمیر کا مرجع کوئی انسان ہے تو صاحبِ صوت ہے۔

(۴) مفعول مطلق ایسے جملے کا خلاصہ واقع ہو کہ وہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور چیز کا احتمال نہ رکھتا ہو جیسے۔ لہٗ عَلَیَّ الفُ درہمٍ اِعْتِرافًا (اسکے میرے پاس ایک ہزار درہم ہیں میں اعتراف کرتا ہوں اعتراف کرنا)۔ اِعْتَرَفْتُ فعل محذوف ہے۔ لہٗ علیَّ الفُ درہمٍ کے اندر ایک ہزار کا اعتراف ہے۔ کیونکہ کلمہ عَلَیَّ فقہا کی اصطلاح میں لزومِ مال کے لئے بطریق اقرار نص ہے۔ اور اِعْتِرافًا سے بھی یہی معنیٰ ظاہر ہیں۔

(۵) مفعول مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ واقع ہو کہ وہ جملہ مفعول مطلق کے علاوہ دوسری چیز کا بھی احتمال رکھتا ہو جیسے: زیدٌ قائمٌ حَقًّا، اُحِقُّ فعل محذوف ہے زیدٌ قائمٌ۔ صدق وکذب دونوں کا احتمال رکھتا ہے جبکہ حَقًّا (مفعول مطلق) سے صرف حق ہی ظاہر ہے۔

ترجمہ:۔ زید کھڑا ہے ثابت کرتا ہوں میں ثابت کرنا۔

(۶) مفعول مطلق تثنیہ ہو اور اسکی فاعل یا مفعول کی طرف اضافت ہو رہی ہو، جیسے لَبَّیْكَ (میں تیری خدمت واطاعت کیلئے حاضر ہوں) سَعْدَیْكَ (میں تیری مدد کرتا ہوں بار بار مدد کرنا) اُلِبُّ اور اُسْعِدُ فعل محذوف ہے)۔

نکتہ ۲۸۸ ان چھ جگہوں میں فعل کا حذف بکثرت ہوتا ہے اگرچہ انکے علاوہ میں بھی حذفِ فعل ہوتا ہے، جیسے: انتَ قیامًا ای قُمتَ قیامًا۔

نکتہ ۲۸۹ مفعول مطلق اگر تاکید کیلئے ہو تو اسوقت اسکے فعل کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ مفعول مطلق عامل کی تقویت کیلئے آتا ہے اور حذف اسکے منافی ہے۔

نکتہ ۲۹۰ مفعول مطلق تو عامل مذکور کے ہم معنیٰ ہوتا ہے حالانکہ فَلَا تَمِيْلُوا كُلَّ الْمَيْلِ کے اندر کُلَّ کے معنیٰ دوسرے ہیں اور تَمِيْلُوا کے دوسرے"

الجواب :۔ اصل مفعول مطلق اَلْمَيْل ہے کبھی مصدر یعنی مفعول مطلق پر لفظ کُل اور بَعْضُ اور عدد اور اسم اشارہ بڑھا دیئے جاتے ہیں جیسے فلا تمیلوا کُلَّ المیلِ ضربتُه بعضَ الضرب ضربتُه ذالكَ الضربَ، فاجلِدُوهم ثمانين جلدةً کبھی مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اسکی جگہ میں رکھدیتے ہیں جیسے ضربتُه سوطًا کہ اصل عبارت ضَرَبْتُه ضربَ سوطٍ ہے۔ کبھی مفعول مطلق یعنی مصدری معنیٰ مضاف الیہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے خيرَ مقامٍ یعنی قمتُ خيرَ مقامٍ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں موصوف محذوف ہے یعنی قدومًا کبھی مفعول مطلق کا موصوف محذوف ہوتا ہے جیسے وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَاءُ جَوَازًا اَىْ حَذْفًا جائزًا۔ (شرح جامی)

نکتہ ۲۹۱ مفعول مطلق تو مصدر ہوتا ہے حالانکہ اَهْلَكَهُ اللّٰهُ وَيْحَةً کے اندر وَيْحَةً مفعول مطلق ہے حالانکہ مصدر نہیں۔

الجواب :۔ مصدر ہونا عام ہے چاہے حقیقةً ہو یا حکمًا لہٰذا وَيْحَةً اگرچہ مصدر نہیں اسم عین ہے مگر یہ کلام چونکہ بددعا پر مشتمل ہے اس لئے وَيْحَة کے مجازی معنیٰ (اِهْلَاكًا) مراد ہیں۔ نیز مفعول مطلق کے لئے معنیٰ حدثی ہونا کافی ہے اس سے فعل کا نکلنا شرط نہیں ہے برخلاف مصدر کے کہ اس سے فعل بھی نکلتے ہیں۔

نکتہ ۲۹۲ مفعول مطلق اور عامل کے الفاظ اور باب ایک جیسے ہونے

ضروری نہیں بلکہ اتحاد معنیٰ ضروری ہے جیسے اَنۡبَتَکُم نَبَاتًا (دونوں کے باب جدا جدا ہیں مگر معنیٰ ایک ہی ہیں) اور نُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفیٰ۔ تُقَرِّبُ اور زُلفیٰ کے معنیٰ ایک ہیں یعنی قریب کرنا، نزدیکی۔

(۲) مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا کے اندر زَیْدًا مفعول بہ ہے۔

تقدیم مفعول بہ مفعول بہ کبھی اپنے فعل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے، جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُ اور اگر مفعول بہ صدارتِ کلام کو چاہتا ہو مثلاً شرط و استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہو تو اس وقت مفعول بہ کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے مَنْ رَئَیْتَ (کس شخص کو تم نے دیکھا)۔

چار جگہوں میں فاعل پر مفعول بہ کا مقدم کرنا واجب ہے

(۱) مفعول بہ ضمیر متصل ہو اور فاعل ضمیر متصل نہ ہو جیسے نَخْشٰی اَنْ تُصِیْبَنَا دَائِرَۃٌ اَنْ تصیبنا میں نا ضمیر متصل ہے اور دَائِرَۃٌ فاعل ہے۔

(۲) فاعل اِلّا کے بعد واقع ہو جیسے مَا ضَرَبَ عَمْرًا اِلَّا زَیْدٌ مضروبیت عمر کا انحصار ہے ضاربیتِ زید میں۔ عمر کو صرف زید ہی نے مارا (زید نے خواہ عمر کے علاوہ کسی اور کی بھی پٹائی کی ہو)۔

(۳) فاعل معنیٰ اِلّا یعنی اِنَّمَا کے بعد واقع ہو جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ عَمْرًا زَیْدٌ (عمر کو صرف زید ہی نے مارا)۔

(۴) فاعل میں مفعول کی ضمیر ہو جیسے وَاِذَا ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ۔ (اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے آزمایا)۔

(غایۃ التحقیق صفحہ ۶۰)

مفعول بہ کے عامل کا حذف مفعول بہ کے فعل کو بوقتِ قرینہ حذف کرنا جائز ہے قرینہ مقالیہ ہو جیسے زَیْداً اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ اَضْرِبُ دراصل اِضْرِبْ زیداً ہے یا قرینہ حالیہ ہو جیسے مَکَّۃَ اس شخص کو کہیں جو مکہ جارہا ہو یعنی تُرِیْدُ مَکَّۃَ ۔

چار جگہوں میں مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے

(۱) پہلی جگہ سماعی ہے (یعنی جو اہل لسان سے سننے پر موقوف ہے) جیسے اِمْرَءاً و نفسَہٗ یعنی اُتْرُكْ اِمْرَأً و نفسَہٗ (چھوڑ تو آدمی کو اسکی ذات کے ساتھ) وَانْتَھُوا خیراً لکم یعنی اِنْتَھُوا عن التثلیث واقْصِدُوا خیراً لکم۔ انصاری کو حکم ہے کہ تین خدا کہنے سے باز رہو اور اپنے لئے بہترائی کا قصد کرو یعنی توحید کا) اَھْلاً وَّسَھْلاً یعنی اَتَیْتَ اَھْلاً اور وَطِئْتَ سَھْلاً تو اپنے اہل میں آیا نہ کہ غیروں میں اور تو نے نرم زمین کو روندا نہ کہ سخت زمین کو۔

(۲) دوسری جگہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے منادیٰ ہے اور فعل کے قائم مقام حرف ندا کو کردیا جاتا ہے جیسے یازیدُ۔ اُدْعُوْا فعل محذوف ہے۔

(۳) تیسری جگہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے مااُضْمِرَ عاملُہٗ[۲]

---

[۱] یہ جملہ مہمان کی خاطر داری و خوش دلی کیلئے کہتے ہیں۔

[۲] مااضمر عاملہ الخ کے لئے شرط یہ ہے کہ مفعول بہ کے بعد ایک فعل یا شبہ فعل ہو جو فعل محذوف کی تفسیر کرے اور یہ بعد والا فعل یا شبہ فعل مفعول بہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں یا اسکے متعلق میں عمل کرنیکی وجہ سے مفعول بہ میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو اس طریقے سے اگر اس فعل یا شبہ فعل کو یا اسکے مناسب مترادف یا لازم کو اس مفعول بہ پر داخل کردیں تو وہ اسکو نصب دیدے ۱۲

علیٰ شریطۃ التفسیر ہے یعنی ہر وہ مفعول بہ جسکے عامل کو اس شرط پر حذف کیا گیا ہو کہ اسکی تفسیر آگے آرہی ہے جیسے زیدًا ضربتُہٗ (میں نے زید کو مارا) زیدًا سے پہلے ضَرَبْتُ محذوف ہے جسکی تفسیر بعد والا ضربت کر رہا ہے۔

(۴) چوتھی جگہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے تحذیر ہے۔ تحذیر وہ اسم ہے جو اِتَّقِ فعل مقدر کا معمول ہو ڈرانے کی وجہ سے اس چیز سے جو اس معمول کے بعد ہو جیسے اِیَّاكَ والاَسَدَ (بچ تو شیر سے)۔ یا محذّر منہ (جس چیز سے ڈرایا جائے) مکرّر واقع ہو جیسے الطریقَ الطریقَ (اِتَّقِ الطریقَ الطریقَ) کہیں اِتَّقِ محذوف ہوتا ہے کہیں بَعِّدْ ونَحِّ وغیرہ لہٰذا معنیٰ کلام اِتَّقِ نفسكَ منَ الاَسَدِ واتَّقِ الاسدَ من نفسكَ ہے۔ (ہدایۃ النحو)

فائدہ:۔ اِغراء یعنی مخاطب کو کسی اچھے کام پر تنبیہ کرنا تاکہ وہ اس کو لازم پکڑلے جیسے اخاكَ أخاكَ کہ اِلْزَمْ فعل محذوف ہے۔ اور اسی طرح الاِجتہادَ یعنی اِلْزَمِ الاجتہادَ محنت کو لازم پکڑلے۔ اور مدح وذم اور ترحم کے موقعہ پر بھی حذفِ فعل درست ہے۔

نکتہ ۲۹۳ عَبَدْتُ اللّٰہَ کے اندر تو مفعول بہ پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہوا؟

الجواب:۔ فعل واقع ہونے سے مراد تعلق ہے۔ ظاہر ہے کہ فعل عبادت کا مفعول بہ یعنی (اللہ) سے تعلق ہے۔

نکتہ ۲۹۴ تحذیر واغراء میں فرق، تحذیر کے اندر مخاطب کو ناپسندیدہ امر سے بچانا مقصود ہوتا ہے جیسے الکَسَلَ ای اِحْذَرِ الکَسَلَ اور اغراء کے اندر پسندیدہ امر پر مخاطب کو آمادہ کرنا ہوتا ہے جیسے الاجتہادَ

ای اَلْزِمِ الاجتہادَ (قواعد اللغۃ العربیہ ص۵۶)

نکتہ ۲۹۵ اگر مفعول بہ کا عامل ضعیف ہو تو مفعول بہ عامل پر مقدم نہ ہو سکیگا جیسے مِنَ البِرّ اَنْ تکُفَّ لِسَانَكَ کے اندر عامل مصدر ہے بوجہ دخول اَنْ، اور مصدر عاملِ ضعیف ہوتا ہے لہذا لِسَانَكَ (مفعول بہ) فعل پر مقدم نہ ہوگا۔

(۳) مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہوا اور اسکو ظرف بھی کہتے ہیں اور ظرف کی دو قسمیں ہیں۔ ۱ ظرف زمان ۲ ظرف مکان۔ پھر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں ۱ مبہم ۲ محدود۔

۱ ظرف زمان مبہم وہ زمانہ ہے جسکی کوئی حد متعین نہ ہو جیسے دَھْر (زمانہ)

۲ ظرف زمان محدود وہ زمانہ ہے جسکی کوئی حد متعین ہو جیسے شھر (مہینہ)

۳ ظرف مکان مبہم وہ جگہ ہے جسکی کوئی حد متعین نہ ہو جیسے جہاتِ ستہ۔ (امام، خلف، یمین، شمال، فوق، تحت)

۴ ظرف مکان محدود وہ جگہ ہے جسکی کوئی حد متعین ہو جیسے دار، مسجد،

فائدہ:۔ پہلی تین قسمیں تقدیرِ فی کے ساتھ منصوب ہوتی ہیں اور چوتھی قسم کے اندر فی لفظاً مذکور رہتا ہے۔

نکتہ ۲۹۶ فعل دَخَلَ کے بعد کثرتِ استعمال کی وجہ سے فی حذف کر دیا جاتا ہے جیسے دَخَلْتُ الدارَ اگرچہ قاعدہ کی رو سے فی مذکور ہونا چاہیے تھا۔

(۴) مفعول لہٗ وہ اسم ہے جس کے حصول یا اسکے پیش آنے کی وجہ سے فعل مذکور واقع ہوا ہو جیسے ضَرَبْتُ[۱] زیداً تادیباً (میں نے

---

[۱] یہ حصول کی مثال ہے کہ ادب پہلے سے نہیں تھا تو فعلِ ضرب (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

زید کو ادب دینے کیلئے مارا) قعدتُ عن الحربِ جبنًا (میں لڑائی سے باز رہا۔ بزدلی کے عارض و پیش آنے کی وجہ سے)۔

نکتہ ۲۹۷ مفعول لہٗ کبھی مقدم بھی ہو جاتا ہے جیسے مخافۃ الشرّ جئتُك (شر کے خوف سے میں تیرے پاس آیا) نیز مفعول لہٗ معرفہ و نکرہ دونوں طرح استعمال ہو سکتا ہے۔ (ملحۃ الاعراب ص۹ حاشیہ)

(۵) مفعول معہ وہ اسم ہے جو اس واؤ کے بعد واقع ہو جو مع کے معنیٰ میں ہو معمولِ فعل کا مصاحب بنکر، مصاحبت فاعل کے ساتھ ہو یا مفعول کے ساتھ جیسے جاء البردُ والجباتِ (سردی جبوں کے ساتھ آئی) اسمیں مصاحبت فاعل کے ساتھ ہے کفاك وزیدًا درھمٌ (تجھکو اور زید کو ایک درہم کافی ہے) اسمیں مصاحبت مفعول کے ساتھ ہے) کبھی فعل معنوی بھی ہوتا ہے جو لفظوں سے مستنبط ہوتا ہے جیسے۔ ما لك[1] وزیدًا (تو کیا کرتا ہے اور زید) بمعنیٰ ما تصنعُ وزیدًا) (مصاحبت فاعل کے ساتھ ہے) حَسْبُكَ وزیدًا درھمٌ یعنی کفاكَ مع زیدٍ درھمٌ (مصاحبت مفعول کے ساتھ ہے)

مفعول معہ کا عامل کون جمہور نحویوں کے نزدیک اس کا عامل فعل ہے بذریعہ واؤ کے جو بمعنیٰ مع ہوتا ہے اور شیخ عبدالقاہر رحؒ کے نزدیک اس کا عامل واؤ ہے اور مع کے بجائے واؤ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: حصولِ ادب کیلئے واقع ہوا ہے اور دوسری مثال عارض اور پہلے سے ہونے کی ہے کہ بزدلی پہلے سے موجود تھی اس لئے لڑائی سے باز رہا۔ ۱۲۔

[1] ما بمعنیٰ اَیُّ شیئٍ مبتدا، لك خبر یعنی ای شیئٍ حَصَلَ لك مع زیدٍ۔

اختصار کے سبب لایا گیا ہے یہ واؤ عطف ہی ہے) سعیدیہ ص۶۴۔

(۹) حال وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت بیان کرے۔ جیسے جاءنی زیدٌ راکبًا۔ ضربتُ زیدًا مشدودًا۔ لقیتُ زیدًا راکبَین جسکی حالت بیان کی جائے اسکو ذوالحال کہتے ہیں۔ حال کیلئے پانچ شرطیں ہیں (۱) نکرہ ہو (۲) مشتق من الفعل ہو (۳) حال کا عامل فعل صریح ہو یا معنیٰ فعل (۴) حال کلام کے تمام ہونیکے بعد آئے (۵) حال کَیفَ کا جواب بن سکتا ہو۔

فائدہ:۔ فاعل و مفعول بہ چاہے حقیقتًا ملفوظ ہوں جیسے ضربتُ زیدًا قائِمًا میں تاء ضمیر متکلم فاعل اور زیدًا مفعول بہ لفظوں میں ہیں۔ یا حکمًا جیسے زیدٌ فی الدار قائمًا میں قائمًا حال ہے فی الدار کے متعلق یعنی اِستقرَّ وغیرہ کی ضمیر سے یا فاعل و مفعول معنًی ہوں یعنی الفاظ کلام سے مفہوم نہ ہوں بلکہ مقتضی کلام سے مفہوم ہوں جیسے ھذا زیدٌ قائمًا میں زیدٌ معنًی مفعول بہ ہے اور قائمًا اس سے حال ہے اور لفظ ھذا، اُشیرُ یا اُنَبِّہُ فعل کے معنی میں ہے۔ (شرح جامی ص۱۵۳)

قاعدہ[۱]:۔ ذوالحال اکثر معرفہ یا نکرہ مخصصہ ہوتا ہے اور حال نکرہ محضہ۔ اور اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو حال کو اس پر مقدم کرتے ہیں۔ جیسے جاءَ راکبًا رجلٌ۔ تاکہ حالتِ نصبی میں صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے پھر طردًا للباب تمام حالتوں کا ایک ہی حکم کر دیا۔

قاعدہ[۲]:۔ حال کے تین عامل ہو سکتے ہیں، فعل جیسے جاءَ زیدٌ راکبًا

---

[۱] یہ فعل مذکور کی مثال ہے اور فعل مقدر کی مثال جیسے زیدٌ فی الدار قائمًا جبکہ فی الدار استقرّ وغیرہ کے متعلق ہو۔

شبہ فعل جیسے زَیْدٌ ذَاھِبٌ راکبًا۔ معنیٰ فعل جیسے ھٰذَا زَیْدٌ قائمًا ھٰذا اُشِیْرُ کے معنیٰ میں ہے۔ معنیٰ فعل سے مراد اشارہ، ندا، تمنی، ترجی تشبیہ ہیں۔ حذف عامل اور کبھی بوقت قرینہ عامل کو حذف کرنا بھی جائز ہے قرینہ حالیہ ہو جیسے سفر میں جانے والے سے کہیں راشِدًا مَھْدِیًّا (رِسْ صیغہ امر) محذوف ہے) یا قرینہ مقالیہ ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰی قَادِرِیْنَ یعنی نجمعھا

قاعدہ:۔ حال اکثر مشتق ہوتا ہے اور کبھی جامد بھی ہوتا ہے جیسے ھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا۔ اور جامد کی ہر جگہ مشتق کے ذریعہ سے تاویل کرنا صحیح نہیں ہے۔ (نحو لطیف ص۱۵۸)

قاعدہ:۔ حال کبھی جملہ بھی ہوتا ہے لہٰذا حال اگر جملہ اسمیہ ہے تو ربط کیلئے واؤ اور ضمیر یا صرف واؤ لاتے ہیں جیسے ویقولون علی اللّٰہ الکذب وھم یعلمون (اسمیں واؤ اور ضمیر دونوں ہیں) اور کُنْتُ نبیًا وآدمُ بین الماء والطین (اس میں صرف واؤ ہے اور اگر جملہ فعلیہ مضارع مثبت ہو تو صرف ضمیر لائی جائیگی جیسے وجاءُوا اَبَاھُمْ عِشَاءً

لہ یہ شبہ فعل مذکور کی مثال ہے۔ اور شبہ فعل مقدر کی مثال جیسے زیدٌ فی الدار قائمًا جبکہ فی الدار شبہ فعل مثلاً ثابتٌ وغیرہ کے متعلق ہو اور اسم مفعول شبہ فعل ہو جیسے زیدٌ مضروبٌ قائمًا اور صفت مشبہ جیسے زَیْدٌ حَسَنٌ ضاحکًا۔

ٍ جیسے یا زیدُ قائمًا لیتک عندنا حاضرًا لعلّہ فی الدار قائمًا۔ کانّہ اَسَدٌ صائلاً۔ (صائل حملہ کرنے والا) ٍ جملہ اسمیہ میں صرف ضمیر پر اکتفا کرنا ضعیف ہے جیسے کلّمتہٗ فوہٗ الٰی فِیَّ۔ (میں نے اس سے گفتگو کی در انحالیکہ اس کا منہ میرے منھ کی طرف تھا۔)

یبکون۔ اور اگر جملہ فعلیہ مضارع منفی ہے یا ماضی مثبت یا منفی ہے تو واؤ اور ضمیر یا کوئی ایک بھی کافی ہے جیسے جاء نی زیدٌ وما یتکلم غلامُہٗ (واؤ اور ضمیر) جاء نی زیدٌ ما یتکلّمُ غلامُہٗ (ضمیر) جاء نی زیدٌ وما یتکلّمُ عمروٌ (واؤ) جاء نی زیدٌ وقد خرَجَ غلامُہٗ۔ قد خرَجَ غلامُہٗ وقد خرَجَ عمروٌ جاء نی زیدٌ وما خرَجَ غلامُہٗ۔ ما خرَجَ غلامُہٗ وما خرَجَ عمروٌ۔ البتہ جب حال ماضی مثبت ہو تو اس پر لفظاً یا تقدیراً قَدْ لانا ضروری ہے۔ لفظاً جیسے رَبِّ اَنّٰی یکون لی غلامٌ وقد بَلَغنی الکبرُ اور تقدیراً جیسے جاءُ وکُم حَصِرَتْ صُدُورُھم یعنی قَدْ حَصِرَتْ

اقسامِ حال

حال کی اَوّلاً دو قسمیں ہیں۔ محققہ و مقدّرہ۔

محققہ:۔ وہ ہے کہ فعل کے صدور و وقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک ہو جیسے جاء زیدٌ راکبًا۔

مقدرۃ:۔ وہ ہے کہ فعل کے صدور و وقوع کا زمانہ اور حال کا زمانہ ایک نہ ہو جیسے فادْخُلوھا خالدین۔ کہ بوقتِ دخول خلود ناممکن ہے۔

پھر حال محققہ کی سات ۷ قسمیں ہیں۔ ۱ حال منتقلہ اور وہ وہ حال ہے جو اپنے ذوالحال سے جدا ہو جاتا ہے جیسے جاء نی زیدٌ راکبًا۔

۲ حال مؤکدہ وہ حال ہے جو اکثر اوقات میں اپنے ذوالحال سے جدا نہیں ہوتا۔ جیسے زیدٌ ابوکَ عطوفًا۔ مہربانی اکثر اوقات میں باپ سے جدا نہیں ہوتی۔ ۳ حال دائمہ وہ حال ہے جو اپنے ذوالحال سے کبھی جدا نہیں ہوتا جیسے کفیٰ باللہ شہیدًا۔ ۴ حال متداخلہ:۔ وہ حال ہے جس حال سے دوسرا حال واقع ہو جائے جیسے جاء نی ارشدُ راکبًا ضاحِکًا۔ ضاحِکًا راکبًا کی ضمیر سے حال ہے۔ ۵ حال مترادفہ:۔ وہ حال ہے

کہ ایک ہی ذوالحال سے کئی حال واقع ہو جائیں۔ جیسے جاء نی زیدٌ راکباً ضاحکًا۔ ۶ حال مطلوبہ:۔ وہ حال ہے کہ جسکے ذوالحال کی طلب مقصود ہو جیسے یا زیدُ ضاحِکًا۔ ۷ حال معنویہ وہ حال ہے جس کا ذوالحال معنوی ہو جیسے ھٰذا زیدٌ قائمًا۔

نکتہ ۲۹۸ حال تو نکرہ ہوتا ہے حالانکہ مررتُ بہٖ وَحدَہ کے اندر وحدہٗ معرفہ ہے۔

الجواب:۔ حال جہاں معرفہ ہو وہاں نکرہ کے ذریعے سے اس کی تاویل کرلی جائیگی۔ لہٰذا وحدہٗ بمعنیٰ منفردًا ہے جو نکرہ ہے۔

نکتہ ۲۹۹ مفعول مطلق، مفعول معہٗ اور مضاف الیہ سے بھی حال واقع ہو جاتا ہے کیونکہ مفعول مطلق تو دراصل مفعول بہ ہی ہوتا ہے مثلاً ضربتُ الضربَ شدیدًا بمعنیٰ اَحْدَثْتُ الضربَ شدیدًا کے ہے اور مفعول معہ اگر فاعل کا مصاحب ہے تو وہ فاعل کے حکم میں ہے اور اگر مفعول بہ کا مصاحب ہے تو وہ مفعول بہ کے حکم میں ہے اسی طرح اس مضاف الیہ سے بھی حال آسکتا ہے جسکے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اسکی جگہ رکھا جاسکتا ہو اور مضاف فاعل واقع ہو رہا ہو یا مفعول بہ جیسے بل نتبعُ مِلّۃَ ابراھیمَ حنیفا میں بل نتبعُ ابراھیم حنیفا کہنا بھی درست ہے۔ اسی طرح اس مضاف الیہ سے بھی حال واقع ہوسکتا ہے جس میں مضاف عامل ہو جیسے الیہ مَرجِعُکم جمیعا کہ مَرجع کُم ضمیر میں عامل ہے اور کُم ضمیر مضاف الیہ سے جمیعًا حال ہے۔ شرح شذور الذہب

نکتہ ۳۰۰ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کا ذوالحال پہ مقدم کرنا ضروری ہے لیکن اگر ذوالحال حیز استفہام میں واقع ہو یا بذریعہ

اِلّا اسکی نفی ٹوٹ رہی ہو تو وہاں حال کو مقدم کرنا ضروری نہیں جیسے ھل أتاكَ رجلٌ راكِبًا۔ اسی طرح اگر ذوالحال تعریف سے بے نیاز ہو بوجہ تمام افراد کو محیط ہونیکے جیسے فیہا یُفرقُ کُلُّ امرٍ حکیم اَمرًا مِن عندنا تو تقدیمِ حال ضروری نہیں۔ اَمرًا من عندنا حال ہے کُلُّ اَمْرٍ سے۔

نکتہ ۳۰۱ وما ارسلناك الّا كافّةً للناس، حال و ذوالحال میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے حالانکہ آیتِ مذکورہ میں کافّۃً مؤنث ہے جو حال ہے اَرْسَلْنَاكَ کی کاف ضمیر مذکر سے۔

الجواب :۔ کافّۃً کے اندر تاء برائے تانیث نہیں ہے بلکہ برائے مبالغہ جیسے عَلّامَۃٌ کے اندر تاء برائے مبالغہ ہے نیز یہ کہنا کہ کافّۃً موصوف محذوف یعنی اِرْسالۃً کی صفت بن کر مفعول مطلق واقع ہے، درست ہے۔

نکتہ ۳۰۲ پانچ شکلوں میں حال غیر مشتق ہوتا ہے (۱) حال تشبیہ کیلئے ہو جیسے کَرَّ علی اسدًا۔ (۲) حال شرکت کیلئے ہو جیسے بعتُہ یدًا بیدٍ۔ (۳) حال ترتیب کے لئے ہو جیسے اَقرءُ الکتابَ بابًا بابًا (۴) حال بھاؤ پر دلالت کرے جیسے بِعتُ الشیئَ رطلًا بدرھم۔ (۵) حال موصوف ہو جیسے اِنّا اَنزلناہ قرآنًا عربیًا۔

(قواعد اللغۃ العربیہ ص۶۸-۶۹)

نکتہ ۳۰۳ کبھی کبھی ذوالحال نکرہ محضہ ہوتا ہے جیسے صلی رسولُ اللہِ علیہ وسلم جالِسًا وصلّی وراءہ رجالٌ قیامًا، قیامًا رجال سے حال ہے شرح شذور الذہب

نکتہ ۳۰۴ حال اپنے مرفوع و منصوب ذوالحال پر مقدم ہو جاتا ہے جیسے جاء ضاحکًا زیدٌ مگر عمومًا مجرور ذوالحال پر مقدم نہیں ہوتا لہٰذا مررتُ جالسۃً بھندٍ نہیں کہہ سکتے۔ شرح ابن عقیل ص۲۵۹

تمیز کا بیان

تمیز وہ اسم نکرہ ہے جو اسم کے ابہام یا نسبت کے اجمال کو دور کرے، اور جس چیز سے ابہام کو دور کیا جائے اس کو ممیَّز کہتے ہیں، (شرح شذور الذہب)

تمیز کی دو قسمیں ہیں (۱) مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرے یعنی اس کا ممیَّز مفرد مقدار ہوتا ہے نہ کہ جملہ اور اسکی چند مشہور قسمیں ہیں

کیل (پیمانہ) جیسے عندی قفیزانِ[1] بُرًّا (میرے پاس دو قفیز گیہوں ہے) عندی صاعٌ تمرًا (میرے پاس ایک صاع تمر ہے وزن (تول) جیسے عندی رَطلٌ[2] زیتًا (میرے پاس ایک رطل زیتون کا تیل ہے)۔ عندی منوانِ سمنًا، (میرے پاس دو من گھی ہے)

عدد جیسے عندی عشرون درھمًا (میرے پاس بیس درہم ہیں)

مساحت[3] جیسے ما فی السماء قدر راحۃٍ سحابا (آسمان میں ہتھیلی کی مقدار بادل نہیں) عندی شِبرٌ ارضًا (میرے پاس ایک بالشت زمین ہے) مقیاس[4] جیسے علی التمرۃ مثلُھا زبدًا (کھجور پر اس کے مثل مکھن ہے) شرح جامی ص۱۴۲ غایۃ التحقیق ص۱۳۰

---

[1] قفیز وہ پیمانہ جس میں ۲۸ سیر لکھنؤ کے آجائیں، دوسرا قول یہ ہیکہ جس میں ۳۹ کلو آجائے یختلفُ مقدارُہ فی البلاد۔ [2] رطل آدھا سیر، دوسرا قول ۴۰۷ گرام کا وزن یختلف مقدارہ باختلاف البلاد رار کا کسرہ اصح ہے۔ غایۃ التحقیق ص۱۲۱۔

[3] مساحت ناپنا زمین وغیرہ کی پیمائش، [4] مقدار، وہ آلہ جس سے اندازہ کیا جائے مراد اندازہ اور اٹکل سے جانچنا۔

(۲) تمیز کی دوسری قسم یہ ہیکہ تمیز نسبت کے اجمال کو دور کرے اور اسکی چند مشہور شکلیں ہیں تمیز فاعل سے محوّل ہو یعنی تمیز ترکیب میں فاعل تھی، تو وہاں سے منتقل کرکے تمیز بنادی گئی ہو جیسے واشْتَعَلَ الرَّاسُ شیبا اصل اِشْتَعَلَ شَیْبُ الرَّأْسِ ہے، طَابَ زَیْدٌ نفسًا اصل طابَ نفسُ زیدٍ ہے فعل کی اسناد مضاف سے محوّل کرکے مضاف الیہ کی طرف کردی گئی۔ یا تمیز مفعول سے محوّل ہو جیسے وفَجَّرْنَا الارضَ عُیُونًا، تقدیر وفَجَّرْنا عیونَ الارض ہے یا تمیز فاعل ومفعول کے علاوہ سے محوّل ہو جیسے اَنَا اَکْثَرُ منك مالًا اصل عبارت مَالی اکثرُ ہے۔ مالی کے مضاف کو حذف کرکے تمیز بنایا گیا اور ی ضمیر متکلم کو ضمیر منفصل یعنی انا سے بدلا گیا۔ شرح شذور الذہب

نکتہ ۳۰۵ تمیز غیر محوّل بھی ہوتی ہے جیسے للہ دَرُّہٗ فارِسًا، اور اکبًا۔ نوٹ:۔ فعل کی طرح شبہ فعل کی فاعل کی طرف نسبت سے بھی تمیز بنتی ہے جیسے الحوضُ ممتلئٌ ماءًا۔ تحفۃ النحادمیہ ص۱۵۲۔

نکتہ ۳۰۶ کبھی غیر مقدار سے بھی تمیز آتی ہے۔ جیسے ھٰذا خاتمُ حدیدًا۔ مصباح ص۱۳۔

نکتہ ۳۰۷ پہلی قسم کے اندر عامل اسم تام ہوتا ہے یعنی اسم کا اس حالت میں ہونا کہ اب اسکی اضافت نہ ہوسکے اور دوسری قسم میں عامل فعل یا شبہ فعل ہوتا ہے۔

اسم کے تام ہونیکی چند شکلیں (۱) اسم کے آخر میں نون تثنیہ ہو جیسے عندی قفیزان بُرًّا (۲) اسم کے آخر میں نون جمع ہو جیسے ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا۔ یا مشابہ نون جمع جیسے عندی عشرون درھمًا۔ (۳) اسم کے آخر میں تنوین ہو جیسے عندی رِطلٌ زیتًا

(۴) اسم مرکب اضافی ہو جیسے علی التمرۃِ مثلُها زبدًا۔

نکتہ ۳۰۸ صفت و حال و تمیز میں فرق۔ صفت اور حال کی وضع ثبوتِ وصف کو بیان کرنے کے لئے ہے شیئی میں گویا یہ دونوں وصف سے ابہام کو رفع کرتے ہیں اور تمیز نفس اسم سے ابہام کو رفع کرتی ہے کہ وہ شیئی کس جنس سے ہے جیسے رطل ایک متعین پیمانہ ہے مگر وضع کے اعتبار سے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جنس شہد سے ہے یا سرکہ سے تو تمیز کو لا کر ابہام دور کیا جائے گا جیسے عندی رطلٌ عسلًا، اور اگر وصف معلوم نہ ہو کہ وہ رطل مکی ہے یا بغدادی تو صفت یا حال لا کر ابہام دور کریں گے جیسے عندی رطلٌ بغدادیٌ او مکیٌ۔ شرح جامی ط۱۴۲۔

(۲) حال ہیئت کو بیان کرتا ہے اور تمیز کبھی ذات کو بیان کرتی ہے اور کبھی نسبت کو مثالیں گذر چکیں، شرح شذور الذہب۔

نکتہ ۳۰۹ وزن، کیل، مساحت کی تمیز میں تمیز کو اضافت یا مِنْ کی وجہ سے جر دینا بھی جائز ہے جیسے اشتریتُ رطل مسکٍ یا رطلًا من مسکٍ صاعَ تمرٍ یا صاعًا من تمرٍ۔ قصبة ارضٍ یا قصبةً من ارضٍ۔ (قواعد اللغۃ العربیہ ص۔)

مستثنیٰ کا بیان

(۸) مستثنیٰ کی تعریف وقسمیں مستثنیٰ وہ اسم ہے جسکو حرف استثنار کے ذریعہ ماقبل کے حکم سے خارج کیا گیا ہو۔

جیسے جاءنی القومُ اِلّازیداً (میرے پاس قوم آئی مگر زید نہیں آیا)۔

مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں ۱ متصل ۲ منفصل (منقطع) مستثنیٰ متصل وہ ہیکہ جو حرف استثنار کے ذریعہ متعدد سے نکالا گیا ہو اور مستثنیٰ منقطع وہ ہیکہ جو حرف استثنار کے بعد مذکور ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو۔

نکتہ ۳۱۰ اگر مستثنیٰ قبل استثنا مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہو تو وہ مستثنیٰ منقطع ہے عند المحققین، چاہے مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو یا نہ ہو جیسے جاءنی القوم الّا زیداً۔ جبکہ قوم سے ایسے افراد مراد ہوں جن میں زید شامل نہ ہو۔ بعض حضرات کے نزدیک اگر مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہے تو متصل ہے ورنہ منقطع ہے۔

نکتہ ۳۱۱ مستثنیٰ متصل اِلّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو تو منصوب ہوتا ہے حالانکہ قَرَءَ اِلّا یومُ کذا کے اندر مستثنیٰ مرفوع ہے۔

الجواب: منصوب ہونے کیلئے یہ بھی شرط ہے کہ مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور مثالِ مذکور میں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔

مستثنیٰ کے اعراب چار قسم پر ہیں ۱ نصب ۲ نصب و بدل ۳ اعراب باعتبار عامل ۴ جر۔

قسم اوّل نصب یعنی چار شکلوں میں مستثنیٰ پر نصب آتا ہے۔
(۱) مستثنیٰ متصل اِلاّ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو جیسے جاءنی القومُ اِلاّ زیدًا۔ (۲) مستثنیٰ منقطع ہو جیسے جاءنی القومُ الاّ حمارًا۔
(۳) مستثنیٰ مقدم ہو مستثنیٰ منہ پر جیسے ماجاءنی الاّ زیدًا احد۔[1]
(۴) مستثنیٰ خلا وعدا کے بعد واقع ہو عند الاکثر یا ماخلا، ماعدا، لیس، لایکون، کے بعد واقع ہو جیسے جاءنی القوم خلا زیدًا، عدا زیدًا، ماخلا زیدًا، ماعدا زیدًا۔

قسم دوئم نصب وبدل یعنی کلام غیر موجب میں مستثنیٰ اِلاّ کے بعد واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو مستثنیٰ پر نصب اور ماقبل کا اعراب (بوجہ بدل) دونوں درست ہیں جیسے ماجاءنی احدٌ اِلاّ زیدًا والاّ زیدٌ ماضربتُ احدًا الاّ زیدًا مامررتُ باحدٍ الاّ زیدٍ۔ الاّ زیدًا

قسم سوئم اعراب باعتبار عامل، یعنی مستثنیٰ مفرغ کا اعراب عامل کے اعتبار سے ہوتا ہے یعنی مستثنیٰ اِلاّ کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو جیسے ماجاءنی اِلاّ زیدٌ، مارئیتُ الاّ زیدًا مامررتُ الاّ بزیدٍ۔

قسم چہارم جر یعنی غیر، سِویٰ، سَواء، حاشاء کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے جیسے جاءنی القوم غیر زیدٍ وسِویٰ زیدٍ وسَواء زیدٍ وحاشا زیدٍ۔

---

[1] ہدایت النحو کے حاشیہ اور کافیہ کے اندر تصریح ہیکہ اس قسم میں کلام موجب ہو یا غیر موجب، اگرچہ بعض کتابوں میں کلام غیر موجب کی قید ہے۔ آہ۔

کلام موجب وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی، استفہام نہ ہو اور کلام غیر موجب وہ ہے جو اسکے برخلاف ہو۔

نکتہ ۳۱۲ مستثنیٰ متصل متعدد چیز کے حکم سے نکالا جاتا ہے حالانکہ اشتریتُ العبدَ الا نصفَہٗ کے اندر عبد متعدد نہیں بلکہ فرد واحد ہے۔

الجواب:۔ مستثنیٰ منہ اس جگہ متعدد ہی ہے کیونکہ تعدد عام ہے باعتبار جزئیات ہو یا باعتبار اجزاء یہاں تعدد باعتبار اجزاء ہے اور غلام کے اجزاء نصف۔ ثلث۔ ربع وغیرہ ہیں۔

نکتہ ۳۱۳ لفظِ غیر صفت کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے ربَّنا إنّی اسکنتُ من ذریتی بوادٍ غیرِ ذی زرعٍ، غیر مرکب اضافی ہوکر وادٍ کی صفت ہے اور غیر کے استثناء کے لئے ہونیکی مثال گذر چکی ہے، اور لفظ إلاّ دراصل استثناء کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر کبھی صفت کے معنیٰ بھی دیتا ہے جیسے لو کان فیہما آلہۃ الا اللّٰہ لفسدَتا کے اندر إلاّ بمعنیٰ غیر برائے صفت ہے

قاعدہ:۔ غیر پر وہ اعراب آئیگا جو مستثنیٰ بالا پر آتا ہے اور ما بعد غیر بر بناء مضاف الیہ مجرور ہوگا۔

فائدہ:۔ اَلاَ کُلُّ شَیئٍ ماخلا اللّٰہ باطلُ
وکُلُّ نعیمٍ لامحالۃ زائلُ۔

ترجمہ:۔ آگاہ رہو ہر چیز جو اللہ کے ذکر سے خالی ہو بیکار ہے۔ اور ہر نعمت یقیناً ختم ہونیوالی ہے اس کے اندر اللّٰہ بربناء استثناء منصوب ہے

افعال ناقصہ سے متعلق

تعریف افعالِ ناقصہ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر مقرر کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔

افعال ناقصہ سترہ ہیں [1] کَانَ، صَارَ، ظَلَّ، بَاتَ، اَصْبَحَ، اَضْحٰی، اَمْسٰی، عَادَ، آضَ، غَدَا، رَاحَ، مَازَالَ، مَاانْفَكَّ، مَابَرِحَ، مَافَتِئَ، مَادَامَ، لَيْسَ

افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ دیگر افعال کی طرح یہ افعال حدوث پر دلالت نہیں کرتے، نیز فاعل (اسم) پر تام نہیں ہوتے، بلکہ خبر کے محتاج رہتے ہیں۔

افعال ناقصہ کا عمل اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے کان اللّٰہ علیما حکیما۔

خبر فعل ناقص واسم پر تقدیم افعال ناقصہ کی خبر کو اسم پر مطلقاً مقدم کرنا جائز ہے، جبکہ کوئی مانع نہ ہو۔

مثلاً:۔ اسم وخبر کا اعراب تقدیری و محلی ہو۔ جیسے صار عدوّی صدیقی ۔ میرے دشمن میرے دوست بن گئے اور اعراب محلی، جیسے کان ھذا ذالك (لہٰذا دریں صورت تقدیم خبر درست نہیں) اور نفس فعل پر مقدم کر سکتے ہیں ان افعال میں جن افعال کے شروع میں کلمہ مَا (نافیہ یا مصدریہ) نہیں ہے۔

---

[1] کیسان کے نزدیک مادام کے علاوہ دیگر افعال منفیہ کی خبر فعل پر مقدم ہوجاتی ہے۔ الاشباہ ملخصاً

اور لیس کے بارے میں دو قول ہیں (۱) جواز تقدیم عند الجمہور (۲) عدم جواز تقدیم عند المبرّد۔ اور اگر خبر صدر کلام کو چاہتی ہو تو تقدیم خبر واجب ہوگی۔ جیسے: کَمْ صارَ مالُکَ (تیرا مال کتنا ہو گیا)۔ کَمْ خبر مقدم ہے۔

لیس کا دخول فعل واسم دونوں پر

لیس فعل پر بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے لیس یقومُ زیدٌ اور کبھی لیس کے بعد اسم وخبر مرفوع ہوتے ہیں جیسے لیس زیدٌ عالمٌ اس شکل میں لیس کے اندر ضمیر شان اسم ہے اور زیدٌ عالمٌ جملہ ہو کر لیس کی خبر ہے اسی طرح کان زیدٌ قائمٌ کا حال ہے۔ اور کبھی لیس استثناء کیلئے بھی آتا ہے۔ جیسے اَتَانی القومُ لَیْسَ زیدًا اور استثناء کی صورت میں لیس مفرد استعمال ہوگا نہ کہ جمع۔ اور لَیْسَ کی خبر پر باء زائدہ بھی داخل ہوتا ہے۔ جیسے الیس اللہ بِاَحْکَمِ الحَاکِمِیْنَ۔

کون کون سے افعالِ ناقصہ تامہ نہیں بنتے؟

لَیْسَ اور ہر وہ فعل جسکے شروع میں ما ہے۔ وہ ناقصہ ہی رہتے ہیں تامہ نہیں ہوتے بقیہ افعال کبھی ناقصہ ہوتے ہیں اور کبھی تامہ۔

حذف کان مع اسم وخبر

(۱) کبھی کان تنہا محذوف ہوتا ہے۔ جیسے اَمّا انت جالسًا جلستُ اصل عبارت تھی۔ جلستُ لِاَنْ کنتَ جالسًا۔ کُنْتَ کو اَنْ مصدریہ کے بعد حذف کیا اور اس کے عوض میں ما لے آئے اور نون کا میم میں ادغام کر دیا۔ اور کُنْتَ کی ضمیر متصل کو منفصل یعنی اَنْتَ سے تعبیر کیا اور خبر علیٰ حالہ باقی رہی اور لِاَنْ سے لام کو قیاسا حذف کر دیا کیونکہ اَنْ کے ساتھ لام کا حذف قیاسی

ہے۔ شرح جامی صـ۱۶۲

(۲) حذف کان مع اسم فقط۔ جیسے: اَلنَّاسُ مَجْزِیُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ اصل عبارت تھی: اِنْ کَانَ عَمَلُهُمْ خَیْرًا فَجَزَاءُ هُمْ خَیْرٌ وَاِنْ کَانَ عَمَلُهُمْ شَرًّا فَجَزَاءُ هُمْ شَرٌّ نیز یہ بھی درست ہے اِنْ کَانَ فِیْ عَمَلِهِمْ خَیْرٌ فَیُجْزَوْنَ خَیْرًا۔ اس کو چار طریقے سے پڑھا گیا ہے۔ شرح جامی صـ۱۶۲۔

(۳) حذف کان مع اسم وخبر۔ جیسے اِفْعَلْ هٰذَا اِمَّا لَا یعنی اِنْ کُنْتَ لَا تَفْعَلُ غَیْرَهٗ۔ کان کو اِنْ شرطیہ کے بعد حذف کر دیا گیا۔ اور اس کے عوض میں ما لے آئے۔ نیز اسم وخبر دونوں حذف کر دیئے گئے۔

فائدہ:۔ کان کو اسم کے ساتھ حذف کرنا اکثر ہے بمقابلہ خبر کے ساتھ حذف کرنے کے۔ اور کان کا حذف اِنْ وَلَوْ شرطیتین کے بعد اکثر ہوتا ہے۔ قواعد اللغۃ العربیہ صـ۱۵-۱۶۔

نکتہ ۳۱۴

ع اِذَا مِتُّ کَانَ النَّاسُ صِنْفَانِ۔
شَامِتٌ وَاٰخَرُ مُثْنٍ بِالَّذِیْ کُنْتُ اَصْنَعُ

افعال ناقصہ کی خبر منصوب ہوتی ہے۔ حالانکہ اس شعر کے اندر خبر حالتِ رفعی میں ہے یعنی صِنْفَانِ کہ تثنیہ کی حالت رفعی الف کے ساتھ آتی ہے؟

الجواب:۔ یہاں کَانَ بمعنی صَارَ ہے اور اس کے اندر ضمیر شان اسم ہے اور اَلنَّاسُ صِنْفَانِ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔

ترجمہ:۔ (جب میں مر جاؤں گا تو لوگ دو قسموں میں بٹ جائیں گے برائی کرنے والے اور دوسرے میرے کاموں کی تعریف کرنے والے)۔

نکتہ ۳۱۵ لم یکُ مِنَ المشرکین پ۱۴ ع۲۲۔ حروف جازمہ فقط جزم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہاں آخری حرف (نون) بھی حذف کر دیا گیا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ **الجواب:**۔ کبھی کبھی بابِ کانَ میں مضارع مجزوم سے نون کو بھی حذف کر دیتے ہیں مگر دو شرطوں کے ساتھ۔ (۱) نون کے بعد کوئی ساکن حرف نہ ہو جیسے لم یکنِ الذی میں۔ لھذا لم یکُ الذین نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ (۲) نون کے ساتھ ضمیر منصوب متصل نہ ہو جیسے: لم یکُنْه لھذا لم یکُه نہیں پڑھ سکتے۔ (الفوائد الصمدیہ ص۱۶) قواعد اللغۃ العربیہ ص۱۵)

نکتہ ۳۱۶ ع جیادُ ابنِ ابی بکرٍ تسامیٰ
علیٰ کانَ المسوّمۃِ العرابِ

اس شعر کے اندر دو تعجب خیز باتیں جمع ہیں (۱) کان کے اسم و خبر نظر نہیں آرہے ہیں۔ (۲) کان فعل کے بعد المسوّمۃ مجرور کیوں ہے۔

الجواب:۔ اس شعر میں کانَ زائد ہے۔ حذف کرنے سے کوئی خلل نہیں پڑتا لہٰذا یہ کان اسم و خبر کا محتاج نہیں ہے۔ اور المسوّمۃ بر بناءِ علی مجرور ہے

کان چار قسم کے ہوتے ہیں ۱ تامہ ۲ ناقصہ
۳ بمعنیٰ صارَ ۴ زائدہ

نکتہ ۳۱۷ فکیف کانَ عقابِ۔ کانَ فعل ناقص کا اسم مرفوع ہوتا ہے، حالانکہ عقابِ کی با پر کسرہ آرہا ہے؟

الجواب:۔ دراصل عقابی ہے یاءِ متکلم محذوف ہے جس پر کسرہ بار دال ہے۔ اور اعراب تقدیری ہے۔

نکتہ ۳۱۸ تاللّٰہ تفتؤُ تذکرُ یوسف الآیۃ پ۱۳ ما فتیٔ، ما زال، ما انفکّ، ما بَرِح، کیلئے نفی لازم ہے حالانکہ آیت مذکورہ

کے اندر تَفْتَؤُ میں نفی نہیں ہے؟۔

الجواب:۔ دخول حرف نفی عام ہے، لفظاً ہو یا تقدیراً یہاں حرف نفی تقدیراً ہے دراصل لا تفتؤُ ہے۔ درایۃ النحو ص۲۳۴۔ نیز نفی اس وقت لازم ہے جب ان افعال سے دوام و استمرار کا قصد کیا گیا ہو۔

نکتہ ۳۱۹ کان فعل لازم ہے، حالانکہ تنہا فاعل سے تام نہیں ہوتا بلکہ خبر کا محتاج رہتا ہے؟

الجواب:۔ کان، ناقص فعل ہے، لہٰذا جو بھی فعل لازم فاعل پر پورا نہ ہوگا، تو وہ ناقص فعل ہوگا نہ کہ تام اور فعل ناقص کو اسم کی طرح خبر کی بھی ضرورت ہے۔ فلا اعتراض۔

نکتہ ۳۲۰ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا پ۲ ع۶۔ لَيْسَ فعل کے اسم و خبر دونوں ہی منصوب نظر آرہے ہیں؟۔

الجواب:۔ اَنْ تُوَلُّوا، بتاویلِ مصدر مرفوع ہو کر اسم مؤخر بن جائے گا (۲) جملہ ہو کر اسم بنے گا اور اَلْبِرُّ خبر مقدم۔

نکتہ ۳۲۱ لیس عند الکوفیین حرف ہے اس لئے اس کے ساتھ اگر اِلَّا آجائے تو اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے لیس الطیبُ الا المسکُ، المسکُ کے رفع کے ساتھ اور حجازیین اس کو منصوب پڑھتے ہیں۔ ہدایۃ النحو ص۳۱، المعجم الوسیط۔

تمَّ ھذا البحثُ بتوفیق اللہ وعونہ

حسین احمد قاسمی

استاذ دارالعلوم دیوبند

افعال مقاربہ کا بیان

افعالِ مقاربہ میں سے کاد ، کَرَبَ ، اَوْشَكَ اسم سے خبر کے قرب کو بیان کرتے ہیں عسٰی[1]، اِخْلَولَقَ حَرٰی، خبر کی امید کے لئے ہے ، طَفِقَ، عَلِقَ ، اَنْشَأَ، اَخَذَ، جَعَلَ ، هَبَّ ، هَلْهَلَ ، اسم کے خبر میں لگنے اور اس کو شروع کرنے کو بتلاتے ہیں یہ اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے ۔ چند امثلہ

عسٰی جیسے عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يَرْحَمَكُم، کاد جیسے يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيئُ (ایسا لگتا ہے کہ اس کا تیل خود بخود جل جائے گا)

هَبَّ ۔ جیسے هَبَبْتُ اَلُوْمُ الْقَلْبَ فِي طَاعَةِ الْهَوٰى ۔

ترجمہ ۔ میں محبوب کی اطاعت کے سلسلہ میں دل کو ملامت کرنے لگا ہوں ۔

هَلْهَلَ جیسے وَطِئْنَا دِيَارَ الْمُعْتَدِيْنَ فَهَلْهَلَتْ ، نفوسُهُمْ قبل الاماتة تَزْهَقُ ۔

ترجمہ :۔ ہم نے ظالموں کی بستیوں میں قدم رکھا تو مارنے سے پہلے ہی ان کی جانیں نکلنے لگیں ۔ (شرح شذور الذہب)

---

[1] عسٰی کی خبر فعل مضارع مع اَنْ کے ہوتی ہے جیسے عسٰی زیدٌ اَنْ یخرج اور کبھی بغیر اَنْ کے بھی اور اس کی خبر کو اسم پر مقدم کرنا بھی جائز ہے جیسے عسٰی ان یخرج زیدٌ اس وقت عسٰی تام ہوگا خبر کا محتاج نہ ہوگا اور ، کاد ، طفق ، جعل ، کرب ، اخذ کی خبر فعل مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اور کبھی اَنْ بھی داخل ہو جاتا ہے ۔

افعالِ قلوب کا بیان

افعالِ قلوب وہ افعال ہیں جن کا تعلق دل سے ہو، اعضاء وجوارح یعنی ہاتھ پیر وغیرہ سے نہ ہو۔

افعالِ قلوب مندرجہ ذیل ہیں عَلِمْتُ، رَأَیْتُ، وَجَدْتُ (یہ تینوں برائے یقین ہیں) ظَنَنْتُ وحَسِبْتُ وخِلْتُ (یہ تینوں برائے ظن ہیں) زَعَمْتُ (یہ یقین وظن میں مشترک ہے) یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتداء وخبر کو بربنائے مفعول نصب دیتے ہیں جیسے علمتُ زیداً فاضلاً (میں نے زید کو فاضل جانا)

نکتہ ۳۲۲ افعالِ قلوب کے دونوں مفعولوں کو یا تو ساتھ ساتھ ذکر کیا جائیگا اور اگر حذف کیا جائے تو حذف بھی دونوں کو ساتھ ساتھ کیا جائیگا اور افعالِ قلوب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کے اندر ایک ہی چیز کی دو ضمیریں آسکتی ہیں جیسے علمتُنی منطلقاً فاعل ومفعول کی دونوں ضمیریں (ت - ی) متکلم کی ہیں۔

نکتہ ۳۲۳ افعالِ قلوب کا تعلق تو دل سے ہوتا ہے حالانکہ رأیتُ (بمعنی دیکھنا) کا تعلق تو آنکھ سے ہے۔

الجواب رأیتُ (فعل قلب) سے مراد یہاں دل سے دیکھنا ہے یعنی سوچنا سمجھنا نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا۔

نکتہ ۳۲۴ رأیتُ زیداً افعالِ قلوب دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہے حالانکہ یہاں فقط ایک ہی مفعول ہے۔

الجواب کبھی بعض افعالِ قلوب دوسرے فعل کے معنیٰ میں بھی استعمال

ہوتے ہیں جیسے رأیتُ بمعنیٰ اَبْصَرتُ، ظَننتُ بمعنیٰ اِتّھمتُ علمتُ بمعنیٰ عرفتُ، وجدتُ بمعنیٰ اَصَبْتُ ہیں۔ دریں صورت ان افعال کے لئے صرف ایک مفعول ہوگا نہ کہ دو۔

نکتہ ۳۲۵ بعض جگہوں میں افعال قلوب کا عمل ترک کرنا بھی جائز ہے مثلاً افعال قلوب اپنے مفعولوں کے درمیان[1] میں آجائیں۔ جیسے زیدٌ علمتُ قائمٌ یا مؤخر ہوجائے جیسے زیدٌ قائمٌ ظننتُ بمعنی زیدٌ قائمٌ فی ظنی اس وقت فعل ظرفیت کے معنی دے گا اسی طرح فعل قلب کسی فعل اور اس کے فاعل کے درمیان میں واقع ہو جائے۔ جیسے ضرب وحسب زیدٌ اسی طرح اسم فاعل اور اس کے مفعول کے درمیان میں واقع ہو جائے جیسے لستُ بمکرمٍ احسبُ زیداً یا اِنَّ کے دونوں معمولوں کے درمیان میں واقع ہو جائے جیسے اِنَّ زیداً احسبُ قائمٌ اور کبھی افعالِ قلوب کا عمل صورتاً متروک اور معنیً برقرار رہتا ہے جبکہ یہ افعال استفہام یا حرف نفی یا لام ابتدار سے پہلے واقع ہوں کیونکہ یہ تینوں صدر کلام کو چاہتے ہیں لہٰذا صورت جملہ باقی رکھی جائیگی اور معنیً ان افعال کا عمل کبھی ملحوظ رکھا جائے گا جیسے علمتُ اَزیدٌ[2] عندك ام عمرو، علمتُ مازیدٌ فی الدار کما فی قولہ تعالیٰ لقد علمتَ مَا ھٰؤلاء ینطقون

---

[1] درمیان میں آجائیں تو عمل دلانا بہتر ہے بمقابلہ ابطال عمل کے اور مؤخر ہونے کی شکل میں ترک عمل بہتر ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ دونوں صورتیں برابر ہیں۔

[2] استفہام چاہے اسم کے ذریعہ ہو جیسے لنعلم ای الحزبین احصیٰ۔ علی ھذا القیاس این ومتی وغیرہ یا حرف کے ذریعہ جیسے مثال مذکور در متن۔

علمتُ لَزیدٌ منطلقٌ. کما فی قولہ تعالیٰ ولقد علموا لمن اشتراہ مالہ فی الاخرۃ من خلاق. (قواعد اللغۃ العربیہ ص۱، تحریر سنبٹ ص۲۵۲)

نوٹ: یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر افعال قلوب لام جواب قسم، لَعَلَّ، لو شرطیہ کم خبریہ اور استفہامیہ اور اِنَّ (جس کی خبر پر لام داخل ہو) سے قبل واقع ہو جائے تو جب بھی صورتاً عمل باطل ہو جاتا ہے۔ (شرح شذور الذہب ص۱۷۴)

نکتہ ۳۲۶ افعال قلوب کے دو مفعولوں میں سے صرف ایک کو حذف نہیں کر سکتے حالانکہ ولا تحسبن الذین یبخلون بما اٰتاھُم اللہ من فضلہ ھو خیرالھم کے اندر مفعول اوّل بُخْلَھُمْ محذوف ہے۔

الجواب عدم حذف سے ہماری مراد بلا قرینہ حذف ہے لہٰذا بوقت قرینہ حذف مفعول واحد درست ہے۔ (تحریر سنبٹ ص۲۹۵)

افعال مدح وذم کا بیان

افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو (انشاء مدح وذم) اچھائی یا برائی ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں لہٰذا مَدَحْتُہٗ وذَمَمْتُہٗ اگرچہ مدح وذم پر دلالت کرتے ہیں مگر ان کو افعال مدح وذم نہیں کہیں گے۔ کیونکہ ان کے اندر انشاء نہیں ہے بلکہ خبر ہے۔

افعال مدح وذم چار ہیں نِعْمَ، حَبَّذَا (برائے مدح) بِئْسَ، ساءَ (برائے ذم) جیسے نِعْمَ الرجلُ زیدٌ (زید اچھا آدمی ہے) بئس الرجلُ عمرٌو (عمر برا آدمی ہے) جس کی تعریف یا مذمت بیان کی جائے اس کو مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں اور مخصوص بالمدح وذم کو بوقت قرینہ حذف بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسے نعم العبد دراصل نعم العبد ایوبُ ہے)

نِعمَ، بِئسَ، سَاءَ کے فاعل کی تین حالتیں ہیں

(۱) فاعل معرف باللام ہو۔ جیسے نِعمَ الرجلُ زیدٌ۔ (۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو بواسطہ یا بلاواسطہ جیسے۔ نِعْمَ صاحبُ القوم، نعمَ فرسُ غلامِ الرجل۔ (۳) ان افعال میں ایک ضمیر ہو جو ممیّز ہو اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہو جیسے نِعْمَ رجلاً زیدٌ

نوٹ:۔ تیسری شکل میں تمیز نکرہ منصوبہ ہو مفرد ہو جیسے نعمَ رجلاً زیدٌ یا مضاف ہو اضافت لفظی کے ساتھ جیسے نعمَ ضاربَ رجلٍ زیدٌ

قاعدہ:۔ مخصوص بالمدح وذم واحد، تثنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث ہونے میں افعالِ مدح وذم کے فاعل کے مطابق ہوگا مثلاً نعمَ الرجلُ زیدٌ، نعمَ الرجلانِ الزیدانِ، نعمَ الرجالُ الزیدون، بئسَ المرءۃُ ھندٌ، بئسَ المرءتانِ الھندانِ۔ بئسَ النساءُ الھنداتُ

حَبَّذَا حَبَّ فعل ہے ذَا ممیّز یا ذوالحال ہوگا اور اسکے بعد تمیز یا حال سے مل کر حَبَّ کا فاعل، اس کے بعد مخصوص بالمدح اور مخصوص بالمدح حال و تمیز کے مطابق ہوگا (واحد، تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث ہونے میں) مخصوص بالمدح کو حال و تمیز سے مقدم بھی کر سکتے ہیں جیسے حبذا رجلاً زیدٌ، حبذا زیدٌ رجلاً یہ تمیز کی مثال ہے، حبذا راکبًا زیدٌ، حبذا زید راکبًا یہ حال کی مثال ہے حبذا رجلین الزیدان، حبذا الزیدان رجلین، حبذا راکبین الزیدان۔ حبذا الزیدان راکبین، حبذا امرءۃً ھندٌ، حبذا ھندٌ امرءۃً، حبذا راکبۃً ھندٌ، حبذا ھندٌ راکبۃً، وقِس البواقی علیھا

نکتہ ۳۲۷ مخصوص بالذم اور فاعل میں مطابقت ہونی چاہیے حالانکہ نہیں ہے جیسے بئسَ مَثَلُ القَومِ الذین کذّبوا۔

مَثَلُ واحد ہے اور الّذین جمع۔

الجواب:۔ الذین کذبوا سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی "مَثَلُ" لہٰذا عبارت ہوگی، بئس مثلُ القوم مَثَلُ الذین کذّبوا یا پھر الذین صفت ہے القوم کی اور مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی مثلُہم۔

جملہ کے اقسام

جملہ کی اولاً چار قسمیں ہیں (۱) جملہ اسمیہ (۲) جملہ فعلیہ (۳) جملہ ظرفیہ (۴) جملہ شرطیہ، جملہ اسمیہ وہ جملہ ہے کہ اس کا جزء اول اسم ہو جیسے زیدٌ قائمٌ۔

جملہ فعلیہ وہ جملہ ہے کہ اس کا جزء اوّل فعل ہو جیسے قامَ زیدٌ۔

جملہ ظرفیہ وہ جملہ ہے کہ اس کا جزء اوّل ظرف یا جار مجرور ہو اور اس کے بعد اسم مرفوع ہو، جیسے خَلْفَكَ زیدٌ، فی الدار بکرٌ بعض حضرات اس کو جملہ اسمیہ بھی کہتے ہیں

جملہ شرطیہ وہ جملہ ہے جس کے شروع میں کلمۂ شرطیہ ہو جیسے۔ اِنْ تجتهد اكرمتُك۔

جملہ کی دوسری تقسیم جملہ کی دو قسمیں ہیں (۱) خبریہ (۲) انشائیہ۔

جملہ خبریہ وہ جملہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں جیسے۔ ضرب زیدٌ۔ زیدٌ قائمٌ۔

جملہ انشائیہ وہ جملہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہہ سکیں جیسے اِضرِبْ (مار تو ایک شخص)

جملہ انشائیہ کی دس قسمیں ہیں امر، نہی، استفہام، تمنی، ترجی، عقود، ندا عرض، قسم، تعجب۔

نکتہ ۳۲۸ جملہ کی کل ستائیس قسمیں ہیں اولاً جملہ کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب نہ ہو یعنی وہ کسی کا معمول نہ ہو (۲) وہ جملہ جس کے لئے محل اعراب ہو یعنی وہ کسی کا معمول ہو۔

پہلے جملہ کی نو قسمیں ہیں اور دوسرے جملہ کی اٹھارہ :۔

(۱) **جملہ مستانفہ** وہ جملہ ہے جو شروع کلام میں ہو جیسے زیدٌ قائمٌ نیز اگر وہ جملہ وسط کلام میں ہو تو ماقبل سے تعلق نہ ہو جیسے لَا یَحْزُنْکَ قولُهُمْ اِنَّ العزَّةَ لِلّٰہِ جمیعًا۔ اسی طرح وہ جملہ بھی مستانفہ ہے جو کسی کا معمول تو ہو مگر عامل آخر میں آنے کی وجہ سے اس جملہ پر عمل نہ کرتا ہو جیسے زیدٌ عالمٌ اَظُنُّ اس کو جملہ منقطعہ بھی کہتے ہیں۔

(۲) **جملہ معترضہ** وہ جملہ ہے جو دو متلازم چیزوں کے درمیان میں آئے محض کلام کی تقویت یا کسی مصلحت کے پیش نظر مثلاً مبتداء وخبر کے درمیان جیسے۔ زیدٌ واللّٰہِ عالمٌ یا موصول وصلہ کے درمیان اور قسم وجواب قسم کے درمیان اور شرط وجزا کے درمیان وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ:۔ ماقبل اور مابعد سے جملہ معترضہ کا کوئی ترکیبی جوڑ نہیں ہوتا جیسے اِنَّ اباحنیفةَ رحمہ اللّٰہ قالَ میں رَحِمَہُ اللّٰہ جملہ معترضہ ہے۔

نکتہ ۳۲۹ یَرحمُکَ اللّٰہ بظاہر جملہ خبریہ ہے مگر معنیً انشاء ہے تو ایک ہی چیز خبر بھی اور انشاء بھی کیسے ہوسکتی ہے بظاہر تضاد ہے۔

جواب:۔ یہ جملہ اور اس طرح کے دعاء یا بددعاء یا عقود وغیرہ کے جملے لفظاً

خبر ہوتے ہیں اور معنیً انشاء لہٰذا حیثیت ونوعیت بدل گئی اور حیثیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے۔

(۳) **جملہ مُبیّنہ** وہ جملہ ہے جو پہلے جملہ کی وضاحت کرے اس کو تفسیریہ و مفسرہ بھی کہتے ہیں۔ اور اس میں کبھی حرف تفسیر نہیں ہوتا جیسے ۔ اِنَّ مثل عیسٰی عند اللہ کمثلِ آدمَ خَلَقَہ مِنْ تُرابٍ۔ اور کبھی حرف تفسیر ہوتا ہے جیسے فَاَوْحَیْنا الیہ اَنِ اصْنَعِ الفلكَ باَعْیُنِنا۔ الکلمۃُ علٰی ثلٰثۃِ اقسامٍ، اسمٌ وفعلٌ وحرفٌ اسمٌ وفعلٌ وحرفٌ جملہ مبینہ ہے یعنی احدُھا اسمٌ وثانیھا فعلٌ وثالثھا حرفٌ۔

(۴) **جملہ معللّہ** وہ جملہ ہے جو پہلے کلام کی علت ہو جیسے اَلا لاتصُوموا فی ھٰذہِ الایام فانھا ایامُ اکلٍ وشربٍ وبعالٍ۔

ترجمہ:۔ خبردار ان دنوں (یوم النحر اور اسکے بعد ۳ دن اور عید الفطر) میں روزہ نہ رکھو کیونکہ یہ کھانے پینے اور جماع کے دن ہیں۔

(۵) **جملہ جواب قسم** وہ جملہ ہے جو قسم کا جواب بنے جیسے وَالقرآنِ الحکیمِ اِنّكَ لَمِنَ المرسلین

(۶) **وہ جملہ** ہے جو شرط غیر جازم کا جواب ہو مثلاً اِذا، لَو، لولا، کلّما، کیفَ کے جواب میں ہو جیسے کیف تفعل لاکرمتك، لولا العدلُ لفسدتِ الرعیّۃُ۔

(۷) **جملہ نتیجیہ** وہ جملہ ہے جو پہلے کلام کا نتیجہ ہو جیسے اَلْخَفضُ مِن خواصِ الاسماءِ فلیس فی الافعال خفضٌ۔

(۸) **جملہ معطوفہ** وہ جملہ ہے جو پہلے جملے پر معطوف ہوتا ہے اور محل اعراب نہیں رکھتا جیسے قامَ زَیدٌ وقَعَدَ عمرٌو۔
(زید کھڑا ہوا اور عمرو بیٹھا)

(۹) وہ جملہ جو کہ موصول کا صلہ ہو اگرچہ موصول بمقتضائے عامل محل اعراب رکھتا ہو کیونکہ نفس موصول میں بھی بعض جگہ اعراب ظاہر ہوتا ہے جیسے لیقم ایھم فی الدار (جو ان میں سے گھر میں ہے چاہیئے کہ کھڑا ہو)

جملہ کی دوسری قسم وہ ہے جو محل اعراب رکھتا ہو اسکی اٹھارہ[۱۸] قسمیں ہیں

(۱) پہلا وہ جملہ جو مبتداء کی خبر ہو جیسے زیدٌ اَبُوہ قائمٌ (زید کہ اس کا باپ کھڑا ہے۔

(۲) دوسرا وہ جملہ جو حرف مشبہ بالفعل کی خبر ہو جیسے اِنَّ زیداً اَبُوہ ذاھبٌ (تحقیق زید کہ اس کا باپ جانے والا ہے)

(۳) تیسرا وہ جملہ ہے جو مبتداء ہو جیسے تَسْمَعُ بالمعیدی خیرٌ مِنْ اَنْ تراہ (تیرا معیدی کو سننا اس کے دیکھنے سے اچھا ہے) یہاں تسمع بالمعیدی سماعُك بالمعیدی کی تاویل میں ہے جو کہ مبتدا ہے

(۴) چوتھا وہ جملہ جو مفعول مالم یسم فاعلہُ ہو اور اس جملہ سے مراد ھذا اللفظ ہوتا ہے جیسے یُقالُ زیدٌ عالمٌ (کہا جاتا ہے کہ زید عالم ہے) یہ چاروں جملے رفع کے محل میں ہیں یعنی مرفوع ہوتے ہیں۔

(۵) پانچواں وہ جملہ جو افعال ناقصہ کی خبر ہو جیسے کانَ زیدٌ اَبُوہُ قائمٌ (زید کا باپ کھڑا ہونیوالا تھا)

(۶) چھٹا وہ جملہ جو افعال مقاربہ کی خبر ہو جیسے وما کادُوا یفعلون (نہیں ہیں قریب کہ وہ کریں)

(۷) ساتواں وہ جملہ جو مَا اور لا المشبھتین بلیس کی خبر ہو جیسے ما زیدٌ اَبُوہُ فاضلٌ (زید کا باپ فاضل نہیں ہے)

(۸) آٹھواں وہ جملہ جو قول کا مقولہ محکی ہو جیسے قَالُوْٓا اٰمَنَّا (انھوں نے کہا ہم ایمان لائے)

(۹) نواں وہ جملہ جو باب علمتُ کا دوسرا مفعول ہو جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا اَبُوْہُ بَاذِلٌ (میں نے زید کو جانا کہ اس کا باپ خرچ کرنے والا ہے)

(۱۰) دسواں وہ جملہ جو باب اَعْلَمْتُ کا تیسرا مفعول ہو جیسے اَعْلَمْتُ زَیْدًا عَمْرًا غُلَامُہٗ عَالِمٌ (میں نے زید کو بتلایا کہ عمر کا غلام عالم ہے۔)

(۱۱) گیارہواں وہ جملہ جو حال واقع ہو جاءنی زَیْدٌ وَقَدْ رَکِبَ اَبُوْہُ (میرے پاس زید آیا اس حال میں کہ اس کا باپ سوار ہوا)

(۱۲) بارہواں وہ جملہ جو مستثنیٰ ہو جیسے لست علیھم بمُصَیْطِرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ فَیُعَذِّبُہُ اللّٰہُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ (تو ان پر داروغہ نہیں مگر جس شخص نے پیٹھ پھیری اور کفر کیا پس اس کو اللہ تعالیٰ بڑا عذاب دے گا یہ آٹھوں جملے محل نصب میں ہیں۔

(۱۳) تیرہواں وہ جملہ جو مضاف الیہ ہو یہ محل جر میں ہوتا ہے اس کا مضاف اکثر ظرف زمان ہوتا ہے جیسے یَوْمَ یَنْفَعُ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُمْ (اس دن سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی) اور ظرفِ مکان بھی ہوتا ہے مگر اس صورت میں حَیْثُ کے سوا جملہ کی طرف کوئی مضاف نہیں ہوتا جیسے جلستُ حیث زیدٌ جالسٌ (میں وہاں بیٹھا جہاں زید بیٹھنے والا ہے)

(۱۴) چودھواں وہ جملہ ہے جو نکرہ کی صفت واقع ہو جیسے جاءنی رجلٌ ابوہٗ عالمٌ (میرے پاس ایسا آدمی آیا کہ جس کا باپ عالم ہے)

(۱۵) پندرھواں وہ جملہ ہے جو ایسے جملہ پر معطوف ہو جو محل اعراب رکھتا ہو جیسے اَعْنِیْ قَامَ زَیْدٌ وَقَعَدَ عَمْرٌو (میرا مطلب یہ ہے کہ زید کھڑا ہوا اور عمرو بیٹھا)

(۱۶) سولہواں وہ جملہ جو بدل ہو بشرطیکہ مبدل منہ مقصود ادا کرنے میں کامل اور پورا ہو جیسے اَقُولُ لَهٗ ارْحَلْ لَا تَقُوْمَنَّ عِنْدَنَا (میں اس سے کہتا ہوں کہ کوچ کر، ہمارے پاس نہ ٹھہر) یہ تینوں جملے محل رفع اور نصب اور جر میں متبوع کے موافق ہوتے ہیں۔

(۱۷) سترہواں وہ جملہ جو جواب ہو شرط جازم یعنی اِنْ وغیرہ کا اس کا محل جزم ہے جبکہ جواب شرط مضارع مجزوم بحرف شرط نہ ہو جیسے مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَهٗ (جس کو خداوند تعالیٰ گمراہ کرے اس کے لئے کوئی ہادی نہیں) اور جواب شرط پر فا یا اِذا مفاجاتیہ ہو۔

(۱۸) اٹھارہواں وہ جملہ جو جواب شرط ہو جازم مضارع مجزوم کا جیسے مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا (جو شخص دنیا کا ثواب چاہے ہم اس کو دیدیتے ہیں)

شبہ جملہ شبہ جملہ سے مراد جار مجرور اور ظرف ہوتے ہیں مع اپنے متعلق کے۔

نکتہ ۳۳۰ کبھی جملہ خبریہ، جملہ انشائیہ کے موقعہ پر بعض نکتوں کی وجہ سے لایا جاتا ہے مثلاً تفاؤل کے لئے جیسے وَفَّقَكَ اللّٰہُ لِلتَّقْوٰی اور کبھی حرص وشوق ظاہر کرنے کے لئے جیسے وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ (اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں بصورت خبر لائے کہ مائیں خود ہی دودھ پلانے کو چاہتی ہیں)

مضمون جملہ مضمون جملہ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جملہ اگر فعلیہ ہے تو فعل کا مصدر نکال کر فاعل یا مفعول کی طرف اضافت کرنا جیسے قَامَ زَیْدٌ میں قِیَامُ زَیْدٍ۔ اور اگر جملہ اسمیہ ہے اور خبر صیغہ صفت ہے تو صفت کا مصدر نکال کر مبتدا کی طرف اضافت کرنا جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ میں عِلْمُ زَیْدٍ

اور اگر خبر اسم جامد ہے تو اس کے آخر میں یاء مشدد کے ساتھ تاء لاحق کر دی جائے اور پھر مبتدا ء کی طرف اس کی اضافت کی جائے جیسے ھذا رجلٌ میں رَجُلِیَّۃُ ھٰذا۔

افعال تعجب کا بیان

افعال تعجب وہ افعال ہیں جن کی وضع حیرت ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہو فعل تعجب کے دو وزن ہیں (۱) مَا اَفْعَلَہٗ (۲) اَفْعِلْ بِہٖ جیسے مَا اَحْسَنَ زَیْدًا و اَحْسِنْ بِزَیْدٍ (زید کتنا اچھا ہے) ضمیر کی جمع اس چیز کو رکھا جائے جس پر تعجب کیا جائے اور یہ افعال غیر متصرف ہیں ان سے ماضی مجہول مضارع اور مؤنث وغیرہ کے صیغے نہیں آتے نیز جن صیغوں سے اسم تفضیل آتا ہے انھیں سے یہ بھی آتے ہیں لہذا لون وعیب والے ثلاثی مجرد اور ثلاثی مزید فیہ اور رباعی سے جو طریقہ اسم تفضیل لانے کا ہے وہی طریقہ فعل تعجب کا بھی ہے جیسے۔ مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَہٗ وَاَشْدِدْ بِاِسْتِخْرَاجِہٖ۔ نیز فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان نہ فصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی ان کا معمول ان پر مقدم ہو سکتا ہے لہذا مازیدًا اَحْسَنَ اور بزیدٍ اَحْسِنْ نہیں پڑھ سکتے اور مَا اَحْسَنَ فِی الدَّارِ زَیْدٌا یا اَحْسِنِ الْیَوْمَ بِزَیْدٍ فصل کے ساتھ بھی درست نہیں کیونکہ یہ بمنزلہ اَمثال و محاورے کے ہیں اور مثال میں تصرف کی گنجائش نہیں ہوتی۔

نکتہ ۲۲۱ فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل درست نہیں حالانکہ مَا کَانَ اَحْسَنَ زَیْدًا کہنا درست ہے کَانَ کے فصل کے ساتھ (کس قدر اچھا تھا زید)

الجواب:۔ لفظ مَا اور فعل کے درمیان کَانَ زائدہ کے ذریعہ فصل کرنا جائز ہے عند الاکثر۔ اور مازنی کے نزدیک ظرف کے ذریعہ بھی فصل کرنا درست ہے جیسے مایومَ الجمعۃِ اَحْسَنَ زیدًا او اَحْسِنِ الیومَ بزیدٍ البتہ جس ظرف کا تعلق فعل تعجب سے نہ ہو تو اس ظرف کا فصل درست نہیں جیسے لَقِیتُہٗ نما اَحْسَنَ اَمْسِ زیدًا کے اندر اَمْسِ ظرف کا تعلق لَقِیتُہٗ سے ہے نہ کہ فعل تعجب سے۔ (کافیہ صفحہ ۱۱ حاشیہ)

مَا اَحْسَنَ زَیْدًا کی ترکیب سیبویہ کے نزدیک مَا موصوفہ ہے بمعنی شیءٌ عظیمٌ، مبتداء، اَحْسَنَ زیدًا خبر (بڑی چیز ہے جس نے زید کو حسین بنا دیا) اور اخفش کے نزدیک مَا موصولہ ہے بمعنی الذی عبارت ہوگی الذی اَحْسَنَ زیدًا شئٌ عظیمٌ (جس نے زید کو حسین بنایا بڑی چیز ہے) اور فراء کے نزدیک مَا استفہامیہ ہے بمعنی ایُّ شئٍ مبتداء اور اَحْسَنَ زیدًا خبر۔ ترجمہ ہوگا کیا چیز ہے جس نے زید کو حسین بنا دیا۔

نکتہ ۳۳۲ فعل تعجب پر نون ثقیلہ بھی لاحق کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ما اَحْسَنَنَّ زیدًا

بحور و تقطیع

کبھی کبھی ضرورت شعری، قافیہ بندی وغیرہ کی رعایت میں عبارت میں تغیر ہوتا ہے عبارت میں کبھی حرف بڑھ جاتا ہے تو کبھی گر بھی جاتا ہے لہذا مختصر اور سہل انداز میں اس عنوان سے متعلق چند باتیں قلم بند کی جاتی ہیں۔

عروض وہ مشہور فن ہے جس سے اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے۔

وزن عروضیوں کی اصطلاح میں دو کلموں کی حرکات وسکنات برابر ہونے کا

نام ہے جیسے احسان اور صندوق ہم وزن ہیں، گو دونوں کی حرکتیں مختلف ہیں

بحر | بحر ان چند موزوں کلموں کا نام ہے جو شعر کا وزن ٹھیک کرتے ہیں۔

تقطیع | کسی شعر کے اجزار کو بحر کے ارکان پر وزن کرنے کو کہتے ہیں اس طرح کہ ساکن کے مقابل ساکن اور متحرک کے مقابل متحرک حرف ہو۔

(۱) بحر ہزج مَفَاعِیلُن آٹھ بار سالم (۲) بحر کامل مُتَفَاعِلُن آٹھ بار سالم
(۳) بحر رجز مُسْتَفْعِلُن آٹھ بار سالم (۴) بحر متقارب فَعُولُن آٹھ بار سالم
(۵) بحر رمل فَاعِلَاتُن آٹھ بار سالم (۶) بحر متدارک فَاعِلُن آٹھ بار سالم

مرکب بحریں مثلاً:-

بحر سریع۔ مُسْتَفْعِلُن، مُسْتَفْعِلُن، مَفْعُولَاتُ
بحر خفیف۔ فَاعِلَاتُن، مُسْتَفْعِلُن۔ فَاعِلُن
بحر طویل۔ فَعُولُن، مَفَاعِیلُن، فَعُولُن، مَفَاعِیلُن

وغیرہ وغیرہ۔

زِحاف | وہ تغیر جو شعر کے کسی رکن یا ارکان میں ہو، اس کی تین صورتیں ہیں

(۱) اضافہ۔ کوئی حرف زیادہ کرنا (۲) سقوط کوئی حرف گرانا (۳) تحریک ساکن حرف کو متحرک کرنا۔ یوں تو زحاف کی بہت ساری شکلیں ہیں جو اس مختصر رسالہ کے مناسب نہیں۔

رکن | بحر جن اجزار (ٹکڑوں) سے بنتی ہے ان کو ارکان یا افاعیل یا امثال کہتے ہیں۔ (قواعد اردو ص ۳۱۴)

بحر متقارب سالم | فعولن آٹھ بار۔ شعر میں ملاحظہ ہو۔

شعر۔ مجھے گُل کے ہنسنے پہ آتا ہے رونا ٭ کہ اس طرح ہنسنے کی خو تھی کسی کی

فعولن فعولن فعولن فعولن

مجھے گل ، کہ ہنسنے پہ آتا ہِ رونا

کہ اس طر ح ہنسنے کہ خوبھی کسی کی

بحر ہزج سالم | مفاعیلن آٹھ بار۔

شعر۔ نہ کھینچ اے شاہ ان زلفوں کو یاں سودا کا دل اٹکا
اسیر ناتواں ہے یہ نہ دے زنجیر کو جھٹکا

مفاعیلُن مفاعیلُن مفاعیلُن مفاعیلُن

نہ کھینچے شا ہ ان زلفوں کہ یا سودا کہ دل اٹکا

اسیرے نا تواہے یے نہ دے زنجی ر کو جھٹکا

بحر رجز سالم | مستفعلن آٹھ بار۔

جیسے شعر۔ ساغر مئے گل رنگ کا بھر کر مجھے دے ساقیا۔
زہد و ورع جھگڑا ہے کیا عہد جوانی مفت دے۔ تقطیع آسان ہے،

بحر کامل سالم | جیسے شعر۔

مجھے آرزوئے وفا رہی تجھے مشق و جور و جفا رہی
کہوں کیا کہ تیرے ستم سے اب میرے سر بلا رہے بلا رہی

متفاعلن۔ متفاعلن۔ متفاعلن۔ متفاعلن

مجھے آرزو ءِ وفا رہی تجھ مشق جو رُ جفا رہی

کہُو کا کہ تے رستم س اب مِرسر بلا س بلا رہی

اسی طرح۔ مصرع۔ دل زار نے یہ ستم کیا مجھے شام ہی سے جگا دیا۔

بحر رمل سالم

جیسے مصرع۔ تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر ہے اب

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

تیرے دیوا نے کی خاطر زلف کی زن جیر ہے اب

(ان بحروں کی مدد سے بقیہ بحریں از خود بنائی جا سکتی ہیں)

ضروری اصطلاحات

ضمیر کا بطریق استخدام راجع ہونا صفتِ استخدام یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنیٰ ہوں ایک معنی صریح لفظ سے مراد لئے جائیں اور دوسرے معنی اس لفظ کی طرف ضمیر لوٹا کر مراد لئے جائیں جیسے الحمدُ لولیہ والصّلوٰۃُ علیٰ نبیہ۔ حمد کے صریح معنی ثنا کے ہیں اور حمد کی طرف نبیہ کی ضمیر مجرور لوٹائیں تو حمد کے دوسرے معنیٰ یعنی محمود لئے جائیں گے۔

صنعت براعتِ استہلال براعتِ استہلال اس کو کہتے ہیں کہ خطبہ کے اندر ایسے الفاظ ذکر کئے جائیں جس سے مقصود کی طرف اشارہ ہو جائے۔

علت کی چار قسمیں ہیں فاعلی، مادّی، صوری، غائی۔

علتِ فاعلی وہ ہے کہ اس کے عمل سے کوئی چیز وجود میں آئے اور جس مادہ سے وہ چیز بنی ہے وہ علتِ مادی ہے اور بننے کے بعد جو شکل ظاہر ہوئی وہ علتِ صوری ہے اور جس مقصد کے لئے وہ چیز بنائی گئی ہے وہ علت غائی ہے۔ مثلاً بڑھئی نے لکڑی کی ایک تپائی بنائی تاکہ طلبا اس پر کتاب رکھ کر پڑھیں تو بڑھئی علتِ فاعلی ہے اور لکڑی علت مادی ہے اور لکڑی کا تپائی کی شکل اختیار کر لینا علت صوری ہے اور تپائی کو اس لئے بنانا

کہ اس پر کتاب وغیرہ رکھی جائیں علتِ غائی ہے۔

مصدر کا حمل ذات پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مبتدا ذات ہوتی ہے اور خبر مصدر تو حمل درست نہیں ہوگا لہٰذا مصدر کو مشتق کی تاویل میں کر کے حمل کرتے ہیں اور کبھی بلا تاویل مبالغۃً بھی حمل کر دیتے ہیں جیسے زَیْدٌ عَدْلٌ (شرح تہذیب)

جواب بطریقِ تسلیم و بطریقِ انکار جواب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ سوال کو تسلیم کر کے جواب دیا جائے اس کو جواب بطریقِ تسلیم کہتے ہیں اور دوسری قسم یہ ہے کہ سوال ہی کا انکار کر دیا جائے اس کو جوابِ بطریقِ انکار اور علی سبیل الانکار کہتے ہیں۔

تسمیۃ الکل باسم الجزء ایک چیز متعدد اجزاء سے مرکب ہو مگر اس کا نام کسی ایک جزء کے ساتھ رکھدیا جائے تو اس کو تسمیۃ الکل باسم الجزء کہتے ہیں جیسے چائے چند چیزوں سے مل کر بنتی ہے، پانی، چینی، دودھ، چائے کی پتی مگر صرف اس کو ایک جزء کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں یعنی چائے کے ساتھ۔

مَاکَانَ وَمَایَکُون کسی صفت کا اتصاف کسی ذات کے ساتھ ماقبل زمانہ میں تھا اب نہیں ہے تو اسی صفت کے ساتھ حمل کرتے ہوئے ذات کا لحاظ کیا جائے جیسے اس شخص کو پردھان کہیں جو پہلے کبھی پردھان رہ چکا ہو، یا جیسے بعد البلوغ کسی کو یتیم کہہ دیں، اور مایکون ومایؤول اس کو کہتے ہیں کہ آئندہ کسی ذات کا کسی صفت سے متصف ہونے کا یقین ہے تو قبل از اتصاف اس کو اس صفت سے متصف مان کر لحاظ کیا جائے جیسے طالبِ علم کو مولوی کہدیتے ہیں۔

مُقَسَّم، تقسیم، اَقسام، قسیم مُقَسَّم جس کی قسمیں ہوں اور اقسام مُقَسَّم کی قسموں

کو کہتے ہیں اور مقسم کی قسمیں ہونے کو تقسیم کہتے ہیں اور قسمیں باہم ایک دوسرے کی قسیم ہوتی ہیں۔

جیسے کلمہ کی تین قسمیں ہیں، اسم فعل، حرف۔ لہٰذا کلمہ مقسم ہے اور اسم فعل حرف اقسام ہیں اور اسم و فعل و حرف آپس میں ایک دوسرے کے قسیم ہیں اور دو قسیم آپس میں جمع نہیں ہو سکتے مثلاً ایک کلمہ اسم بھی ہو اور حرف بھی ہو نہیں ہو سکتا، اور کلمہ کی تین قسمیں ہونا تقسیم ہے۔

اِنْقِسَامُ الشَّئِ اِلٰی نَفْسِہٖ یعنی مُقَسَّمْ اور اس کی اقسام شئی واحد ہوں، اور یہ درست نہیں ہے لہٰذا مُقَسَّمْ اور اس کے اقسام میں فرق ہونا ضروری ہے۔

تقسیم الکُلّ وتقسیم الکلی تقسیم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) تقسیم الکل الی الاجزاء اس کے اندر کسی جُز کا کُل پر حمل نہیں ہو سکتا جیسے سکنجبین، سرکہ، شہد اور پانی کے مجموعہ کا نام ہے سکنجبین فقط سرکہ یا شہد یا پانی کو نہیں کہہ سکتے بلکہ ان سب کے مجموعہ کو کہیں گے۔

(۲) تقسیم الکلی الی الجزئیات۔ اس کے اندر جزئی کا کلی پر حمل ہو سکتا ہے جیسے کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم وفعل وحرف کہ ہر ہر قسم کو کلمہ کہہ سکتے ہیں۔

ضَمِّ ضَمِیمہ ضَمِّ ضَمِیمہ کہتے ہیں کسی کلمہ کے ساتھ دوسرے کلمہ کے ملانے کو، جیسے حرف کسی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر مفید معنی نہیں ہوتا۔

ظرفیۃُ الشئِ لنفسہٖ ایک چیز کا خود اسی کے اندر ہونا یعنی ظرف و مظروف کا متحد ہونا مثلاً الکلامُ لایحصل الّا فی اسمین او اسمٍ وفعلٍ۔ اسمین او اسمٍ وفعلٍ خود بھی کلام ہیں تو ترجمہ ہوگا کہ کلام نہیں حاصل ہوتا ہے مگر کلام میں اور ظرفیۃ الشئ لنفسہٖ درست نہیں ہے لہٰذا ایسے موقع پر

کچھ نہ کچھ تطبیق کی شکل نکال لی جاتی ہے مثلاً مثال مذکور میں کلمہ فی کو بمعنٰی مِنْ لیا جائے۔

اخذُ المحدود فی الحد معرَّف کا تعریف میں داخل ہو جانا جیسے مثلاً یوں کہے کہ اسم وہ اسم ہے کہ جو مستقل معنٰی پر دلالت کرے اور اخذ المحدود فی الحد درست نہیں۔

ترجیح بلا مرجح ترجیح دینے والے قرینہ کے بغیر کسی چیز کو کسی دوسری چیز پر ترجیح و فضیلت دے دینا، جیسے زید کو عمر پر بلا کسی وجہ اور دلیل کے ترجیح دیدینا۔

توقفُ الشئ علیٰ نفسہ ایک شئ کا سمجھنا خود اسی پر موقوف ہو جیسے مثلاً خاصہ کی تعریف مایختص بہ سے کریں۔ اور یہ تعریف دور کو مستلزم ہے اور دور باطل ہوتا ہے لہذا ایسی جگہ کچھ نہ کچھ فرق نکالنا ضروری ہوگا چاہے اعتباری ہی فرق کیوں نہ ہو مثلاً یوں کہیں کہ خاصہ سے اصطلاحی تعریف مراد ہے اور مایختص بہٖ سے لغوی تعریف۔

للاکثر حکمُ الکل اکثر کے لئے کل کا حکم ہے مثلاً تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جن میں سے چار اسم کے ساتھ خاص ہیں اور ایک یعنی تنوین ترنم عام ہے اسم ہی کے ساتھ خاص نہیں حالانکہ کتابوں میں مطلقاً تنوین کو اسم کا خاصہ کہا ہے تو وہاں اسی قاعدہ کی رو سے اکثر کو کل کا حکم دیدیا۔

علی سبیل البدلیت فرداً فرداً یعنی یکے بعد دیگرے کسی کام کا ہونا جیسے معرب پر رفع، نصب، جر ایک ساتھ نہیں آتے نمبروار آسکتے ہیں۔

علی سبیل الاجتماع کسی کام کا ایک ساتھ یعنی اجتماعی طریقے سے ہونا جیسے

زیدٌ و عمرٌو و خالدٌ، ذَهَبُوا اِلٰی بیوتھم کے اندر ھم ضمیر کا مرجع، زید عمر، خالد ایک ساتھ ہے یعنی علی سبیل الاجتماع۔

تضمین کسی فعل یا شبہ فعل کے ساتھ دوسرے فعل یا شبہ فعل کو ملحوظ ماننا جس پر متعلقاتِ فعل یا شبہ فعل دلالت کر رہے ہوں جیسے شرح تہذیب کے اندر یتذکّرُ من ذوی الافہام کے اندر یتذکر کے بعد آخِذاً یا متعلّماً کی تضمین ہے۔

مصدر مبنی للفاعل (مصدر معروف) وہ مصدر ہے جس سے فاعلیت کا اظہار ہو جیسے نَصْرٌ مدد کرنا۔

مصدر مبنی للمفعول (مصدر مجہول) وہ مصدر ہے جس سے مفعولیت کا اظہار ہو جیسے نَصْرٌ مدد کیا جانا۔

محذوف و مقدر میں فرق محذوف لفظ اور نیت دونوں سے ساقط ہوتا ہے اور مقدر صرف لفظوں سے ساقط ہوتا ہے نیت میں برقرار رہتا ہے۔

اذا فاتَ الشرطُ فاتَ المشروطُ جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے جیسے نقضِ وضو سے سقوطِ صلوٰۃ۔

قرینہ وہ شئی ہے جو تعیینِ مقصود پر بلا وضع دلالت کرے قرینہ کی دو قسمیں ہیں لفظیہ و معنویہ۔

لفظیہ جیسے ضَرَبَتْ موسٰی حُبلٰی (ضَرَبَتْ کا فاعل حُبلٰی ہے)

معنویہ جیسے اَکَلَ الکمثرٰی یحییٰ (اَکَلَ کا فاعل یحییٰ ہے) یحییٰ نے امرود کھایا۔

ظرف مستقر و لغو ظرف مستقر وہ ہے کہ جس کا متعلق منہ محذوف ہو، جیسے زیدٌ فی الدار اور ظرف لغو وہ ہے کہ جس کا متعلق منہ مذکور ہو جیسے زیدٌ قائمٌ فی الدار۔

تخصیص بعد التعمیم عام بیان کرنے کے بعد انھیں میں سے کسی کو خاص طریقے سے بیان کرنا جیسے تَنَزَّلُ الملٰئکۃُ والرّوحُ۔ روح سے مراد جبرئیلؑ ہیں جو خود الملائکہ میں داخل تھے۔

اضافت العام الی الخاص کبھی عام کی اضافت خاص کی طرف کرتے ہیں تخصیص کی غرض سے جیسے خاتمُ فضۃٍ

السَّاکنُ اذا حُرِّکَ حُرِّکَ بالکسر ساکن کو جب حرکت دی جاتی ہے تو حرکت کسرہ دیجاتی ہے، جیسے لم یکنِ الذین کے اندر نون کو کسرہ دیا گیا۔

عطف الخاص علی العام معطوف کا ایسے معطوف علیہ پر عطف کرنا کہ وہ معطوف علیہ اس معطوف کے معنی کو بھی شامل ہو جیسے وَالصَّلٰوۃ علی محمد وآلہٖ واصحابہٖ کے اندر لفظ آل سے اَتباع مراد لیں تو صحابہ خود اس میں داخل ہو گئے۔

لَفٌّ و نشر لغت کے اندر لف کے معنی لپیٹنے اور نشر کے معنی پھیلانے کے ہیں۔ اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ پہلے کئی چیزیں ذکر کی جائیں یہ لف ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے مناسبات اور متعلقات بیان کئے جائیں یہ نشر ہے۔

لَفٌّ و نشر کی دو قسمیں ہیں لف و نشر مرتب، لف و نشر غیر مرتب۔

لَفٌّ و نشر مرتب یہ ہے کہ جس ترتیب سے لَف یعنی اجمال ہو اسی ترتیب سے نشر یعنی تفصیل بھی ہو جیسے ومِنْ رحمتہٖ جَعَلَ لکم

اللیلَ والنہارَ لِتَسکُنُوا فیہِ ولِتَبتَغُوا مِن فَضلِہٖ۔ لیل کے مناسب لِتَسکُنُوا ہے اور نہار کے مناسب لِتَبتَغُوا ہے۔

لَفّ ونشر غیر مرتب یہ ہے کہ جس ترتیب سے لف ہو اس ترتیب سے نشر نہ ہو۔

مُراعات النظیر یہ ہے کہ ایسے دو یا زیادہ امور کو ایک جگہ جمع کریں جو ایک دوسرے کے مناسب ہوں اور یہ مناسبت تضاد کی نہ ہو جیسے الشمسُ والقمرُ بحسبان۔ شمس وقمر میں مناسبت ہے جیسے اردو میں شعر ہے۔

چمن کے تخت پر جس دن شہِ گل کا تجمل تھا ؂ ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اور شور تھا غل تھا
خزاں کے دن جو دیکھا کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں ؂ بتاتا باغباں رو رو کے یاں غنچہ یہاں گل تھا

اس شعر میں چمن کے مناسب بلبل، غنچہ، گل، باغباں وغیرہ استعمال کئے گئے ہیں۔

توریہ وایہام ایک لفظ کے دو معنیٰ ہوں ایک قریبی معنی کہ لفظ بولتے ہی ذہن اس کی طرف منتقل ہو جائے اور دوسرے بعیدی معنیٰ کہ جس کی طرف فوراً ذہن منتقل نہ ہو اور قریبی معنی چھوڑ کر بعیدی معنیٰ مراد لئے جائیں جیسے راہِ ہجرت میں حضرت ابوبکر صدیق کا قول حضورؐ کے متعلق رجلٌ یہدینی السبیلَ کے اندر ہدایت کے قریبی معنیٰ (راستہ بتلانے کے) چھوڑ کر بعیدی معنی یعنی راہ حق دکھانے کے مراد لئے ہیں۔

مبالغہ کسی وصف (اچھائی یا برائی) کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ وہ زیادتی یا کمی نیز سختی ونرمی میں اس حد تک پہونچ گیا ہے کہ جو محال یا بعید از قیاس ہے۔

مبالغہ کی تین قسمیں ہیں تبلیغ۔ اغراق، غلو

(۱) تبلیغ یہ ہے کہ دعویٰ عقلاً وعادۃً ممکن ہو مثلاً

تیز رفتار گھوڑے کے بارے میں کہیں کہ یہ گھوڑا تیز دوڑنے میں ہوا کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا ہے تو یہ ممکن تو ہے مگر ایسا وصف گھوڑوں میں شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

(۲) اغراق یہ ہے کہ دعویٰ عقلاً تو ممکن ہو مگر عادۃً محال ہو جیسے یہ کہنا کہ بھیڑیا و بکری ایک ساتھ چرے مگر بھیڑیے نے بکری کو نہیں کھایا تو ایسا عادۃً محال ہے

(۳) غلو یہ ہے کہ دعویٰ عقلاً بھی محال ہو اور عادۃً بھی جیسے یوں کہنا کہ فلاں آدمی کی کمانیں اتنی عمدہ ہیں کہ قریب ہے کہ وہ تیر انداز کے بغیر ہی دشمنوں کے دلوں میں تیر چبھا دیں یا جیسے شعر

شاہ اسپے بانوری بخشید باد صرصر بگرد او نہ رسید
ایں چنیں تیز بود در رفتار کہ در شبا شب بعاقبت می رسید

شاعر گھوڑے کی برق رفتاری کو بیان کر رہا ہے کہ ایک ہی رات میں گھوڑا سفر دنیا کو طے کر کے عالمِ آخرت میں پہنچ گیا مگر مراد اس کی یہ تھی کہ گھوڑا مر گیا۔

غلو کی بعض قسمیں مقبول ہیں مثلاً اس میں حسن تخیل یعنی لطیف خیالات و استعارات ہوں یا وہ بطور مذاق کے ہو۔

حسن تعلیل یہ ہے کہ وصف کے لئے مناسب علت کا دعویٰ کیا جائے جو حقیقی نہ ہو۔ جیسے شعر

سہ
اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

دایہ بچہ کو افیون اس وجہ سے دیتی ہے کہ وہ آرام سے سو جائے مگر شعر میں علت بیان یہ کی تاکہ بچپن سے ہی وہ مصائب کی تلخی سے لذت آشنا ہو جائے

توجیہ یہ ہے کہ اپنی بات اس طرح ادا کریں کہ اس میں دو مختلف معنوں کا احتمال ہو جیسے:-

شعر قلتُ شعرًا لیس یدری۔ أمَدْحٌ أم هجاءُ
خاطَ لی عمرٌو قمیصًا لیت عینیه سواءُ

یعنی اگر مراد یہ ہو کہ اس کی خراب آنکھ بھی اچھی ہو جائے تو یہ مدح ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ اس کی اچھی آنکھ بھی خراب ہو کر دوسری آنکھ کے برابر ہو جائے تو یہ ہجو ہے۔ (نفحۃ العرب) اردو میں توجیہ کی مثال۔

شعر کیا ہی تاثیر ہے واللہ تیری صحبت کو
یک بیک لحظہ میں ہو جاتا ہے احمق دانا

یعنی تیری صحبت میں احمق آدمی دانا ہو جاتا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ تیری محبت میں دانا آدمی بھی احمق ہو جاتا ہے۔

تجاہل عارفانہ کسی مصلحت کی بنا پر جان بوجھ کر انجان بن جانا جیسے شعر کا ایک جزء ہے الیلای منکن ام لیلیٰ من البشر مجھے بتاؤ کیا میری لیلیٰ تم میں سے ہے اے چٹیل میدان کی ہرنیوں یا انسانوں میں سے۔

حالانکہ وہ جانتا ہے کہ لیلیٰ انسانوں میں سے ہے مگر فرط محبت میں پوچھ رہا ہے، اسی طرح صنم کہتے ہیں کہ تیرے بھی کمر ہے" کہاں ہے، کس طرح کی ہے، کدھر ہے۔

سجع یہ ہے کہ دو فقرے آخری حرف میں موافق ہوں جیسے والشمس وضُحٰھا والقمر اذا تلٰھا۔ اس کو رعایت فواصل بھی کہتے ہیں۔

سجع کی تین قسمیں مُطرّف دونوں فقروں کے کلمے وزن میں مختلف ہوں جیسے ما لکم لا ترجون للہ وقارا وقد خلقکم اطوارًا، وقارًا اور اطوارًا وزن میں مختلف ہیں۔

ترصیع اور وہ یہ ہے کہ دو فقروں کے کُل یا اکثر الفاظ وزن اور قافیہ میں برابر ہوں جیسے اِنَّ الابرارَ لفی نعیم واِنَّ الفجّار لفی جحیم۔

متوازن اور وہ یہ ہے کہ دو فقروں کے اکثر یا کل الفاظ وزن اور قافیہ میں برابر نہ ہوں جیسے فیھا سررٌ مرفوعۃٌ واکوابٌ موضوعۃٌ۔

قلب اور وہ یہ ہے کہ حرفوں کو الٹ دیا جائے جیسے یَئِسَ سے اَیِسَ مگر اصطلاح فن بدیع کے اندر اس کو بھی قلب کہتے ہیں کہ حرفوں کو الٹ کر پڑھیں تو وہی پڑھا جائے جو پہلے تھا جیسے ساکب کاس اور ربّک فکبر اور کلٌّ فی فلک۔

اردو میں جیسے لفظ دَرْد۔ شعر

درد میں میں لوٹتا ہوں کس کو میرا درد ہے
ہوں میں لفظ درد جس پہلو سے الٹو درد ہے

اقتباس یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں قرآن شریف یا حدیث کا کچھ حصہ لائے اور یہ نہ بتلائے کہ یہ قرآن وحدیث ہے یا اس کا اپنا کلام۔

تلمیح یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا شعر یا قصہ وغیرہ کی طرف اشارہ کرے، صراحۃً بیان نہ کرے۔

تعریض صراحت کو ترک کرکے اشارۃً بات کہی جائے اور کبھی ایسا کرتے ہیں کہ مخاطب کے لئے غائب کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسے عَبَسَ وتَوَلّٰی (کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چین بجبیں ہوئے اور منھ موڑ لیا) مخاطب نبیؐ ہیں مگر صیغہ غائب کا استعمال کیا یہ متکلم کا انتہائی لطف وکرم اور مخاطب کی تکریم واحترام کے پیش نظر ہے۔

تقدیم ماحقہ التاخیر یفید الحصر والتخصیص جس کلمہ کا حق مؤخر کرنیکا تھا

اس کو مقدم کرنے سے حصر اور تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اسی طرح والی رَبِّكَ فَارْغَبْ اپنے رب ہی سے لو لگائیے۔

لیکن کلمہ کی تقدیم ہر جگہ برائے حصر ہی نہ ہوگی، کبھی کبھار کسی دوسرے فائدہ کے پیش نظر بھی تقدیم کی جائیگی مثلاً فَاَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ آپ یتیم پر غصہ نہ ہوں۔ یہاں الیتیمَ کو اس لئے مقدم کیا کہ اہل عرب فآ کے اتصال کو حرف شرط کے ساتھ پسند نہیں کرتے، نہ کہ حصر کی غرض سے۔

دفع دخل مقدر یعنی سوال مقدر کا جواب دینا۔

جامع ومانع مانع یعنی اپنے افراد یا تعریف میں دخولِ غیر کو روکنے والا، منع کرنے والا، اور جامع وہ ہے جو تمام افراد پر حاوی ہو کسی کو خارج نہ ہونے دے سب کو جمع کر کے رکھے۔

مُعجمہ نقطے والے حروف کو کہتے ہیں، نقطہ اگر اوپر ہو تو فوقانیہ اور اگر نقطہ نیچے ہو تو تحتانیہ۔

مُہملہ بغیر نقطے والے حروف۔

الف فاصل تداخل، شاذ، مصدر و اسم مصدر اور دیگر صرفی اصطلاحات وخاصیات ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف کی دوسری کتاب، قوعد الصرف وخاصیات الابواب میں۔ حبیب احمد غفرلہ الاصمد الاحد

مثال ونظیر مثال ممثل لہ کی جزئی ہوتی ہے جیسے قاعدہ ہے کلُّ فاعلٍ مرفوعٌ اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے مثال دی جائے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ میں زید فاعل ہے اور مرفوع ہے اور اگر اس قاعدہ کی وضاحت اس طرح کی جائے کہ ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ عَالِمٌ میں زید مرفوع ہے

تو اس کو نظیر کہیں گے نہ کہ مثال۔

محذوف | لفظ اور نیت دونوں سے ختم کرنا۔

مقدر | لفظ سے ساقط ہو نہ کہ نیت سے۔ یقال المقدر کالملفوظ۔

مثال وشاہد | قاعدہ کلیہ کی وضاحت کے لیئے اس شخص کے کلام کو پیش کیا جائے جس کا کلام محاورات میں قابل اعتماد سمجھا جاتا ہو اور مثال اس کلام کو کہتے ہیں جس سے قاعدہ کلیہ کی وضاحت مقصود ہو۔

ایک نظر ادھر بھی

رموز واشارات

ح	مراد	حینئذٍ	ہ	مراد	ھٰھنا
ج	"	جمع	جج	"	جمع الجمع
المصـ	"	المصنف	الشـ	"	الشارح
مصـ	"	مصدر	ھف	"	ھٰذا خلفٌ
کک	"	کذالک	مم	"	ممنوع
لانم	"	لانسلّم	یقـ	"	یُقالُ
الظـ	"	الظاہر	بطـ	"	باطل
عطـ	"	عطف	اھ	"	انتہیٰ
صحـ	"	صحیح	ف	"	فائدہ
خلف	"	خلافِ مفروض	الخ	"	الیٰ آخرہ
لایخ	"	لایخلو	ص	"	اصل

باب المتفرقات

نکتہ ۳۳۳ فعل مضارع کے آخر میں نون تاکید داخل کرنے کے لئے اس کے شروع میں لام تاکید داخل کرنا ضروری ہے جیسے وَلَيَعْلَمَنَّ البتہ کبھی بجائے لام تاکید داخل کرنے کے اس کی جگہ اِمَّا بھی داخل کر دیا جاتا ہے جیسے اِمَّا نُرِيَنَّكَ

نکتہ ۳۳۴ وَضَعْتُ لُقْمَةً فِيْ فِيْكَ. دو فی کیونکر آرہے ہیں؟

الجواب: ایک فی حرف جار ہے اور دوسرا فی اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے۔ جو حالت جری میں یاء کے ساتھ مستعمل ہے۔

نکتہ ۳۳۵ سکون و نائب سکون۔ سکون حقیقۃً جزم کو کہتے ہیں جیسے اِضْرِبْ کی باء پر سکون ہے اور اِضْرِبَا کے اندر نائب سکون ہے جو حذف نون کی وجہ سے ہے اور اِرْمِ کے اندر نائب سکون بوجہ حذف حرف علت ہے۔

تنقیح الازہریہ ص۲، شرح شذور الذھب ص۲۵

ضمہ و نائب ضمہ ضمہ جیسے یَا زَيْدُ کی دال پر ہے اور نائب ضمہ واؤ اور الف ہے جیسے یا زیدان و یا زیدون۔

فتحہ و نائب فتحہ فتحہ جیسے یا صاحبَ الجمال کے اندر صاحِب کے باء پر ہے اور نائب فتحہ الف ہے، جیسے یا اَبَا البَشَر

کسرہ و نائب کسرہ کسرہ جیسے مررتُ بزیدٍ کے اندر دال کے نیچے ہے اور نائب کسرہ یاء ہے جیسے مررتُ باَخِيْكَ۔

نکتہ ۳۳۶ مرکب مفید پر خاموشی اختیار کرنا صحیح ہوتا ہے حالانکہ زَيْدٌ قَائِمٌ (زید کھڑا ہے) مرکب مفید ہے مگر اس کے تکلم کے بعد یہ سوال باقی

باقی رہتا ہے کہ زید کہاں کھڑا ہے گویا زَیْدٌ قَائِمٌ پر سکوت صحیح نہ ہوا۔

الجواب سکوت سے مراد یہ ہے کہ ایسی تشنگی باقی نہ رہے جیسی مسند الیہ کو ذکر کرنے کے بعد مسند کی باقی رہتی ہے یا مسند کو ذکر کرنے کے بعد مسند الیہ کی باقی رہتی ہے لہٰذا ظرف وغیرہ کے متعلق تشنگی باقی رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے

نکتہ ۳۳۷ ماضی پر برائے نفی مَا یا لَا آتے ہیں حالانکہ حضرت عمر رضہ کا قول ہے لَم اَصِبْتُ مَا لَا قَطُّ ماضی پر لَمْ کیسے داخل ہوا۔ (ابوداؤد شریف ص۴۲ ج۲)

الجواب ماضی پر لَمْ داخل ہونا کم اور شاذ ہے اور الشاذُ کالمعدوم۔ فلا حرج فیہ۔

نکتہ ۳۳۸ فَعِیلٌ کا وزن جب متعدی سے مشتق ہو تو ہمیشہ مفعول کے معنی میں ہوتا ہے جیسے قَتِیلٌ بمعنیٰ مقتولٌ (تحریر سنبٹ)

نکتہ ۳۳۹ ہر ایسے الفاظ جو مؤنث کے لئے مخصوص ہوں ان کے اندر علامتِ تانیث کا لانا اور نہ لانا دونوں درست ہے جیسے حَائِضٌ[1] وحَائِضَۃٌ مُرضِعٌ و مُرضِعَۃٌ (دودھ پلانیوالی عورت) طَالِقٌ وطَالِقَۃٌ دونوں طرح استعمال کیا جا سکتا ہے جیسے اصول الشاشی میں عورت کے لئے لفظ حَامِلًا استعمال ہوا ہے وَالمغصوبۃُ اذا رُدَّتْ حَامِلًا (اصول الشاشی ص۴۳)

نکتہ ۳۴۰ کلام کی تعریف مَا تَضَمَّنَ کلمتین بالاسناد ہے مگر بعض حضرات نے قصد متکلم کی بھی قید لگائی ہے تاکہ کلام نائم (سونے

---

[1] حائض اس بالغہ عورت کو کہیں گے جس میں حیض کی صلاحیت ہو اور حائضہ اس عورت کو کہیں گے جو فی الحال حیض میں مبتلا ہو۔

والے کا کلام) خارج ہو جائے اور عند البعض کلام نائم بھی کلام میں داخل ہے
(الفوائد الصمدیہ ص۴ حاشیہ)

نکتہ ۳۴۱ جزم و سکون میں فرق۔ جزم تو جازم کا اثر ہے اور حروف جازمہ فعل پر داخل ہوتے ہیں اسلئے جزم فعل کے ساتھ خاص ہے اور سکون نام ہے عدم حرکت کا اور یہ (سکون) اسم و فعل و حرکت تینوں کے اندر پایا جاتا ہے جیسے کَمْ، قُمْ، هَلْ۔ (الفوائد الصمدیہ ص۷)

نکتہ ۳۴۲ اسم فاعل حال و استقبال کے معنی میں ہو کر عمل کرتا ہے حالانکہ وکلبُهم باسطٌ ذراعَیه بالوصید کے اندر باسطٌ حال واستقبال کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ماضی کے معنی میں ہے۔

الجواب حال و استقبال سے مراد عام ہے حقیقۃً ہو یا حکایۃً اور اس جگہ حکایۃً مراد ہے یعنی معنیٰ تو ماضی کے ہیں مگر حکایت حال میں ہے۔
(تحریر سنبٹ ص۲۲۶)

نکتہ ۳۴۳ قال یقول کے بعد جو لام آتا ہے اس کو لام تبلیغ کہتے ہیں جیسے۔ وقُلْ لِعبادی الخ (شرح شذور الذہب ص۲۵)

نکتہ ۳۴۴ اسم فاعل کے عمل کرنے کی دو شرطیں ہیں (۱) حال و استقبال کے معنی میں ہونا (۲) چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد ہونا، مبتدا، موصول، موصوف، ذوالحال، ہمزۂ استفہام، حرف نفی، مگر وہ شرطیں اس وقت ہیں جبکہ عمل منصوب میں کرے مطلق عمل کی شرط نہیں کیونکہ زیدٌ قائمٌ اَمْسِ کہنا درست ہے۔ (الفوائد الصمدیہ ص۵۳ حاشیہ ۴)
نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسم فاعل الف لام کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو کیونکہ اسم فاعل اگر الف لام کے ساتھ ملا ہوا ہوگا تو پھر مطلق عمل کرتا ہے یعنی ماضی، حال، مستقبل

تینوں کے ساتھ عند الجمہور۔ (الفوائد الصمدیہ ص۵۲ حاشیہ)

نکتہ ۳۴۵ | یا طالعًا جبلًا کے اندر طالعًا صیغہ اسم فاعل عمل کر رہا ہے حالانکہ اس سے قبل چھ چیزوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

الجواب۔ طالعًا سے پہلے موصوف یعنی رجلًا محذوف ہے۔ فلا اشکال۔

تا کے چند فوائد

(۱) تا کبھی وصف مؤنث کو وصف مذکر سے جدا کرنے کے لئے آتی ہے جیسے ضاربۃٌ وضاربٌ، حسنۃٌ وحسنٌ، بصریۃٌ وبصریٌ یعنی قیاسی اعتبار سے اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ اور منسوب میں جدائیگی کے لئے۔

(۲) واحد کو اسم جنس سے جدا کرنے کے لئے جیسے تمرۃٌ، تمرٌ۔ ضربۃٌ ضربٌ۔

(۳) اسم وصفت کے درمیان فرق کرنے کے لئے جیسے ذبیحۃٌ، ذبیحٌ

(۴) مذکر ومؤنث میں فرق کرنے کے لئے اور عدد مذکر کے لئے تا اور مؤنث کے لئے بلا تا استعمال ہوگا۔ جیسے ثلٰثۃُ رجال، ثلٰثُ نساء۔

(۵) جمع پر داخل ہو کر پتہ دیتی ہے کہ اس کا واحد منسوب ہے جیسے المھالبۃ واحد مہلبی ہے منسوبٌ الی المھلب ابن ابی صفرہ۔

(۶) اسم کے اندر برائے تاکید جیسے ناقۃٌ ونعجۃٌ اور کبھی صفت تانیث کی تاکید کے لئے جیسے عَجُوزٌ وعَجُوزۃٌ۔

(۷) محض لفظوں میں تانیث کے لئے نہ کہ معنی میں جیسے ظُلمۃٌ والتاء فیہ لازمۃٌ۔

(۸) فاء کلمہ کے بدلہ جیسے زِنَۃٌ وزنٌ۔ اصل ہے وَزَنَ یَزِنُ وَزْنًا و زِنَۃً

(۹) یاء اضافت کے بدلہ جیسے اَبَتِ، اَبِیْ سے۔

(۱۰) کبھی رُبَّ و ثُمَّ پر داخل کی جاتی ہے جیسے رُبَّۃَ، ثُمَّۃَ۔

حالت وقفی میں گول تا ہاء بن جاتی ہے۔ (حل الشواہد ملحقہ آخر کتاب)

(۱۱) مبالغہ کے لئے جیسے راوِیہ، نابِغہ اور تاکید مبالغہ کے لئے جیسے علّامہ۔

(قواعد اللغۃ العربیہ ص۴۸)

(۱۲) جمع منتہی الجموع کے آخر میں نسبت پر دلالت کرنے کے لئے جیسے اَشاعِرَہ یا یاء محذوفہ کے عوض جیسے زنادِقَہ۔ زنادیق میں جو جمع ہے زندیق کی۔

(قواعد اللغۃ العربیہ ص۴۸)

نکتہ ۳۴۶ اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے مشہور ہے (۱) مِن کے ساتھ (۲) الف لام کے ساتھ (۳) اضافت کے ساتھ لیکن یہ قاعدہ مطلق نہیں بلکہ اس وقت ہے جبکہ اسم تفضیل خبر نہ ہو اور مفضل علیہ معلوم نہ ہو۔ لہٰذا جب اسم تفضیل خبر ہو یا مفضل علیہ معلوم ہو تو اب ان تین طریقوں سے کسی ایک سے استعمال کرنا ضروری نہیں

نکتہ ۳۴۷ اَکَلْتُ السَّمَکَۃَ حتّٰی رَاْسُھا۔ حتّٰی مشہور حروف جارہ میں سے ہے مگر اس کے بعد رفع نصب بھی پڑھا جا رہا ہے ایسا کیوں؟

الجواب حتّٰی کی تین قسمیں ہیں (۱) عاطفہ (۲) ابتدائیہ (۳) جارہ حتّٰی ابتدائیہ کے بعد رفع آتا ہے لہٰذا مثال مذکورہ میں عبارت ہوگی حتّٰی رَاْسُھا مَاکولٌ (مبتداء خبر) اور حتّٰی عاطفہ کی شکل میں نصب ہوگا بمعنی اَکَلْتُ السَّمَکَۃَ وَرَاْسَھا اور حتّٰی کا مدخول معطوف علیہ کا جزء ضعیف ہوگا یا جزء قوی۔

اور حتّٰی جارہ کی شکل میں جر۔

نکتہ ۳۴۸ الف اِشباع۔ وہ الف ہے جو آخر لفظ میں اصلاح لفظ یا وزن شعری

کی وجہ سے لایا جاتا ہے یا محض تد صوت کے لیے جیسے تَظُنُّوْنَ باللہ الظنونا۔ فَاَضَلُّوْنَا السبیلا۔

ع سعادُ التی اضناك حبُّ سعادا :: واعراضُها عنك استمرّ وزادا

نکتہ ۳۴۹ ماضی پر برائے نفی مَا آتا ہے نہ کہ لَا ہاں اگر تکرار ہو رہا ہو جیسے فلا صَدَّقَ ولا صَلّٰی میں تو لَا آجاتا ہے یا پھر ماضی دعا یا بد دعا کے لیے ہو جیسے اَلَا لَا بَارَكَ اللّٰہُ فی سُھَیلٍ۔ اِذَا ما اللّٰہُ بَارَكَ فی الرِّجَالِ

ترجمہ: تنبیہ اللہ تعالیٰ سہیل کے حق میں برکت نہ کرے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے حق میں برکت کرے۔ اگرچہ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہاں تکرار لَا ملحوظ ہے گو ملفوظ نہ سہی۔ شرح شذور الذہب میں ہے۔ یا کُلُّنَ ما فی رحلھن ھمسا لا ترك اللہ لھن ضرسا۔

لیکن فلا اقتحم العقبۃ کے اندر ماضی پر لَا داخل ہے اور تکرار بھی نہیں ہو رہا ہے تو اس کے جواب میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہاں لَا بمعنیٰ ھلّا ہے اور برائے ندامت و ملامت ہے یعنی دین کی گھاٹی میں کیوں نہیں گھسا یعنی طاعات میں مال خرچ کرتا۔ (تفسیر حقانی صـ۱۳۴ پارہ عم)

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں تقدیراً تعدد و تکرار ہے کیونکہ معنی مرادی یہ ہیں فلا فَكَّ رَقَبَۃً ولا اَطْعَمَ مسکینًا ولا کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

(لغات القرآن ج سوم صـ۱۹۰)

نکتہ ۳۵۰ واللیل اذا یَسْرِ ی کے حذف کے ساتھ اصل صیغہ یَسْرِی ہے (رفی) جمہور حالتِ وقف و حالت وصل میں یار کے حذف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ قرآن کے رسم الخط کی اتباع اور رعایتِ فواصل کی وجہ سے اور ابن کثیر نے یَسْرِی یار کو ثابت کر کے پڑھا ہے وصلاً و وقفاً لام کلمہ ی ہے۔

اور نافع وابو عمرو نے وصل کی حالت میں یار کے ساتھ اور وقف کی حالت میں حذف یار کے ساتھ پڑھا ہے (تفسیر مظہری، تفسیر حقانی پارہ عم)

نکتہ ۳۵۱ ایک اسم کو جب دو مرتبہ استعمال کیا جائے اور دوسری مرتبہ معرفہ لایا جائے تو عین اول مراد ہوتا ہے خواہ پہلی مرتبہ وہ نکرہ استعمال ہوا ہو یا معرفہ اول کی مثال کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول۔ لہٰذا الرسول و رسولاً دونوں کا مصداق ایک ہی ہے یعنی حضرت موسیٰ ع۔ اور ثانی کی مثال ہے ان مع العسر یسرًا فانّ مع العسر یسرًا۔ کہ عُسر دونوں جگہ معرفہ ہے لہٰذا دوسرے عسر سے مراد عین اول ہے گویا ایک پریشانی کے ساتھ دو آسانیاں ہیں اور آسانی دو اس لئے کہ یسر بمعنی آسانی نکرہ ہے اور نکرہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک کلمہ دو مرتبہ آسان کیا جائے اور دوسری مرتبہ نکرہ لیا جائے تو دونوں کے مصداق الگ الگ ہوتے ہیں خواہ پہلی بار نکرہ لایا گیا ہو جیسے مثال مذکور میں یا پہلی بار معرفہ لایا گیا ہو جیسے جاءنی الرجل وجاءنی رجلٌ دونوں کا مصداق الگ الگ ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ دوران مطالعہ اس کے برخلاف بھی مشاہدہ ہوا ہے جیسے قرآن شریف میں ہے وھوالذی فی السماء اِلٰہ وفی الارض اِلٰہ۔ دونوں جگہ الٰہ سے ایک ہی ذات مراد ہے ورنہ تعدد الٰہ لازم آئے گا اور وہ باطل ہے لو کان فیھما الھۃ الخ اور وھوالذی انزل علیک الکتب بالحق مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب میں۔ کتاب اول سے قرآن اور کتاب ثانی سے توریت وانجیل مراد ہے۔

نکتہ ۳۵۲ اسم جامد اگر مشتق کی تاویل میں ہو تو اس کا فاعل آسکتا ہے مثلاً ھذا اسدٌ اِبناہ کے اندر اسدٌ بمعنی مؤذی ہے لہٰذا ابناہ اس کا فاعل ہے اور اگر اَسَد بمعنی موذی نہ ہو بلکہ اس سے مراد شیر ہو تو اب اس کا فاعل نہیں آئیگا۔
(الفوائد الصمدیہ ص۱۴ حاشیہ)

نکتہ ۳۵۳ | ہارِ سکتہ وہ ہار ہے جو عموماً حالت وقف میں آخر کی حرکت ظاہر کرنے کے لئے آتی ہے جیسے مَاهِيَهْ ، حِسَابِيَهْ ، هَاهُنَاهُ اسی طرح لَكَهْ ، عَلَيْكَهْ ، مَا اَحْسَنَ وَجْهَكَهْ اور یہ امر کے آخر میں بھی آتی ہے جس کے آخر کو حذف کر دیا گیا ہو جیسے فِهْ اور ما استفہامیہ کے بعد جبکہ حالت جری میں ہو جیسے بِمَهْ اور مضارع مجزوم کے بعد جو معتل الآخر ہو جیسے لَمْ يَرْمِهْ اور الف ندبہ کے بعد جیسے وازيداه۔

ھائے ضمیر | نصب و جر کی جگہ استعمال ہوتی ہے جیسے قال له صاحبه وهو يحاوره اور ہار ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یار ساکنہ ہو تو ہار ضمیر مکسور ہو گی جیسے بِهِ ، اِلَيْهِ مگر دو جگہ مضموم ہو گی اور اس کی اصل مضموم ہونا ہی ہے (۱) وما انسانيهُ سورہ کہف میں (۲) عليهُ الله سورہ فتح میں اور ۲ جگہ ساکن ہو گی (۱) فَارْجِهْ (۲) فَالْقِهْ اور جب ضمیر سے پہلے نہ کسرہ ہو نہ یا ساکن تو مضموم ہو گی جیسے لَهُ رسولُهُ مگر ويتقهِ میں مکسور ہو گی مزید تحقیق فوائد مکیہ میں۔

ھائے تنبیہ | جیسے اسم اشارہ کے شروع کی ہار اور اَيُّهَا و اَيَّتُهَا کی ہار اسی طرح ها اَنتم اولاء کا ہا ہے۔

نکتہ ۳۵۴ | کبھی مدح کے موقعہ پر ایسا جملہ بولا جاتا ہے جس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہوتا جیسے کسی شخص کے کسی کام پر تعجب پیدا ہو پھر اس کو کہیں قاتله الله ما اشعره ، اسی طرح تربت يداك ، رغم انفك ، ثكلتك امك ۔

نکتہ ۳۵۵ | کبھی کلام کے پورا ہونے سے پہلے درمیان میں جملۂ دیگر حائل ہو جاتا ہے جیسے اِعْمَلْ واللّٰهُ ناصري ماشئتَ (جو چاہے کر اللہ میرا مددگار ہے)

نکتہ ۳۵۶ کبھی کلام لفظاً مقدم ہوتا ہے حالانکہ معنیً مؤخر ہوتا ہے اور کبھی اس کا برعکس جیسے مَا بَالُ عَیْنُكَ منها الماءُ ینسکبُ اس کلام سے ارادہ کیا ہے ما بالُ عینُكَ ینسکبُ منها الماءُ کا۔ (تیری آنکھ کا کیا حال ہے کہ اس سے پانی بہہ رہا ہے) اسی طرح ولولا کلمۃ سبقت من ربك لکان لِزَامًا وَاَجَلٌ مُسَمًّی۔

نکتہ ۳۵۷ کبھی غیر عاقل کو عاقل کے درجہ میں اتار لیا جاتا ہے جیسے اَرْضٌ (زمین) کی جمع اَرَضُوْن جمع مذکر سالم کے وزن پر۔

نکتہ ۳۵۸ کبھی فعل کی نسبت اس چیز کی طرف کرتے ہیں جو درحقیقت فاعل نہیں ہوتی جیسے اس دیوار کے متعلق کہیں جو گرنے کے قریب ہو، ارادَ الحائطُ اَنْ یَنْقَضَّ (اذا مالَ) (دیوار نے گرنے کا ارادہ کرلیا) فلانٌ یریدُ اَنْ یموتَ اذا کان مُحْتَضَرًا۔

نکتہ ۳۵۹ کبھی فعل کی نسبت دو کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ ایک کا فعل ہوتا ہے جیسے مَرَجَ البحرین الیٰ قولہ تعالیٰ یخرجُ منهما اللّؤلؤُ والمرجان (موتی و مونگا دونوں قسم کے دریا سے نہیں نکلتے بلکہ ایک سے نکلتے ہیں)

اور کبھی فعل کی نسبت جماعت کی طرف کرتے ہیں اور وہ فعل درحقیقت ایک کا ہوتا ہے جیسے واذ قتلتم نفسًا الخ اور کبھی فعل کی نسبت دو میں سے ایک کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ دونوں کے لئے ہوتا ہے جیسے واللّٰه ورسولُه اَحَقُّ اَنْ یُرْضُوْهُ (اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ لوگ اس کو راضی کریں)

نکتہ ۳۶۰ کبھی اسم مفعول کی جگہ اسم فاعل کو استعمال کرتے ہیں جیسے سِرٌّ کاتمٌ ای سِرٌّ مکتومٌ۔ ماءٌ دافقٌ ای ماءٌ مدفوقٌ، حَرَمٌ اٰمِنٌ ای حَرَمٌ مامونٌ۔

اور کبھی اس کا برعکس یعنی اسم فاعل کی جگہ اسم مفعول کو استعمال کرتے ہیں جیسے عیشٌ مغبونٌ ای غابنٌ حجابٌ مستورٌ، کمافی قولہ تعالیٰ لایومنون بالاٰخرۃ حجابًا مستورًا، وقولہ تعالیٰ انّہ کان وعدہ ماتیًّا ای آتیًا۔

نکتہ ۳۶۱: دو کو مخاطب بنا کر ان میں سے کسی ایک پر نفس وارد کرنا (یعنی صرف ایک کے متعلق خطاب باقی رکھنا) جیسے اہل عرب بولتے ہیں۔ کمافی قولہ تعالیٰ فلا یخرجنّکما من الجنّۃ فتشقیٰ۔ حضرت آدم وحوا کو مخاطب بنایا اور پھر خطاب یعنی فتشقیٰ صرف حضرت آدمؑ کے متعلق باقی رکھا گیا۔ اسی طرح فمن ربّکما یاموسیٰ۔

نکتہ ۳۶۲: مخاطب کو خطاب کے صیغہ سے متوجہ کرنا پھر خطاب کو غائب کی طرف گھمانا یا اولاً غائب کا صیغہ استعمال کرکے پھر خطاب کا صیغہ استعمال کرنا اس کو التفات کہتے ہیں جیسے ومالیَ لا اعبد الذی فطرنی والیہ ترجعون

نکتہ ۳۶۳: تہکم یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جو بظاہر مدح ہو مگر مراد ہزل ہو جیسے کسی جاہل دبے وقوف آدمی کو کہیں یا عاقل یا کسی ایسی عورت جس کو تم برا سمجھ رہے ہو اس کو کہیں یا قمر۔ کمافی قولہ تعالیٰ فبشّرھم بعذاب الیم۔

نکتہ ۳۶۴: مکان کو ذکر کرکے صاحب مکان مراد لینا جیسے واسئل القریۃ ای اھل القریۃ۔ اسی طرح اکلتُ قدرًا بولا جائے۔ (میں نے ایک ہانڈی کھالی یعنی جو اس میں سامان ہے) شربتُ کاسًا ای شربت مافیہ

نکتہ ۳۶۵: کبھی بعض شئی کو ذکر کرتے ہیں مگر مراد کل شئی لیتے ہیں کمافی قولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ، ایدی بمعنی ہاتھ کو ذکر کرکے پورا انسان مراد ہے اسی طرح ویبقی وجہُ ربّک ذوالجلال والاکرام۔ کلُ شیءٍ ھالکٌ الا وجھہ۔ وغیرہ وغیرہ۔

نکتہ ۳۶۶ کبھی ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ استعمال کرتے ہیں مثلاً امر کی جگہ مصدر اور مصدر کی جگہ اسم فاعل جیسے فَضَرْبَ الرقاب، ای اضربوا، لیس لوقعتھا کاذبۃ ای تکذیبٌ اسی طرح مصدر کی جگہ اسم مفعول کو رکھتے ہیں جیسے بأیکم المفتون ای الفتنۃ۔

نکتہ ۳۶۷ کبھی فعل کو فعل ماضی لاتے ہیں حالانکہ وہ حاضر یا مستقبل ہوتا ہے جیسے اَتیٰ اَمْرُاللّٰہ ای یَاتی اور کنتم خیرَ اُمۃ ای انتم، اور کبھی اس کا برعکس یعنی فعل کو فعل مضارع کے ساتھ لاتے ہیں جبکہ وہ ماضی ہوتا ہے جیسے واتّبعوا ما تتلوا الشیاطین ای ما تَلَت، کبھی مضارع کی بجائے ماضی لاتے ہیں قطعیت پر دلالت کرنے کے لئے، کیونکہ فعل ماضی زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتی ہے اور گذرے ہوئے کام میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا گویا وہ قطعی ہوتا ہے اور کبھی بجائے ماضی کے مضارع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں. گذشتہ واقعہ کا نقشہ مصوّر کرنے کے لئے۔

نکتہ ۳۶۸ اہل عرب کبھی مخاطب واحد کو تثنیہ کے صیغے سے پکارتے ہیں مثلاً اِفعلا جبکہ مخاطب واحد ہو اسی طرح اِنّ اَباھا واَبا اباھا قد بلغا فی المجد غایتاھا۔

غایتا صیغہ تثنیہ ہے، واحد کی جگہ مستعمل ہے اور یہ اہل عرب کے یہاں خوب شائع و ذائع ہے۔

نکتہ ۳۶۹ اَمّا کی اصل کیا ہے اس سلسلہ میں نحویوں کا اختلاف ہے، سیبویہ فرماتے ہیں کہ اَمّا اپنی اصل پر ہے خلیل نحوی فرماتے ہیں کہ اس کی اصل مَھْمَا ہے ہا کو ہمزہ سے بدل کر شروع کلمہ میں لے آئے اور میم کا میم میں ادغام کر دیا اَمّا ہوگیا، اور بعض کے نزدیک اس کی اصل مَامَا ہے الف

اول کو ہمزہ سے بدل کر شروع کلمہ میں لے آئے اور میم کا میم میں ادغام کر دیا امّا ہوگیا، اور بعض کے نزدیک اس کی اصل مَأمَا ہے، ہمزہ کو میم اول اور میم کو ہمزہ کی جگہ رکھدیا اور ادغام کر دیا امّا ہوگیا، حرف شرط ہے اور اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے اور کبھی تاکید کے لئے بھی آتا ہے۔ (الہامیہ ضنا)

نکتہ ۳۷ عجیب لطیفہ غیر ذوی العقول کی جمع واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے ایک شاعر نے کہا۔

اِنَّ قومی تجمعُ وبقتلی تُحدّثُ لا اُبالی بجمعهم کلُ جمعٍ مؤنثُ

ترجمہ۔ میری قوم جمع ہو کر میرے قتل کا مشورہ کر رہی ہے، مگر مجھے ان کی جمعیت کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ ہر جمع مؤنث کے حکم میں ہے۔

نہ خنجر چلے گا نہ تلوار تم سے۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔

تمّ ھذا الکتاب بفضلہ تعالیٰ شانہ

حسین احمد قاسمی استاذ دار العلوم دیوبند
ابن الشیخ الحاج محمد اختر صاحب مہتمم دار العلوم اسعدیہ
ایکڑ خورد پوسٹ انبو والا تحصیل و ضلع ہردوار، (یوپی)
پن ۲۴۹۴۰۵

مؤلف کی دوسری کتاب (۱) قواعد الصرف وخاصیات الابواب

(۳) نجوم الحواشی شرح اصول الشاشی
(۴) مصطلحات النحو عربی اردو (۱) آپ ترکیب نحوی کیسے کریں۔
(۵) تدریس قرآن مع ترکیب ولغات

